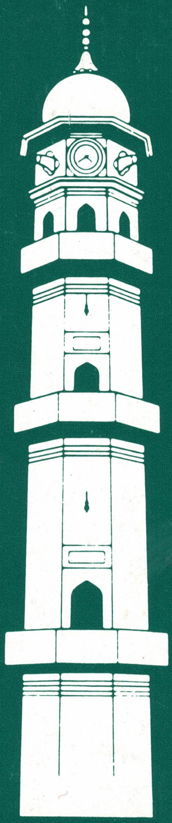

ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

اگست، ستمبر ۱۹۹۳ء

جرمنی میں وقار عمل کے ذریعہ تعمیر ہونے والی جماعت احمدیہ کی مسجد بیت الشکور کا ایک تصویری منظر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

القرآن الحکیم

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَاِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ۖ ۚ ۝
الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۝ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا ؕ لَهُمۡ دَرَجٰتٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَمَغۡفِرَةٌ
وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ ۝ ۚ ——— (سورۃ انفال: آیت ۲ تا ۵)

مومن تو صرف وہی ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جائیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو بڑھا دیں۔ نیز (مومن وہ ہیں) جو اپنے رب پر توکّل کرتے ہیں۔ (اسی طرح حقیقی مومن وہ ہیں) جو نمازوں کو (شرائط کے مطابق) ادا کرتے ہیں۔ اور جو (کچھ) ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہ (مذکورہ بالا صفات رکھنے والے) ہی سچے مومن ہیں اُن کے رب کے پاس ان کے لئے (بڑے بڑے) مدارج اور بخشش کا سامان اور معزز رزق ہے۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنۡ اَبِيۡ مُوۡسٰى رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ لِيۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَنۡزٍ مِّنۡ كُنُوۡزِ الۡجَنَّةِ؟" فَقُلۡتُ: بَلٰى يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ، قَالَ: لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" ——— (بخاری کتاب الدعوت باب قول لاحول ولاقوۃ الا باللہ ص ۹۴۹/۲)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں تجھے جنّت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول مجھے ضرور بتائیے۔ آپ نے فرمایا لاحول پڑھا کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ مجھ میں برائیوں سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکیوں کے کرنے کی قوّت۔

عَنۡ اَبِيۡ اَيُّوۡبَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: اَخۡبِرۡنِيۡ بِعَمَلٍ يُّدۡخِلُنِي الۡجَنَّةَ قَالَ: تَعۡبُدُ اللّٰهَ لَا تُشۡرِكُ بِهٖ شَيۡئًا، وَتُقِيۡمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤۡتِي الزَّكٰوةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ" (مسلم کتاب الایمان باب بیان الایمان الذی یدخلہ بہ الجنۃ ص ۲۱/۱)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا گُر بتائیے جو مجھے جنّت میں لے جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز باجماعت پڑھو۔ زکوٰۃ دو اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حُسنِ سلوک کرو۔

ماہنامہ اخبار احمدیہ

جماعت احمدیہ جرمنی کا ترجمان

جلد ۱۸ — صفر، ربیع الاوّل ۱۴۱۴ ہجری، ظہور، تبوک ۱۳۷۲ ہش، اگست، ستمبر ۱۹۹۳ء — شمارہ ۹،۸

صدر مجلس: عبداللہ واگس ہاؤزر، امیر جماعت احمدیہ جرمنی۔

نگران: عطاء اللہ کلیم، مشنری انچارج

ایڈیٹر: شمس الحق

نائبین: ڈاکٹر وسیم احمد طاہر، مسیح الدین شاہد

خطاطی: سعید اللہ خان، نصر اللہ ناصر

پبلشر: فلاح الدین خان

مینیجر: محمد ارشد

نائبین: محمد فضل چوہدری، مظفر احمد چٹھہ

فہرست مضامین

۱ — اداریہ

۲ — ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۳ — خلفائے سلسلہ کے زریں اور اہم ارشادات

۷ — خطبہ جمعہ

۱۵ — سیرت احمد علیہ السلام

۱۷ — سیرت حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضؓ

۲۷ — مقالہ خصوصی

۳۰ — جلسہ سالانہ کے اغراض ومقاصد اور برکات

۳۷ — فیوض محمدیہ اُمّت میں جاری ہیں

سالنامہ

سالانہ چندہ بمعہ ڈاک خرچ

یورپ — ۵۰ مارک ۔ امریکہ وکینیڈا — ۳۰ ڈالر

آسٹریلیا، جاپان — ۳۵ ڈالر ۔ انڈیا، پاکستان — ۱۰۰۰ روپے

دفتر رابطہ: Hanauer Landstr. 50, 60599 Frankfurt, Germany

قیمت : دو مارک

اداریہ

ہمارا جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ انگلستان بادِ صبا کے جھونکے کی طرح آیا اور لاکھوں ارواح کو روحانیت سے معطّر کرتا ہوا اور ہزاروں پیاسی روحوں کو سیراب کرتا ہوا گزر گیا۔ ہزاروں تہی دامن علم وعرفان کے موتیوں سے جھولیاں بھر کر گھروں کو لوٹے۔ اب جلسہ سالانہ جرمنی قریب آرہا ہے وقارِ عمل کے ذریعہ سینکڑوں احباب اور کارکنان جلسہ گاہ کی تیاری میں دن رات مصروفِ عمل ہیں ہر شعبہ نے جلسہ کے انتظامات اور آنے والے مہمانوں کے استقبال کے لئے بھرپور تیاری کا آغاز کر دیا ہے ایک اور روحانی بہار کی آمد آمد ہے۔ یہ تمام جلسہ ہائے سالانہ دراصل اُس عظیم الشان جلسے کا پرتو ہیں جس کی بنیادی اینٹ خدا تعالےٰ نے آج سے قریباً ایک صدی قبل قادیان خود اپنے ہاتھ سے رکھی تھی پہلا جلسہ سالانہ جس میں صرف ۷۵ افراد نے شرکت کی تھی آج ساری دنیا میں کروڑوں افراد کو برکتوں سے معمور کرتا چلا جا رہا ہے۔ سیٹلائیٹ کے نئے انتظام کے تحت تو ان برکات کا دائرہ تمام برّاعظموں تک وسیع ہو کر کروڑوں تشنہ روحوں کی سیرابی کے سامان مہیا کر رہا ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے والوں کو مخاطب کر کے کچھ نصائح فرمائی ہیں جو ہمیشہ ہمارے مدّنظر رہنی چاہئیں۔ حضور اقدس جلسہ سالانہ کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

”لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جن میں تمام مخلصین اگر خدا چاہے بشرط صحت وفرصت وعدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہوسکیں ...... حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربّانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں ...... ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقرّرہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے مُنہ دیکھ لیں گے اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودّد وتعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا ...... اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزّت جلشانہٗ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی سلسلہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے ...... ماسوا اس کے جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے طیار ہو رہے ہیں ...... اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زاد راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں ...... اور مکرّر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی چیز انہونی نہیں ...... بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر یک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالےٰ اُن کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم وغم دور فرما دے اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مُرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے۔“

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا ایک ایک فقرہ ہمیں پیغام دے رہا ہے کہ جلسہ سالانہ کے دوران ہمارے اوقات کیسے بسر ہونے چاہئیں۔ ہم سب کا فرض ہے کہ جلسہ کی تمام تقاریر کو بغور سنیں نمازوں میں شمولیت کا خصوصی اہتمام کریں وہ بھائی جو ہماری جماعت میں نئے شامل ہوئے ہیں ان سے تعارف حاصل کر کے ان کے ساتھ تعلق اخوّت استوار کریں نظام کی پابندی کو اپنا شعار بنائیں اور اپنے بھائیوں کو بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قرآنی حکم کے تحت نیکی کی تلقین کرتے رہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دعاؤں میں لگ جائیں کہ اللہ تعالےٰ ہمارے جلسہ کو ہر لحاظ سے کامیاب اور بابرکت کرے۔ آمین ثم آمین۔

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام

ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے

مُتّقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں، وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے۔ اُن کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے

- "اصل تقویٰ جس سے انسان دھویا جاتا ہے اور صاف ہوتا ہے اور جس کے لئے انبیاء آتے ہیں وہ دُنیا سے اُٹھ گیا ہے۔ کوئی ہوگا جو قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا کا مصداق ہوگا۔ پاکیزگی اور طہارت عمدہ شئے ہے۔ انسان پاک اور مُطہّر ہو تو فرشتے اُس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا مگر اِس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔ اور کوئی زانی زنا نہیں کرتا مگر اِس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔ جیسے بکری کے سر پر شیر کھڑا ہو تو وہ گھاس بھی نہیں کھا سکتی، تو بکری جتنا ایمان بھی لوگوں کا نہیں ہے۔ اصل جڑ اور مقصود تقویٰ ہے۔ جسے وہ عطا ہو سب کچھ پا سکتا ہے۔ بغیر اِس کے ممکن نہیں ہے کہ انسان صغائر اور کبائر سے بچ سکے۔ اِنسانی حکومتوں کے نظام گناہوں سے نہیں بچا سکتے۔ حکّام ساتھ ساتھ تو نہیں پھرتے کہ اُن کو خوف رہے۔ اِنسان اپنے آپ کو اکیلا خیال کر کے گُناہ کرتا ہے۔ ورنہ وہ کبھی نہ کرے۔ اور جب وہ اپنے آپ کو اکیلا سمجھتا ہے اس وقت وہ دہریہ ہوتا ہے۔ اور یہ خیال نہیں کرتا کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے، وہ مجھے دیکھتا ہے۔ ورنہ اگر وہ یہ سمجھتا تو کبھی گناہ نہ کرتا۔ تقویٰ سے سب شئے ہے۔ ...... نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ سب اُسی وقت قبول ہوتا ہے جب اِنسان متّقی ہو۔"
  (ملفوظات جلد ۴ صد ۲۵۱-۲۵۲)

- "جب تک انسان تقویٰ میں ایسا نہ ہو جیسے اُونٹ کو سُوئی کے ناکے سے نکالنا پڑے اُس وقت تک کچھ نہیں ہوتا۔ جس قدر زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے اُسی قدر اللہ تعالےٰ بھی توجہ فرماتا ہے۔ اگر یہ اپنی توجہ معمولی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی معمولی توجہ رکھتا ہے۔"
  (ملفوظات جلد ۴ صد ۳۶۰)

- "جو لوگ نری بیعت کر کے چاہتے ہیں کہ خُدا کی گرفت سے بچ جائیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ ان کو نفس نے دھوکا دیا ہے۔ دیکھو طبیب جس وزن تک مریض کو دوا پلانی چاہتا ہے اگر وہ اس حد تک نہ پیوے تو شِفا کی اُمید رکھنی فضول ہے۔ مثلاً وہ چاہتا ہے کہ دس تولہ استعمال کرے اور یہ صرف ایک ہی قطرہ کافی سمجھتا ہے، یہ نہیں ہو سکتا۔ پس اس حد تک صفائی کرو اور تقویٰ اختیار کرو جو خدا کے غضب سے بچانے والا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ رُجوع کرنے والوں پر رحم کرتا ہے ......
  ...... اِنسان جب متّقی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے اور اُس کے غیر میں فُرقان رکھ دیتا ہے اور پھر اس کو ہر تنگی سے نجات دیتا ہے۔ نہ صرف نجات بلکہ یَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبْ۔ پس یاد رکھو جو خُدا تعالےٰ سے ڈرتا ہے خدا تعالیٰ اس کو مشکلات سے رہائی دیتا ہے۔ اور انعام و اکرام بھی کرتا ہے۔ اور پھر متّقی خدا کے ولی ہو جاتے ہیں۔ تقویٰ ہی اِکرام کا باعث ہے۔ کوئی خواہ کتنا ہی لکھا پڑھا ہو وہ اس کی عزّت و تکریم کا باعث نہیں اگر متّقی نہ ہو۔ لیکن اگر ادنیٰ درجہ کا آدمی اُمّی ہو مگر متّقی ہو وہ معزّز ہوگا۔"
  (ملفوظات جلد ۴ صد ۳۶۱-۳۶۲)

- "لباس التقویٰ قرآن شریف کا لفظ ہے۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتّی الوسع رعایت رکھے یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تا بمقدور کاربند ہو جائے۔"
  (روحانی خزائن جلد ۲۱ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صد ۲۱۰)

- "لوگ بہت سے مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں لیکن متّقی بچائے جاتے ہیں بلکہ ان کے پاس جو آجاتا ہے وہ بھی بچایا جاتا ہے۔ مصائب کی کوئی حد نہیں انسان کا اپنا اندر اس قدر مصائب سے بھرا ہُوا ہے کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں۔ امراض کو ہی دیکھ لیا جاوے کہ ہزار ہا مصائب کے پیدا کرنے کو کافی ہیں۔ لیکن جو تقویٰ کے قلعہ میں ہوتا وہ اُن سے محفوظ ہے۔ اور جو اس سے باہر ہے وہ ایک جنگل میں ہے۔ جو درندہ جانوروں سے بھرا ہوُا ہے۔"
  (ملفوظات جلد اوّل صد ۱۰)

- "خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ متّقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں۔ وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے۔ اُن کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے۔ ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہیئے جس سے ہماری فلاح ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں۔ وہ خاص تقویٰ کو چاہتا ہے۔ جو تقویٰ کرے گا وہ اعلیٰ مقام کو پہنچے گا۔"
  (ملفوظات جلد ۱ صد ۲۳)

ہمیشہ خُدا کو سب پر مُقدّم رکھو

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

میں سمجھ نہیں سکتا کہ ایک شخص ایمان حقیقی رکھ کر سب نبیوں کی مشترکہ تعلیم کی خلاف ورزی کیوں کرتا ہے کیا کسی بھی نبی کی تعلیم ہے کہ جھوٹ بولیں، دنیا کے حریص ہوں، کاہل اور سُست بن جائیں، دھوکہ دیں، حق سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو جائیں، شریروں اور بدمعاشوں سے تعلق پیدا کریں۔ خدا تعالیٰ اس کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ اور ان تمام بدیوں سے بچنے کی ایک ہی راہ ہے کہ اللہ پر ایمان ہو۔ پس جو شخص اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ (میں اللہ پر ایمان لایا) کا مصداق ہو وہ تمام نیکیوں کا گرویدہ اور بھلائیوں کا پسند کرنے والا ہو گا۔ اگر اس طرح پر سمجھ نہیں آتا تو ایک اور راہ ہے جس پر چل کر انسان بدیوں سے بچ سکتا ہے، یوم آخر پر ایمان ہو تو وہ بدیوں سے بچ جاتا ہے۔ ایک شریف الطبع انسان کو کہہ دیں کہ دو روپے دیتے ہیں دو جوتے لگا لینے دو۔ وہ کبھی پسند نہیں کرے گا پھر یوم آخر میں کب کوئی گوارا کر سکتا ہے پس اس پر ایمان لا کر بدی نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ ایک نوکر اپنے فرضِ منصبی میں سُستی کر کے تنخواہ پا سکتا ہے۔ ایک اہل حرفہ دھوکا دے کر قیمت وصول کر سکتا ہے۔ ایک شخص دوست کو دھوکا دے کر آؤ بھگت کرا سکتا ہے۔ یہ ممکن ہے لیکن اگر آخرت پر ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حضور جا کر ان اعمال کی جواب دہی کرنا ہے تو ایسا عاقبت اندیش بدی کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔

(خطبات نور جلد ۲ صفحہ ۱۵۵، ۱۵۶)

سارے محامد سے متصف، سارے صفات کاملہ رکھنے والا اور سارے نقائص اور عیوب سے منزہ ذات کا نام اللہ ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے اور پھر وہ اکبر ہے۔ جامع جمیع صفات کاملہ اور ہر قسم کے نقائص سے منزہ ہونے کے ساتھ وہ اکبر بھی ہے۔ یعنی بہت بڑا۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ اب اپنے کاروبار یا دوستوں، غرض ہر ایک کو چھوڑ کر اللہ کی طرف آجاؤ۔ اور چونکہ وہ سب سے بڑا ہے۔ اب اس کا حکم آنے پر دوسروں کے احکام کی پرواہ مت کرو۔ ایک طرف خدا کا بلاوا آجاوے اور دوسری طرف کوئی یار دوست آشنا بلاویں یا کوئی دنیا کا کام بلاوے تو اللہ کے مقابلہ میں ان کو ترک کر دو کیونکہ اللہ سب سے بڑا ہے اور سب سے بڑے کی بات کو مان لینا تمہاری فطرت میں رکھا گیا ہے۔ حتّیٰ کہ ماں باپ جن کی اطاعت اور فرمانبرداری کی خدا نے سخت تاکید فرمائی ہے، خدا کے مقابلہ میں اگر وہ کچھ کہیں تو ہرگز نہ مانو، فرمانبرداری کا پتہ مقابلے کے وقت لگتا ہے کہ آیا فرمانبردار اللہ کا ہے یا مخلوق کا۔ ماں باپ کی فرمانبرداری کا خدا نے اعلیٰ مقام رکھا ہے .... اور ہر حالت میں ان کی فرمانبرداری کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ مگر پھر مقابلہ کے وقت ان کے متعلق بھی فرمایا کہ.... اگر خدا کے مقابلہ میں آجاویں تو خدا کو مقدم کرو، ان کی ہرگز نہ مانو۔ غرض نفس ہو یا دوست، رسم ہو یا رواج ہو، قوم ہو یا ملک ہو، ماں باپ ہوں یا حاکم ہوں۔ جب وہ خدا کے مقابلہ میں آجاویں۔ یعنی خدا ایک طرف بلاتا ہے اور یہ سب ایک طرف تو خدا کو مقدم رکھو۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ مارچ ۱۹۰۸ء)

گناہوں کی اصلاح ابتدا ہی سے کرنی چاہیئے

ارشاد سیّدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ گناہ ہیں جو اصول کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور ایک فروعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ بعض گناہ اس قسم کے ہیں جو اپنے اندر ایک اہمیت تو رکھتے ہیں لیکن ان کا مرتکب جب تک انہی کے دائرہ اور حلقہ میں رہتا ہے سلب ایمان اور دل کو سیاہ کرنے کا باعث نہیں ہوتا اور اس کا ضرر اور نقصان محدود ہی رہتا ہے۔ لیکن بعض گناہ اس قسم کے ہوتے ہیں جو بظاہر بہت ہی چھوٹے اور حقیر معلوم ہوتے ہیں مگر ان کا انجام اور نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہوتا ہے۔ وہ انسان کے دل کو سیاہ کر دیتے ہیں۔ حتّیٰ کہ سلب ایمان کا باعث ہو جاتے ہیں۔ ایسے گناہ کو جب تک جڑ سے ہی نہ کاٹ دیا جائے اس کی اصلاح بہت دشوار ہو جاتی ہے اور پھر انسان سے اس کا نکلنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اس لئے مومن کو چاہیئے کہ ایسے گناہوں کی اصلاح ابتدا ہی سے کرے ورنہ بڑھ جائیں گے۔ اور دل کو سیاہ کر دیں گے اور غفلت دن بدن ترقی کرتی چلی جائے گی۔ دیکھو بعض درخت اس قسم کے

ہیں جن کے بیج اور گٹھلیاں تو بڑی ہوتی ہیں مگر ان کا درخت چھوٹا ہوتا ہے اور بعض درخت ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا بیج تو بہت چھوٹا ہوتا ہے مگر ان کا درخت بہت ہی بڑا ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض چیزیں جنہیں انسان حقیر اور ضعیف سمجھتا ہے نتیجہ میں بہت بڑی ہوتی ہیں اس لئے ایسے گناہ کی اصلاح جس قدر جلدی ہو سکے کرنی چاہیئے اور غفلت سے کام نہیں لینا چاہیئے اور اگر ایسے گناہ کی اصلاح ابتداءً ہی نہ کی جائے تو رفتہ رفتہ وہ غالب آجائے گا اور اس کے غالب آنے کے بعد اس کو مغلوب کرنا مشکل ہو جائے گا۔ پس مومن کو ایسے گناہوں سے بہت ڈرنا اور ہوشیاری سے کام لینا چاہیئے اور اس کی اصلاح کے لئے کوشاں رہنا چاہیئے ورنہ اس کا درخت مضبوط ہو جائے گا۔ پھر اس کا اکھیڑنا بہت دشوار ہوگا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ نومبر ۱۹۱۵ء)

ہر نیکی کی جڑ یہ اتّقاء ہے

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

جب تقویٰ کی جڑ مضبوط ہو اور اس جڑ سے نیکی کی اور پاکیزگی کی اور صلاح کی شاخیں نکلیں تو وہ شاخیں نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرتی ہیں اور روحانی بلندیوں تک پہنچتی ہیں بلکہ اس دنیا میں بھی (اخروی زندگی میں تو ہوگا ہی) ان شاخوں کو تازہ بتازہ پھل لگتا رہتا ہے جس سے انسان فائدہ حاصل کرتا ہے یعنی اس دنیا میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا انسان کو حاصل ہو جاتی ہے اور روح کو ہر لحظہ ایک لذّت اور سرور حاصل ہوتا رہتا ہے۔ ان پھلوں کے کھانے سے جن کا کھانا روحانی طور پر ہے لیکن جب تک وہ پھل نہ ملیں وہ خوشحالی حاصل نہیں ہو سکتی، وہ لذّت اور سرور حاصل نہیں ہو سکتا۔ وہ پھل نہیں مل سکتے جب تک اعتقادات جو ہیں وہ صحیح نہ ہوں اور اعمال صالحہ ان کو سیراب نہ کریں اور تقویٰ کی جڑ سے نکل کے آسمانوں تک نہ پہنچیں۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ انہیں قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہمارے کسی فعل کو قبول کر لینا ہی اس کا پھل ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں انسان کو اس کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ پس ہر نیکی کی جڑ یہ اتّقاء ہے۔ جو شخص تقویٰ کی جڑ نہیں رکھتا لیکن بظاہر ہزار قسم کی نیکیاں بجالاتا ہے اسے فائدہ ہی کیا کیونکہ اس سے وہ شاخیں نہیں پھوٹ سکتیں جو خدائے رحمان تک پہنچتی ہیں۔ نہ وہ پھل لگ سکتے ہیں جو پھل کہ دوسری صورت میں ان شاخوں کو لگا کرتے ہیں اور روحانی سیری کا موجب بنتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ ۱۹۶۸ء)

دُعاؤں کے رُخ پر چلنے کی تمنا پیدا کریں

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

دُعائیں بھی اس وقت قبول ہوتی ہیں جب دُعائیں جن کے لئے کی جاتی ہیں وہ صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ یاد رکھیں کہ اولاد کے حق میں بھی دُعائیں نہیں رنگ لاتیں اگر اولاد ان کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ رکھتی ہو اور اسے تمنا ہی نہ ہو۔ یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر کا عجیب مضمون ہے جس میں من شاء فالیؤمن من شاء فالیکفر کا مضمون خدا کی تقدیریں ہر جگہ صادق آتا ہے۔ ہر شخص کی اپنی تمنا اور خواہش کا اس کی زندگی کا رخ ڈھالنے میں ایک گہرا تعلق ہے اور محض دوسرے کی دُعائیں کارگر ثابت نہیں ہوتیں جب تک وہ خود ان دُعاؤں کے رُخ پر چلنے کی تمنّا پیدا نہ کرے۔ ہوائیں ضرور سفر میں ممد ہو جایا کرتی ہیں۔ سمندری سفروں میں بھی اور دُنیا کے عام سفروں میں بھی۔ ہوائی جہازوں کی بھی ہوائیں مدد کرتی ہیں۔ موٹروں کی بھی مدد کرتی ہیں۔ پیدل چلنے والوں کی بھی مدد کرتی ہیں۔ لیکن جو ہوا کے مخالف چل رہا ہو اس کی کیسے مدد کر سکتی ہیں اس لئے دُعاؤں کا مضمون بھی ہواؤں سے ایک نسبت رکھتا ہے۔ پس یاد رکھیں کہ آپ کے حق میں آپ کی اپنی دُعائیں یا میری دُعائیں یا ان بزرگوں کی دُعائیں جو ہم سے پہلے گزر گئے اور بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے دُعائیں کرتے کرتے انہوں نے جان دی تھی۔ تبھی مقبول ہوں گی جب آپ ان دُعاؤں کے رخ پر سفر کرنے کے ارادے کریں گے اور ارادے ہی نہیں کریں گے بلکہ جب ان ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں گے تو پھر دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی رفتار کو کس طرح غیر معمولی الٰہی تائید حاصل ہوتی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ نومبر ۱۹۹۱ء)

اُس کے دامن سے ہے وابستہ کُل عالم کی نجات

منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

یہ پُر اَسرار دُھندلکوں میں سمویا ہؤا غم
چھا گیا روح پہ اِک جذبۂ مُبہم بن کر
یہ فضاؤں میں سِسکتا ہوا اِحساسِ اَلَم
دیدۂ شب سے ڈھلکنے لگا شبنم بن کر

جانے یہ دُکھ ہے تمہارا کہ زمانے کا سِتم
اجنبی ہے کوئی مہمان چلا آیا ہے
اپنے چہرے کو چھپائے زِ نقابِ شبِ غم
جان ہے اس سے نہ پہچان چلا آیا ہے

آنکھ ہے میری کہ اَشکوں کی ہے اِک راہگذر
دل ہے یا ہے کوئی مہمان سرائے غم و حُزن
ہے یہ سینہ کہ جواں مرگ اُمنگوں کا مزار
اِک زیارت گہِ صد قافلہ ہائے غم و حُزن

یا ترے دِھیان کی جوگن ہمہ رنج و آزار
خود چلی آئی ہے پہلو میں بجائے غم و حُزن
رات بھر چھیڑے گی احساس کے دُکھتے ہوئے تار
ایک اِک تار سے اُٹھے گی نوائے غم و حُزن

دِل جلے جاتا ہے جیسے کِسی راہب کا چراغ
ٹِمٹِماتا ہو کہیں دُور بیابانوں میں
قافلے درد کے پا جاتے ہیں منزِل کا سُراغ
اِک لرزتی ہوئی لَو دیکھ کے ویرانوں میں

یہ بھی شاید کوئی بھٹکا ہؤا راہی غم ہے
دو گھڑی قلب کے غم خانے میں سستائے گا
اوٹ سے تیرگیٔ یاس کی جب وقتِ سحر
کِرَنِ اُمّید کی پھوٹے گی چلا جائے گا

خانۂ دل میں اُتر کر یہ فقیروں کے سے غم
نالۂ شب سے نصیب اپنا جگا لیتے ہیں
دِل کو اِک شرف عطا کر کے چلے جاتے ہیں
اجنبی غم مرے مُحسن مرا کیا لیتے ہیں

کوئی مذہب ہے سِسکتی ہوئی روحوں کا نہ رنگ
ہر سِتم دِیدہ کو اِنسان ہی پایا ہم نے
بَن کے اپنا ہی لپٹ جاتا ہے روتے روتے
غیر کا دُکھ بھی جو سِینے سے لگایا کوئی

کوئی قشقہ ہے دُکھوں کا نہ عمامہ نہ صلیب
کوئی ھندو ہے نہ مُسلِم ہے نہ عیسائی ہے
ہر سِتم گر کو ہو اَے کاش یہ عرفان نصیب
ظُلم جس پر بھی ہو ہر دین کی رسوائی ہے

سَب جہانوں کے لئے بَن کے جو رحمت آیا
ہر زمانے کے دُکھوں کا ہے مُداوا وہی ایک
اُس کے دامَن سے ہے وابستہ کُل عالَم کی نجات
بے سہاروں کا ہے اب مَلجأ و ماوا وہی ایک

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کی جماعت کو جمعہ پر ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونے کی توفیق بخشی ہے

بفضلِ خدا جماعت احمدیہ فتوحات و برکات کے حیرت انگیز دور میں داخل ہو چکی ہے

اب فصلیں کاشت کرنے سے زیادہ فصلیں سنبھالنے کا وقت آیا کھڑا ہے کیونکہ پھل پک چکے ہیں ان شاء اللہ ساری دنیا ان برکتوں کی گواہ ہوگی

خصوصیت سے دعا کریں کہ بعد ۱۱ کا جو دور شروع ہو رہا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کناروں تک برکتوں سے بھر دے

خدا تعالیٰ کا فضل جو غیر معمولی طور پر نازل ہوتا ہے وہ انسان کی اندرونی تمناؤں کے ساتھ ایک گہرا تعلق رکھتا ہے

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بمقام مسجد فضل لندن بتاریخ ۱۱ جون ۱۹۹۳ء مطابق ۱۱ احسان ۱۳۷۲ ہش

مرتبہ: مکرم منیر احمد صاحب جاوید، لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

(سورۃ الفتح: آیت ۳۰)

بعدہٗ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اس مضمون کے ایک حصہ پر میں پہلے بھی روشنی ڈال چکا ہوں لیکن وہ مضمون اُس جمعہ میں تشنہ رہا تھا اور اس سلسلہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض حوالہ جات اور بائبل یعنی NEW TESTAMENT عہد نامہ جدید سے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ حوالے بھی پیش کرنے تھے جن کا اس آیت میں بیان کردہ مضمون کے ساتھ تعلق ہے۔

جماعت کی تدریجی ترقی ایک کھیتی کی طرح ہوگی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ضمن میں فرمایا کہ

"ہماری جماعت کی ترقی بھی تدریجی اور کَزَرْعٍ (یعنی کھیتی کی طرح) ہوگی اور وہ مقاصد اور مطالب اس بیج کی طرح ہیں جو زمین میں بویا جاتا ہے۔ وہ مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالیٰ اس (کھیتی) کو پہنچانا چاہتا ہے (کھیتی کا لفظ میں نے وضاحت کے لئے داخل کیا ہے۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ ہیں وہ مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالیٰ اس کو پہنچانا چاہتا ہے) ابھی بہت دور ہیں۔ وہ حاصل نہیں ہو سکتے جب تک وہ خصوصیت پیدا نہ ہو جو اس سلسلہ کے قیام سے خدا کا منشاء ہے۔ توحید کے اقرار میں بھی خاص رنگ ہو۔ تبتّل الی اللہ ایک خاص رنگ کا ہو۔ ذکر الٰہی میں خاص رنگ ہو۔ حقوقِ اِخوان میں خاص رنگ ہو۔"

(الحکم جلد ۶، شمارہ ۲۹ صفحہ ۵ پرچہ ۱۷ اگست ۱۹۰۲ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ چار عنوانات قائم فرمائے ہیں جن کا تعلق مسیحی صفات سے بھی ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اُن صفاتِ حسنہ سے بھی ہے جن کا آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے اور یہ صفات جو مسیح سے تعلق رکھتی ہیں جب حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ذات میں اور ان لوگوں میں جلوہ گر ہوتی ہیں جو مَعَہٗ کے تابع ہیں یعنی آپ کے ساتھ تھے تو ایک نئی شان کے ساتھ اس جلوے میں حیرت انگیز چمک اور دائمی روشنی پیدا ہو جاتی ہے یوں معلوم ہوتا ہے ایک بالکل نیا جلوہ ظاہر ہوا ہے اگرچہ صفات وہی ہیں جو

پہلے بھی ظاہر ہو چکی ہیں۔ اس تعلق میں قرآن کریم نے بھی ان باتوں کا ذکر فرمایا ہے جن کا مسیحؑ نے ذکر فرمایا ہے اور جہاں ذکر فرمایا وہاں ایک حیرت انگیز طور پر بڑھتے ہوئے جلوے کا بھی ذکر فرما دیا۔ اس لئے یہ کوئی فرضی بات نہیں محض اس ذات کی تعریف میں ایک انسان کے کلمات نہیں جس سے محبت ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے واقعۃً اسی رنگ میں اس مضمون کو قرآن کریم میں چھیڑا ہے جہاں جہاں مسیحؑ نے ان صفات کا ذکر فرمایا ہے ان کے مقابل پر قرآن کریم نے بھی ان کا ذکر فرمایا اور موازنہ سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک بالکل نئی شان کے ساتھ ان صفات کو چھیڑا گیا ہے اور نئے مضمون کو داخل کر کے ان کو بیان فرمایا گیا ہے۔ یہ مضمون چونکہ ایسا ہے جس کا جماعت احمدیہ سے گہرا تعلق ہے اور ان مقاصد سے ہے جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابھی ان تک پہنچنا دور ہے۔ حالانکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے جو صحابہ کی جماعت پیدا ہوئی اس میں سب سے زیادہ شان کے ساتھ یہ مقاصد ظاہر ہوئے تھے پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ ان مقاصد تک پہنچنا ابھی دور ہے۔ اس سے مراد دراصل جدوجہد کا وہ لمبا زمانہ ہے جس میں سے گزر کر احمدیت نے ان مقاصد کو عالمی بنا دینا تھا اور ایک عالمگیر جماعت کے طور پر دنیا میں پھیل کر ان مقاصد کو پورا کرتے ہوئے تمام دنیا میں یہ صفاتِ حسنہ پھیلا دینی تھیں۔ اس لئے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ وہ مقاصد یا ان تک پہنچنا ابھی دور کی بات ہے تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں تو تربیت میں کمزوری تھی اور ابھی ان اعلیٰ مقاصد کو جماعت پا نہ سکی تھی مگر بعد کے دور کے زمانہ میں ایسا ہو گا جو بھی یہ معنی سوچے اس کی جہالت ہوگی کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے متعلق ہی قرآن کریم کی یہ پیشگوئی تھی کہ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ اور یہ فیض ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ سے ہی پایا ہے کہ آخرین کی صفات کو نسلاً بعد نسل آگے منتقل کرتے چلے جا رہے ہیں۔ پس اپنے اس مقام عجز کو خوب اچھی طرح پیش نظر رکھتے ہوئے اب اس مضمون پر غور کریں جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو چار صفات بیان فرمائی ہیں یہ ایسی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک صفت اپنی ذات میں ایک الگ خطبہ کا تقاضا کرتی ہے اور ایک ایک لفظ میں بڑے وسیع مضامین پر مشتمل عنوان بیان فرما دیئے گئے ہیں اور پھر ان کا آپس میں ایک ترتیبی تعلق بھی ہے جو بات پہلے بیان ہوئی ہے وہ پہلے ہی بیان ہونی چاہئے تھی۔ جو بات دوسرے درجہ پر ہے وہ دوسرے درجہ پر بیان ہونی چاہئے تھی اور اسی طرح تسلسل کا ایک اندرونی تعلق جاری ہے یہ مضمون انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کسی وقت خدا نے توفیق دی تو بیان کروں گا۔ مسلسل خطبوں میں اگر نہ بیان ہو سکے کیونکہ بعض دفعہ دوسری ضرورت کی چیزیں مجبور کر دیتی ہیں کہ تسلسل کو توڑ کر ایک اور مضمون کو شروع کر دیا جائے لیکن یہ سارا مضمون میرے ذہن میں ہے آئندہ جب بھی توفیق ملے گی تو انشاء اللہ اس کو سلسلہ وار آگے بڑھاؤں گا۔

گزشتہ صحیفوں میں جماعت کا ذکر اور ہماری ذمہ داریاں

اس وقت میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس مضمون تک پہنچنے سے پہلے ہمیں ان حوالوں کو پیش نظر رکھنا چاہیئے جن میں ہمارا تشخص تاریخی لحاظ سے الٰہی کتب میں بیان کیا گیا ہے۔ ہم کیا ہیں؟ ہم سے کیا توقع رکھی جاتی ہے؟ کس مقصد کے لئے یہ زرع کا سلسلہ شروع ہوا جس کا مسیحؑ نے ذکر کیا اور قرآن کریم نے فرمایا کہ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ ان لوگوں کی مثال انجیل میں یوں بیان ہوئی ہے کہ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ ایسی کھیتی کی طرح جس کی پتیاں باہر نکل آئیں اور زمیندار جانتے ہیں کہ شروع میں روئیدگی پتیوں کی شکل میں نکلتی ہے۔ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ پھر وہ اس کو مضبوط کر دے۔ فَاسْتَغْلَظَ: پھر ان پتیوں میں مضبوط ہو کر ایک قوت پیدا ہو جائے۔ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ: پھر وہ اپنے ڈنٹھل پر کھڑی ہو جائیں۔ یعنی یہ اس کھیتی کی مثالیں ہیں جن کو بیج بونے والے بوتے ہیں اور پھر اس طرح کھیتی کی روئیدگی کو دیکھتے اور اپنی آنکھوں کے سامنے بڑھتا پھولتا پھلتا ہوا دیکھتے ہیں اور مضبوط ہوتا ہوا دیکھتے ہیں لیکن نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ بونے والوں کو بہت لطف آتا ہے لیکن جو انکار کرنے والے ہیں وہ اُن کی یہ برکتیں دیکھ کر جلتے ہیں اور انہیں بہت طیش آتا ہے۔

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں بونے والوں سے مراد خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے جس نے بویا ہے۔ یہ کھیتی خدا ہی کے ہاتھ سے بوئی جاتی ہے مگر یہاں جو طرز بیان ہے اس میں خدا کے ہاتھ کا براہ راست ذکر نہیں بلکہ زُرّاع ہیں بہت سے بونے والے ہیں جو بوتے ہیں۔ یہاں دراصل داعین الی اللہ کی ایک جماعت کا ذکر ہے جو کثرت کے ساتھ مختلف زمینوں میں بیج پھینکتے چلے جاتے ہیں اور وہ بیج جب اچھی زمینوں پر پڑتا ہے تو پھر جس کیفیت کے ساتھ جس شان کے ساتھ وہ روئیدگی دکھاتا اور نشو و نما پاتا ہے اس کا یہ ذکر فرمایا گیا ہے جب زرّاع کے مضمون کو آپ پیش نظر رکھیں تو پھر حضرت مسیحؑ نے جو تمثیلات بیان کی ہیں ان کا سمجھنا نسبتاً آسان ہو جائے گا۔ ایک ہاتھ کا بیج کسی خاص کھیتی پر پڑتا ہے اور اُگ جاتا ہے۔ اگر وہ ہاتھ کسی ماہر کا ہاتھ ہو، ایسے شخص کا ہاتھ ہو جو اس مضمون کو سمجھتا ہو تو اس کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اُس بیج کو گندی زمینوں میں پھینک دے۔ اس کے لئے ممکن ہی نہیں کہ اس بیج کو وہ جھاڑیوں میں پھینک دے، چٹانوں پر پھینک دے۔ اس لئے یہاں خدا کا ہاتھ بیان نہیں فرمایا گیا۔ یہی حکمت اس کے پیش نظر ہے۔ مومنوں میں کچھ سادہ ہیں، کچھ زیادہ ذہین ہیں، کچھ تجربہ کار ہیں، کچھ ناتجربہ کار ہیں۔ تبلیغ میں ان کے ساتھ مختلف لوگوں کا واسطہ روزمرہ پڑتا رہتا ہے اور بعض ایسے ہیں جو چٹیل زمینوں کے ساتھ ہی نبرد آزمائی کرتے ساری عمر گنوا دیتے ہیں۔ بیج پھینکتے ہیں تو چٹیل زمینوں پر کچھ تھوڑا سا اُگتا بھی ہے لیکن مر جاتا ہے اسی طرح بعض ہیں جو ایسی جگہ بیج پھینکتے ہیں جہاں ارد گرد خونخوار درندے ہیں۔ دشمن ملاں موجود ہیں، وہ تاک میں رہتے ہیں کہ ادھر بیج پھینکنے والا پیٹھ موڑے تو وہ واپس آکر اس کی کھیتی کو برباد کر دیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں اور واقعۃً ایسا ہوتا بھی ہے۔ کچھ ایسے سمجھدار بیج پھینکنے والے ہیں جو اچھی زمینوں کا انتخاب کرتے ہیں اور پھر ان کی حفاظت کرتے ہیں، ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ ان کی کھیتیاں ہیں جو نشو و نما پاتی ہیں اور قرآن کریم نے دورِ آخر میں جو مثال دی ہے وہ ایسے ہی لوگوں کی دی ہے۔ حضرت مسیحؑ نے تفصیل سے ان سب لوگوں کی مثال دی ہے۔ کسی نے یہاں بیج پھینک دیا کسی نے وہاں

پھینک دیا کسی کا بیج چٹانوں پر ضائع ہو گیا۔ کسی کے بیج کو جانور چُگ گئے لیکن قرآن کریم نے اس تفصیل کے ساتھ اس مثال کو بیان نہ فرما کر ان لوگوں کی مثال دی ہے جو حکمت کے ساتھ اچھی زمین پر بیج پھینکتے ہیں اور یہ شانِ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم ہے جس کا ذکر چل رہا ہے۔ فرمایا وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ صاحبِ حکمت لوگ ہیں۔ صاحبِ عرفان لوگ ہیں وہ اپنے بیج کو ضائع نہیں کرتے۔ ان کے اندر خدا تعالیٰ نے یہ صلاحیت بخشی ہے کہ وہ اچھی زمینوں کا انتخاب کریں اور پھر اس بیج کی حفاظت کریں۔ اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے اُگتا دیکھیں۔ نشو و نما پاتا دیکھیں۔ اس کی ہریالی ان کی آنکھوں کو شاداب کرے اور دشمن غیظ و غضب میں مبتلا ہو مگر کچھ نہ کر سکے۔ اس لئے جب میں مسیحؑ کی تمثیلوں کے ساتھ قرآن کریم کی تمثیلات کا موازنہ کرتا ہوں تو بالکل کھلم کھلی بدیہی بات ہے کہ قرآن کریم نے اس مضمون کو بہت زیادہ آگے بڑھا دیا ہے اور اس مضمون میں ایک غیر معمولی شان پیدا کر دی ہے۔

تبلیغ کا ایک گہرا نکتہ

اب میں مسیحؑ کے اس ذکر کو لیتا ہوں جس کے مقابل پر بعض اور آیات بھی آپ کے سامنے رکھوں گا جن میں یہ مضمون ایک اور شان کے ساتھ قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ چونکہ مسیحؑ کا تعلق دورِ آخری سے ہے۔ قرآن کریم سے بھی ثابت ہے اور احادیث سے بھی ثابت ہے کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے دورِ آخر پر آپ کے جس غلام نے ظاہر ہونا ہے اس کو شانِ مسیحی عطا ہوگی۔ اس کو مسیح کا نام دیا گیا ہے۔ اس لئے ان تمثیلات کے ساتھ ہمارا تعلق ضرور ہے اور وہ تمثیلات ہمیں متنبہ کرنے والی ہیں کہ دیکھو تم پہلے مسیح کے دور پر ٹھہر نہ جانا۔ تمہاری مثال اس سے ملتی ہے مگر تمہاری شان اس سے بڑھ کر ہونی چاہئے کیونکہ تم مسیح موسوی کے غلام نہیں، مسیح محمدی کے غلام ہو۔ پس نظر رکھو کہ مسیحؑ نے کیا کیا تمثیلات بیان کیں۔ ان میں سے جو بہتر ہیں وہ اپنے لئے چن لو۔ قرآن کریم مومن کی شان یہ بیان فرماتا ہے کہ جب ان کے سامنے چیزیں بیان کی جائیں تو احسن کو اختیار کر لیتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ مختلف قسم کی تمثیلات ہو سکتی ہیں کچھ نسبتاً ادنیٰ، کچھ اس سے بہتر، کچھ اس سے بہت بہتر اور بعض احسن ہیں۔ سب سے اچھی تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے غلاموں سے یہ توقع رکھی گئی ہے کہ تم ہر قسم کی تمثیلات سنو گے مگر احسن کو چننا کیونکہ تمہارا آقا احسن ہے۔ جس کی غلامی کا دم بھرتے ہو وہ تمام انبیاء سے بڑھ کر ہے۔ تمام تخلیق میں کوئی وجود اس شان کا پیدا نہیں ہوا۔ پس اس کی نسبت سے تم اپنے اندر بھی ویسے ہی کمالات پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اب حضرت مسیحؑ کی تمثیلات سنیں جن کا ان آیات سے تعلق ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

اُسی روز یسوع گھر سے نکل کر جھیل کے کنارے جا بیٹھا ۰ اور اُس کے پاس ایسی بڑی بھیڑ جمع ہو گئی کہ وہ کشتی پر چڑھ بیٹھا اور ساری بھیڑ کنارے پر کھڑی رہی ۰ اور اُس نے اُن سے بہت سی باتیں تمثیلوں میں کہیں کہ دیکھو ایک بونے والا بیج بونے نکلا ۰ اور بوتے وقت کچھ دانے راہ کے کنارے گرے اور پرندوں نے آکر انہیں چُگ لیا ۰ (یعنی ایک تبلیغ کرنے والا ایسا بھی ہے جس کی یہ مثال ہے)... اور کچھ پتھریلی زمین پر گرے جہاں اُن کو بہت مٹی نہ ملی اور گہری مٹی نہ ملنے کے سبب سے جلد اُگ آئے ۰ اور جب سورج نکلا تو جل گئے اور جڑ نہ ہونے کے سبب سے سوکھ گئے ۰ اور کچھ جھاڑیوں میں گرے اور جھاڑیوں نے بڑھ کر اُن کو دبا لیا ۰ اور کچھ اچھی زمین میں گرے اور پھل لائے۔ کچھ سو گنا، کچھ ساٹھ گنا، کچھ تیس گنا ۰ جس کے کان ہوں وہ سُن لے ۰ شاگردوں نے پاس آکر اُس سے کہا تُو اُن سے تمثیلوں میں کیوں باتیں کرتا ہے؟ ۰ اُس نے جواب میں اُن سے کہا اس لئے کہ تم کو آسمان کی بادشاہی کے بھیدوں کی سمجھ دی گئی ہے مگر اُن کو نہیں دی گئی ۰ کیونکہ جس کے پاس ہے اُسے دیا جائے گا اور اُس کے پاس زیادہ ہو جائے گا اور جس کے پاس نہیں ہے اُس سے وہ بھی لے لیا جائے گا جو اُس کے پاس ہے ۰ میں اُن سے تمثیلوں میں اس لئے باتیں کرتا ہوں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے ۰ اور اُن کے حق میں یسعیاہ کی یہ پیشگوئی پوری ہوتی ہے کہ تم کانوں سے سنو گے پر ہرگز نہ سمجھو گے...

اس تمثیل کا جو دوسرا حصہ ہے وہ بعد میں بیان ہو گا۔ پہلے حصہ کے متعلق قرآن کریم کی دو آیات جو ذہن میں ابھرتی ہیں وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرمایا:

فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْہِ تُرَابٌ فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ فَتَرَکَہٗ صَلْدًا (سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۵)

کہ اُس بیج کی مثال یعنی اُس کام کی مثال جو ریا کی خاطر کیا جائے جو خالصۃً اللہ کی رضا کی خاطر نہ کیا جائے، اس میں ریاء الناس کا پہلو شامل ہو اس کی مثال ایسی ہے کہ وہ چٹان پر گرے ہوئے بیج کی طرح ہے جس پر کچھ تھوڑی سی مٹی ہو۔ فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ پھر جب تیز بارش اس کو پہنچتی ہے۔ فَتَرَکَہٗ صَلْدًا تو وہ مٹی کو بہا لے جاتی ہے اور چٹان کو اسی طرح چٹیل چھوڑ دیتی ہے اس کلام الٰہی میں ایک بڑھی ہوئی حکمت یہ ہے کہ وہ لوگ جن کے بیج ضائع ہوتے ہیں ان کی اندرونی کمزوریوں کی بھی نشاندہی فرما دی گئی ہے۔ ورنہ خالص مومن اور خالص متقی کا بیج ضائع نہیں ہوا کرتا۔ فرمایا ہے کچھ بیج چٹانوں پر پڑتے ضرور ہیں لیکن مومن چٹانوں پر بیج نہیں پھینکا کرتے کیونکہ مومن صرف دکھاوے کی خاطر، اپنے نمبر بنانے کے لئے کام نہیں کیا کرتے کہ جی ہم نے اتنی تبلیغ کر دی، اتنے آدمیوں تک پیغام پہنچا دیا۔ رپورٹیں ایسی باتوں سے بھری ہوتی ہیں اور نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ اس کے بعد یہ ہو گیا اور لوگ بھاگ گئے، اس کے بعد یہ ہو گیا اور کچھ فائدہ نہ پہنچا۔ اس کے بعد یہ حادثہ پیش آ گیا۔ قرآن کریم نے مثال تو مسیح والی بیان کی لیکن دیکھیں اس میں کیسی عظمت پیدا کر دی۔ جو طبیعت کا بہت ہی گہرا آشنا سا معالج ہو اس کی طرح مرض کی تشخیص بھی فرما دی۔ فرمایا: "اگر تم بیج پھینکو اور ہر دفعہ تمہارا بیج ضائع ہو جایا کرے اور جب بارش برسے تو وہ دور ہو جائے بجائے قریب آنے کے" مطلب یہ ہے کہ بجائے اُگ کر نشو و نما پا کر تمہاری کھیتی بننے کے تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے اُس وقت سمجھو کہ تمہارے اندر کوئی قصور تھا اور واقعہ یہ ہے کہ مسیحؑ نے جو مثال دی ہے وہ تو روزمرّہ کے واقعہ کی ایک عام مثال ہے۔ دھوپ

نکلی اور بیج ضائع ہو گیا۔ بارش کے ساتھ بیج کے ضائع ہونے کا تعلق، یہ ایک بہت ہی غیر معمولی مضمون ہے اور نئی شان کا مضمون ہے جس کو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جب الٰہی تجلّیات زور دکھاتی ہیں جب خدا تعالیٰ کے جلوے کثرت سے نازل ہوتے ہیں اور جماعت کو ترقیات ملتی ہیں تو ایسے لوگ پھر ساتھ نہیں دے سکتے، جن کے اندر کمزور سا تعلق پیدا ہوا ہوتا ہے، وہ اُن مطالبوں کو پورا نہیں کر سکتے۔ ایسی صورت میں اُن سے جو توقعات پیدا ہوتی ہیں اُن میں وہ ساتھ چل نہیں سکتے۔ چنانچہ ان کی موت بڑھتے ہوئے جلوے بن جاتی ہے لیکن چٹان پر بیج پھینکا اور پھر دھوپ نے روز اس کو جلا دیا، یہ روزمرّہ کا ایک ایسا معاملہ ہے جس کا انسانی صفات کے ساتھ کوئی گہرا تعلق نہیں ہے لیکن قرآن کریم نے جو مضمون بیان فرمایا ہے اس کا ایمانیات کے ساتھ اور عملاً جس طرح روز بروز واقعات رونما ہوتے ہیں ان کے ساتھ ایک بہت گہرا اور حقیقی تعلق ہے پس وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم نے تبلیغ کی اور بیج پھیلا دیئے اور بدقسمتی ایسی ہے کہ یہ زمین سنگلاخ ہے۔ ان کو قرآن کریم کی مثال کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ سنگلاخ زمین پر تم نے بیج پھینکا کیوں تھا اور یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ساری زمین سنگلاخ ہے بلکہ قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ سنگلاخ ہونے کے باوجود یہ امکان موجود ہے کہ پتھر دل پھٹ پڑیں اور اُن سے چشمے بہہ جائیں۔ پس اگر تم دُعائیں ساتھ کرو اور رضائے باری تعالیٰ کی خاطر کام کرو تو پھر تم سے جو غلطیاں ہوں گی اس کے بھی نیک ہی نتیجے نکلیں گے۔ پس تبلیغ کا بہت گہرا نکتہ سمجھایا گیا ہے اور اپنے نفس کا تجزیہ کرنے کا ایک طریق ہمیں سکھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بیج کو برکت دینے کے وعدے

پھر مسیحؑ نے اس بیج کی مثال دی جو نشو نما پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو برکت دینے کے جو وعدے مسیحؑ سے کئے تھے ان کا ذکر فرمایا ہے اس کے مقابل پر کچھ وعدے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم سے بھی کئے گئے اور ان کی نشو نما کا بھی ذکر کیا گیا۔ اب دیکھیں ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔ مسیحؑ کہتے ہیں:۔

"کچھ اچھی زمین میں گرے اور پھل لائے۔ کچھ سو گُنا کچھ ساٹھ گُنا کچھ تیس گُنا ○ جس کے کان ہوں وہ سن لے ○

جبکہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

(البقرہ: آیت ۲۶۲)

کہ اے محمد مصطفیٰ صلعم کے غلامو! تمہیں خوشخبری ہو۔ تمہاری مثال مسیح کے بیج پھینکنے والے جیسی مثال نہیں ہے جس کو زیادہ سے زیادہ سو گُنا پھل لگنا تھا۔ اُس سے نیچے اُتر کر ساٹھ گُنا یا پھر اُس سے بھی کم۔ فرمایا تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے غلام ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کی برکت سے تم سے یہ وعدہ ہے کہ ... حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ والی مثال ایسے بیج کی طرح ہو گی جس میں سات بالیاں نکلیں۔ سُنبل، بالی کو کہتے ہیں۔ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ اور ہر بالی میں سو سو دانے لگے ہوئے ہیں۔ کہاں یہ کہ زیادہ سے زیادہ سو مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں سے ہمارا یہ وعدہ ہے کہ اگر تم ایسی جگہ بیج پھینکو گے جو زرخیز ہو اور تقویٰ کے ساتھ پھینکو گے تو خود تمہاری مثال بیج کی سی ہو جائے گی جو نشو نما پاتے ہوئے ایسی نشو نما پاتا ہے کہ اُس میں ایک ایک دانے سے سات سات بالیاں نکلتی ہیں اور ہر بالی میں سو دانے لگتے ہیں یعنی سات سو گُنا زیادہ لیکن یہ بھی تو ایک محدود وعدہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے تو ترقی کی تمام حدیں پھلانگ دی تھیں۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ یہ نہ سمجھنا کہ سات سو پر بات ختم ہو جائے گی۔ اگر تم اس کی کامل پیروی کرو گے تو یہ وہ رسولؐ ہے کہ تم سے لامتناہی ترقیات کا وعدہ ہے۔ باقیوں سے جو آگے بڑھ جائیں گے اُن کے لئے کوئی حد بندی نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ وہ جتنا چاہے گا بڑھاتا جائے گا۔ جس کے لئے چاہے گا اور زیادہ بڑھاتا چلا جائے گا۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ بہت وسعت دینے والا ہے اور بہت علیم ہے۔ علیم کا تعلق انسان کے اندرونی حالات سے ہے اور خدا تعالیٰ کا فضل جو غیر معمولی طور پر نازل ہوتا ہے وہ انسان کی اندرونی تمناؤں کے ساتھ ایک گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اگر خدا کی راہ میں غیر معمولی قربانیوں کی تمنّائیں تڑپ رہی ہوں اور انسان ہمیشہ اس خیال میں کھویا رہے کہ میں کچھ اور بھی کروں، کچھ اور بھی کروں لیکن انسانی توفیق محدود ہو اور وہ ان تمناؤں کو پورا نہ کر سکے تو اس سے آگے پھر فضلِ الٰہی کے ساتھ اس مضمون کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ جتنا کماتا ہے اُس سے زیادہ خدا دیتا ہے جیسا کہ گناہوں کے متعلق بھی گنہگار کہتے ہیں۔ ؎

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد

کہ خدا جو گناہ ہم نہیں کر سکے اُن کی حسرت کی ہی داد دے دے۔ خدا تعالیٰ ان نیکیوں کی داد دیتا ہے جو انسان نہیں کر سکتا اور اس کا بھی دل سے تعلق ہے، تو فرمایا ہے کہ واسع تو وہ ہے لیکن علیم بھی ہے۔ اگر تمہارے دل میں لامتناہی خدمت کی تمنائیں ہیں اور توفیق نہیں ہے تو خدا تم سے وعدہ کرتا ہے جس کے تم غلام ہو اس کی برکت سے اس کی محبت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں لامحدود عطا کرے گا۔ تمہارے ساتھ سو یا دو سو یا چار سو یا سات سو دانوں کا وعدہ نہیں ہو گا بلکہ لامتناہی ترقیات ہوں گی۔

نبیوں اور راستبازوں کی آرزو

پھر آگے یسعیاہ کی پیشگوئی شروع ہوتی ہے حضرت مسیحؑ نے اس کا حوالہ دیا اور فرمایا کہ آج ہم جس دور میں سے گزر رہے ہیں یہ وہی دور ہے جس پر یسعیاہ کی پیشگوئی صادق آتی ہے اور وہ پیشگوئی کیا تھی۔

"تم کانوں سے سنو گے پر ہرگز نہ سمجھو گے اور آنکھوں سے دیکھو گے پر ہرگز معلوم نہ کرو گے ○ کیونکہ اس امّت کے دل پر چربی چھا گئی ہے اور وہ کانوں سے اونچا سنتے ہیں اور انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں تا ایسا نہ ہو کہ آنکھوں سے معلوم کریں اور کانوں سے سنیں اور دل سے سمجھیں اور رجوع لائیں اور میں اُن کو شفا بخشوں ○

یعنی ڈرتے ہیں کہ ہم سے یہ نہ ہو جائے۔ اس مضمون کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا:-

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ وَعَلٰی سَمۡعِہِمۡ ؕ وَعَلٰۤی اَبۡصَارِہِمۡ غِشَاوَۃٌ (البقرہ: آیت ۸)

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہریں لگا دی ہیں۔ وَعَلٰی سَمۡعِہِمۡ اور اُن کے کانوں پر بھی مہریں لگا دی ہیں۔ وَعَلٰۤی اَبۡصَارِہِمۡ غِشَاوَۃٌ اور اُن کی آنکھوں پر جھلیاں آ گئی ہیں جیسے موتیابند کے ساتھ آنکھوں کے اوپر جھلی آ جاتی ہے اور وہ دیکھ نہیں سکتیں۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں موسوی اُمّت کی جو حالت تھی اس کا ایک گہرا تعلق مسیح کی آمد ثانی کے دور سے ہے اور لازم تھا کہ وہ علامتیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والے ان لوگوں میں پائی جاتیں جو اپنی بیماریوں کی وجہ سے ایک مسیحی نفس کا تقاضا کر رہے تھے۔ جن پہلی بیماریوں نے مسیح اوّل کا تقاضا کیا تھا اور مسیحؑ نے ان لوگوں کو شفا بخشی تھی جنہوں نے اسے قبول کیا۔ لازم تھا کہ یہ بیماریاں جب دوبارہ سر اٹھائیں تو وہی آزمودہ نسخہ دوبارہ آسمان سے اُتارا جائے۔ مسیحؑ کی آمد ثانی کا یہ راز ہے۔ مگر جن لوگوں کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہوں وہ بھی نہیں دیکھتے اور جو گھبراتے ہیں کہ اگر ہم نے دیکھا تو صداقت قبول کرنی پڑے گی اور دنیا کے پھندے ان کو توفیق نہیں دیتے کہ وہ آزاد ہو کر صداقت کی طرف بڑھ سکیں اُن کا حال بھی اندھوں کی طرح ہو جاتا ہے۔ کچھ وہ ہیں جو سُن نہیں سکتے کیونکہ اُن کے کانوں پر مہریں ثبت ہیں اور سنائی دیتا ہی نہیں، ان معنوں میں کہ لمبے عرصہ کی غفلتوں کے نتیجہ میں لمبے عرصہ کی ٹیڑھی سوچوں کے نتیجہ میں واقعۃً ان کو سچا پیغام سمجھ ہی نہیں آسکتا لیکن ایسے بھی ہیں جو ڈرتے ہیں کہ ہم سمجھ جائیں گے اور اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں۔ قرآن کریم نے دوسری جگہ ایسے لوگوں کی مثال دی ہے کہ جب بجلی چمکتی ہے تو وہ موت کے ڈر سے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے ہیں تو مراد یہ ہے کہ کچھ بہرے نہیں بھی ہوتے لیکن آوازوں کے خوف سے وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیا کرتے ہیں تو ایسے بھی بعض سننے والے ہیں جن کے اندر شنوائی کی رمق موجود ہوتی ہے لیکن ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ نہ ہو کہ ہم سمجھ جائیں اور مجبور ہو جائیں اور پھر ان کی پیروی کرنی پڑے اور پھر دنیا سے تعلقات کاٹنے پڑیں۔

اس ضمن میں آخری فقرے یہ بیان کئے گئے ہیں کہ "تا ایسا نہ ہو کہ آنکھوں سے معلوم کریں۔" پہلے وہ لوگ ہیں جن کا ذکر "خَتَمَ اللّٰہُ" کے تابع ہے کہ وہ تو قلبی بدکرداریوں کی وجہ سے سننے سے ہی محروم رہ گئے۔ دیکھنے سے ہی محروم اور ان کے دل غافل ہو چکے ہیں ان کو کچھ سمجھ نہیں آسکتی۔ اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُہَا۔ قرآن کریم نے دوسری جگہ اس مضمون کو یوں بیان فرمایا کہ گویا اُن کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں۔ تالے پڑ گئے ہوں تو کوئی چیز اندر جاتی ہی نہیں مگر کچھ اور بھی ہیں جہاں چیزیں آتی جاتی ہیں اور تالے نہیں پڑے ہوئے مگر اچھی چیزوں کے لئے وہ تالے لگا لیتے ہیں اور بری چیزوں کے لئے کھول دیتے ہیں اُن کا ذکر حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ

"انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں تا ایسا نہ ہو کہ آنکھوں سے معلوم کریں اور کانوں سے سنیں اور دل سے سمجھیں اور رجوع لائیں اور میں ان کو شفا بخشوں لیکن مبارک ہیں تمہاری آنکھیں اس لئے کہ وہ دیکھتی ہیں اور تمہارے کان اس لئے کہ وہ سنتے ہیں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بہت سے نبیوں اور راستبازوں کو آرزو تھی کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو دیکھیں مگر نہ دیکھا"

یہ مسیحؑ کے وہ کلمات ہیں جو بڑی شان کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم کے دورِ آخر پر صادق آتے ہیں اور اس میں جماعت احمدیہ خصوصیت سے مخاطب ہے کہ

"لیکن مبارک ہیں تمہاری آنکھیں اس لئے وہ دیکھتی ہیں اور تمہارے کان اس لئے کہ وہ سنتے ہیں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بہت سے نبیوں اور راستبازوں کو آرزو تھی کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو دیکھیں مگر نہ دیکھا"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شعر ہے ؎

مقام او مبیں از راہ تحقیر
بدورانش رسولاں ناز کردند

کہ اس مسیح یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو تحقیر کی نظر سے نہ دیکھو۔ "بدورانش رسولاں ناز کردند" اس کے دور پر تو رسول ناز کرتے تھے۔ کئی غیر احمدی مولوی اپنی جہالت میں اعتراض کرتے ہیں کہ دکھاؤ کہاں رسولوں نے مسیح موعودؑ کے دور پر ناز کیا ہوا ہے۔ ان جاہلوں سے پوچھو کہ اگر مسیح موسویؑ کے دور پر رسول ناز کرتے تھے تو مسیح محمدیؑ کے دور پر کیوں ناز نہیں کریں گے۔ اس مسیح محمدیؑ کے متعلق جس کے دور کی خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم نے خبریں دی ہیں، جس کا قرآن میں ذکر ملتا ہے۔ کیسی جہالت ہے کہ مسیح موسویؑ جب یہ بات کہتے ہیں تو بغیر چیلنج کے قبول کرتے اور کہتے ہیں آمنّا وصدّقنا۔ ہاں اے مسیح! تیرا دور ایسا ہی تھا کہ جس پر رسول ناز کریں۔

پہلے نبیوں کی دو قسم کی خبروں کا ذکر

جب مسیح محمدی یہی اعلان کرتا ہے تو کانوں میں انگلیاں ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ توبہ توبہ، کیسی بات کر گیا ہے۔ محمد کا مسیح ہو اور اس کے دور پر رسول ناز کریں، کتنی بڑی گستاخی ہے۔ جتنی بڑی تم گستاخی سمجھتے ہو اتنی بڑی تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم کے دربار میں گستاخی کرتے ہو۔ ان کی شان میں گستاخی کرتے ہو کیونکہ آپؐ کا مقام اور آپؐ کے غلاموں کا مقام، یہ دونوں مقام وہ ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں "مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ" کے ساتھ فرمایا گیا ہے اور کوئی ان مقامات کو الگ نہیں کر سکتا اور ساری کائنات میں ہر زمانہ میں تلاش کر کے دیکھو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم کی شان کا نہ کوئی رسول پیدا ہوا نہ اس شان کے متبعین پیدا ہوئے جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم کو نصیب ہوئے اور یہ بات دونوں ادوار پر یکساں صادق آتی ہے۔ دورِ اوّل پر بھی اور دورِ آخر پر بھی۔ پس مسیحؑ کے اس فقرے کو سنیں، دیکھیں کتنا معنی خیز ہے اور مسیح اوّلؑ مسیح ثانیؑ کی کیسی تائید کر رہا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بہت سے نبیوں اور راستبازوں کی آرزو تھی کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو دیکھیں مگر نہ دیکھا اور جو باتیں تم سنتے ہو سنیں مگر نہ سنیں۔"

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک اقتباس پر اس ذکر کو ختم کرتا ہوں۔

ایک چھوٹی سی الگ بات اور بھی کرنے والی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"دیکھو! آج میں نے تبلادیا۔ زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہوگا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کرے گا پکڑا جائے گا۔ خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی ہے۔ پس اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی تھی۔"

(تبلیغ رسالت، جلد دہم)

اس میں پہلے نبیوں کی دو قسم کی خبروں کا ذکر ملتا ہے۔ ایک وہ خبر جس کا ذکر اس شعر میں ہے کہ "بد در انش رسولاں ناز کردند" جس کا ذکر حضرت مسیحؑ نے اپنی تمثیلات کے ساتھ بیان فرمایا اور وہ میں نے آپ کے سامنے پڑھ کر سنایا ہے لیکن نبیوں کے ہاں ایک اور بھی ذکر ملتا ہے جو انذاری حکم ہے اور اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"دیکھو! آج میں نے تبلادیا۔ زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہوگا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کرے گا پکڑا جائے گا۔ خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی ہے۔ پس اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی تھی۔"

مگر اس خبر کے مصداق احمدی نہیں ہیں۔ اس خبر کے مصداق وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسیح موعودؑ کا انکار کیا اور اپنی غفلت اور لاعلمی یا جہالت یا کجی کے نتیجہ میں وہ نیکی کی طرف پیٹھ پھیر کر بدیوں کی طرف بگٹٹ دوڑے چلے جارہے ہیں۔ ان کی ہلاکت کا زمانہ قریب ہے۔ عالمی ہلاکت کی وہ پیشگوئیاں جو اس سے پہلے گزر چکیں اب جو آنے والی ہے، اب جو پوری ہونے والی ہے وہ اُن سے بہت زیادہ شدید ہوگی۔ اس لئے ساری دنیا کو ہلاکت سے بچانے کے لئے ان خوش نصیبوں کو کام کرنا ہے جن کی اچھے لفظوں میں بلکہ رشک کے ساتھ پرانے نبیوں نے پیشگوئیاں کی تھیں۔

جماعت احمدیہ کیلئے خوشخبری

آپ کون ہیں۔ آپ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا (یہ انذار اپنی جگہ مگر یہ انذار تمہارے لئے نہیں ہے) تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔"

(بہت ہی خوبصورت کلام ہے۔ قرآن کریم نے جو زُرّاع فرمایا وہاں انسان بونے والے تھے اب یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ بیج اصل میں خدا کا ہے۔ بونے والے ہاتھ خواہ انسان کے ہوں لیکن جو بیج ہے یہ خدا کا ہے۔) پس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے......"

یہ جو ابتلاء آتے ہیں ان کے ساتھ کچھ خشک پتے جھڑ جاتے ہیں۔ کچھ خشک ٹہنیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور جلائی جاتی ہیں لیکن جو کچھ بچتا ہے وہ مزید نشوونما پاتا ہے اور حیرت انگیز طریق پر پھوٹتا اور پھلتا ہے اور پھیلتا چلا جاتا ہے۔ پس بدنصیب ہیں وہ جو دورِ ابتلاء میں گر جائیں اور بہار کا زمانہ نہ دیکھیں۔ فرماتے ہیں۔

"....وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے ....."

اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر کی جماعتیں شامل ہیں جنہوں نے گذشتہ دورِ ابتلاء میں لمبے صبر کے نمونے دکھائے۔ کچھ براہِ راست تکلیفوں میں مبتلا کئے گئے کچھ اپنے پیاروں کی تکلیفوں میں مبتلا ہوئے۔ ان سب کے لئے خوشخبری ہے۔ فرماتے ہیں۔

".....مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔" (الوصیت)

یہ وہ دوسرا دور ہے جس میں خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ داخل ہو چکی ہے اگرچہ اس عرصہ میں کبھی بھی جماعت احمدیہ پر برکتوں کے دروازے بند نہیں ہوئے بلکہ جس تیزی کے ساتھ برکتوں کے نئے نئے ابواب کھل رہے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر برکتوں کے نزول کے لئے ہر روز نئے دروازے کھولے جارہے ہیں اور ڈھیروں برکتیں پھینکی جارہی ہیں۔ یہ وہ دور ہے جس میں بعض دفعہ یوں لگتا ہے کہ برکتیں سنبھالی نہیں جائیں گی۔ وہ لوگ جو باغوں کا تجربہ رکھتے ہیں ان کو پتہ ہے۔ ایک زمانہ ہوتا ہے کہ انتظار ہوتا ہے اور کبھی کبھا پھل بھی ہاتھ آجائے تو انسان اس کو دیکھ دیکھ کر چکھ کر کچھ لطف اٹھاتا ہے اور انتظار کرتا ہے کہ ٹپکا لگے اور کبھی کوئی پکا ہوا پھل بھی میسر آجائے۔ پھر وہ دور آتا ہے کہ پھل پکنے شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر اس طرح پکتے ہیں کہ زمینداروں سے سنبھالے نہیں جاتے۔ باغبانوں سے بھی سنبھالے نہیں جاتے اور وہ جو پہلے ایک ایک پھل کی حفاظت کر رہا ہوتا تھا وہ زمیندار بعض دفعہ دعوتِ عام دے دیتا ہے کہ آؤ اور جو توڑ سکتا ہے توڑے اور کھائے تو خدا کی برکتیں اس طرح نازل ہوا کرتی ہیں اور میں یہ سمجھ رہا ہوں بلکہ دیکھ رہا ہوں کہ احمدیت کے لئے وہ زمانہ سامنے آکھڑا ہوا ہے۔ اب آسمان سے اس تیزی کے ساتھ پھل گریں گے کہ ان کے سنبھالنے کی فکر کریں۔ اب فصلیں کاشت کرنے سے زیادہ فصلیں سنبھالنے کا وقت آیا کھڑا ہے کیونکہ پھل پک چکے ہیں اور انشاء اللہ ساری دنیا ان برکتوں کی گواہ ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے جس کے ضمن میں پہلے ایک تمہید میں آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام کا خلافت رابعہ سے تعلق

آپ میں سے اکثر کو یاد نہیں ہوگا جیسا کہ مجھے بھی یاد نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جمعرات کو منصب خلافت پر فائز فرمایا اور وہ جون کی ۱۰ تاریخ تھی اور اگلے دن ۱۱ تاریخ کو جمعہ تھا۔ کل امام صاحب نے نماز پر آتے ہوئے مجھے کہا، "مبارک ہو"۔ میں نے کہا "کس بات کی؟" مجھے تو کوئی خاص خیال بھی نہیں تھا۔ میں نے کہا شاید باہر سے کوئی اچھی خبر آئی ہے۔ انہوں نے کہا۔ "آپ کی خلافت کے ۱۱ سال پورے ہو گئے اور بارہواں شروع ہو رہا ہے"۔ اس پر سوچتے ہوئے میرا ذہن ایک اور الہام کی طرف بھی منتقل ہو گیا اور وہ ہے۔

بعد ۱۱۔ انشاءاللہ تعالیٰ

ابھی پرسوں اس الہام کی بات ہمارے گھر چل رہی تھی تو میں نے کہا شاید خدا کے ہاں یہ مقدر ہو کہ ہماری ہجرت کے ۱۱ سال ہوں اور گیارہ سال کے بعد ہم واپس وطن چلے جائیں۔ جب امام صاحب نے کہا کہ آپ کی خلافت کے ۱۱ سال پورے ہو گئے اور بارہویں میں داخل ہو گئے ہیں، تو میں نے کہا کہ مجھے تو پھر خدا پر حسن ظنی کرتے ہوئے یہ کہنا چاہیئے کہ اس الہام کے اس رنگ میں بھی پورے ہونے کے دن آ گئے ہیں کہ خلافت رابعہ کے گیارہ سال کے بعد انشاءاللہ تعالیٰ کچھ ہو گا ضرور، وہ کیا ہو گا؟ اس کا تعلق دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے ساتھ ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگرچہ اس الہام کو بابو الٰہی بخش کی موت پر بھی لگایا ہے لیکن جہاں عموماً ذکر ملتا ہے وہاں بنیادی بات یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ بات اس الہام سے قطعی ہے کہ یہ الہام میری صداقت کے اظہار کے لئے ظاہر ہو گا اور بڑی شان کے ساتھ ہو گا۔
حضرت مصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پارٹیشن کے وقت اپنی ہجرت کے وقت کے ساتھ بھی اس الہام کے مضمون کو باندھا تو بعض چیزیں ذوالوجوہ ہوتی ہیں۔ ایک شان سے بھی پوری ہوتی ہیں، دوسری سے بھی، تیسری سے بھی مگر میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس الہام کو جتنی اہمیت دی ہے اور جس غیر معمولی نشان کے طور پر اس کو سمجھا ہے بعید نہیں کہ اس کا زمانہ اب قریب میں آنے والا ہو کیونکہ پاکستان میں خصوصیت کے ساتھ اور بعض دوسرے ملکوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب میں تمام حدیں پھلانگی گئی ہیں۔ بے حیائی کی کوئی بات چھوڑی نہیں گئی۔ اس لئے اس کے مقابل پر خدا تعالیٰ کی طرف سے عالمی نشان ظاہر ہونے چاہئیں ایک وہ نشان ہے جو آپ اس وقت دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کی جماعت کو ایک جمعہ پر ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونے کی توفیق بخشی ہے اور دنیا کے کونے کونے پر ایک بھی جگہ نہیں نہ شمال میں نہ جنوب نہ مشرق میں نہ مغرب میں جہاں جماعت احمدیہ کے امام کا خطبہ جمعہ دیکھا اور سنا نہ جا سکتا ہو تو یہ بھی ایک بہت بڑا نشان ہے لیکن بعد ۱۱ نہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ بعد ۱۱۔ اس سے بھی بہت بڑا نشان ہو گا یا اسی نشان کی کوئی ایسی شان ظاہر ہو گی جس سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کے لئے قوموں کے دل تیار ہوں گے اور یہ جو یبوست کا دور ہے نحوست سی چھائی ہوئی ہے یہ دور انشاءاللہ دور بہار میں بدل جائے گا۔ اس توقع کے ساتھ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت آپ کے سامنے رکھتا ہوں آپ فرماتے ہیں۔

"میں ہرگز یقین نہیں رکھتا کہ میں اس وقت سے پہلے مروں جب تک کہ میرا قادر خدا ان جھوٹے الزاموں سے مجھے بری .... ثابت نہ کرے ....."

یہ ایک دور وہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال سے پہلے بہت سے نشانات کی صورت میں ظاہر ہو گیا اور انہی نشانات میں سے ایک الٰہی بخش کذّاب کی موت کا نشان تھا جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تفصیل سے فرمایا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

"... اسی کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر مجھ کو ۱۱ دسمبر ۱۹۰۰ء روز پنجشنبہ کو یہ الہام ہوا۔

بر مقام فلک شدہ یا رب
گر امیدے دہم مدار عجب

بعد ۱۱۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ میں نہیں جانتا کہ گیارہ دن ہیں یا گیارہ ہفتہ یا گیارہ مہینے یا گیارہ سال مگر بہرحال ایک نشان میری بریّت کے لئے اس مدّت میں ظاہر ہو گا۔"

(اربعین نمبر ۴ صد ۲۱ حاشیہ)

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بعض الہام ذوالوجوہ ہوتے ہیں۔ گیارہ سال تک آپؑ نے فرمایا ایک شان کے ساتھ پورا ہو گیا۔ اگر یہ اس کی آخری حد ہوتی تو حضرت مصلح موعودؓ جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ساری جماعت سے بڑھ کر عرفان تھا وہ کبھی یہ نہ کہتے کہ میری ہجرت پر بھی یہ الہام لگ گیا ہے اس لئے تذکرہ میں نیچے یہ نوٹ ہے کہ بعض الہام ذوالوجوہ ہوتے ہیں تو اگر ایک معنی میں پورا ہوا ہے تو ایک اور معنی میں پھر بھی پورا ہو سکتا ہے جس کا بنیادی تعلق مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت سے ضرور ہو گا۔ یہ مضمون ہے جو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں تا کہ آپ کو اس کے لئے دعا کی طرف توجہ ہو اور خصوصیت سے دعا کریں کہ بعد ۱۱۔ کا جو دور شروع ہو رہا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کناروں سے کناروں تک پھر برکتوں سے بھر دے۔ فرماتے ہیں۔

"بر مقام فلک شدہ یا رب
گر امیدے دہم مدار عجب

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیری دہائی اب آسمان پر پہنچ گئی ہے....."

اس مضمون کا جماعت احمدیہ کی آج کی دہائی سے بڑا گہرا تعلق ہے تکلیفوں کا اتنا لمبا عرصہ گزرا ہے۔ پاکستان میں احمدیوں نے اتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں کہ واقعۃً احمدیوں کی بعض راتیں دہائیاں دیتے گزر گئیں اور مسلسل دہائیاں دیتے رہے ہیں۔ لفظ دہائی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استعمال کیا ہے اس سے بہتر یہ مضمون بیان نہیں ہو سکتا تھا اور جماعت احمدیہ کے حالات پر یہ بہترین طور پر صادق آتا ہے تو لفظ دہائی کا یہ بہت پیارا استعمال ہے۔ فرمایا:

"....تیری دہائی اب آسمان پر پہنچ گئی ہے۔ اب میں اگر تجھے کوئی امید اور بشارت دوں تو تعجب مت کر۔ میری سنّت اور موہبت کے خلاف نہیں۔ بعد ۱۱۔ انشاءاللہ۔"

فرمایا اس کی تفہیم نہیں ہوئی۔ تو ایک دفعہ امید ظاہر فرمائی ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں گے لیکن ساتھ ایک اور دروازہ یہ فرما کر کھول دیا کہ اس کی تفہیم نہیں ہوئی۔ یعنی جو معنی میں بیان کرتا ہوں میں اپنی امید اور توقع کے مطابق

باقی صفحہ نمبر ۴۲ پر ملاحظہ فرمائیں

اُس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

وہ جو احمدؐ بھی ہے اور محمدؐ بھی ہے
وہ مُؤیِّد بھی ہے اور مؤیَّد بھی ہے
وہ جو واحد نہیں ہے پہ واحد بھی ہے
اِک اُسی کو تو حاصل ہوا یہ مقام
اُس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

سوچا جب وجہِ تخلیقِ دنیا ہے کیا
عرش سے تب ہی آنے لگی یہ نِدا
مصطفٰےؐ مصطفٰےؐ مصطفٰےؐ مصطفٰےؐ
وہ ہے خیرالبشر وہ ہے خیرالانام
اُس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

اُس کی سیرت حسین، اُس کی صُورت حسین
کوئی اُس سا نہ تھا کوئی اس سا نہیں
اُس کا ہر قول ہر فعل ہے دلنشیں
خوش وضع، خوش ادا، خوش نوا، خوش کلام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

زندہ رہنے کا عورت کو حق دے دیا
اس نے اُلجھے مقدر کو سلجھا دیا
خُلد کو اس کے قدموں تلے کر دیا
اُس نے عورت کو بخشا نمایاں مقام
اُس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

درس ضبط و تحمل کا یُوں بھی دیا
وہ کہ جو آپ کی جان لینے چلا
ایسے دشمن سے بھی درگزر کر دیا
ہاتھ میں گرچہ تلوار تھی بے نیام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

اس کے قدموں تلے یہ خدائی ہوئی
عرش تک اِک اسی کی رسائی ہوئی
کُل فضا نُور میں تھی نہائی ہوئی
تھے خدا اور حبیبِ خدا ہمکلام
اُس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

ذاتِ باری نے یہ تک تو فرما دیا
جو محمدؐ کا ہے وہ ہمارا ہوا
وہ مِلا تو سمجھ لو خدا مل گیا
کِس قدر پیار ہے کِس قدر احترام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

ہر حسیں خُلق اُس میں ہی موجود ہے
وہ جو روزِ ازل سے ہی موعود ہے
ماسِوا اس کے ہر راہ مسدود ہے
میری ہر سانس کا اس کو پہنچے سلام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

مَرد کے بس میں تھی عورتوں کی حیات
اس نے ہر ظلم سے اِن کو دی ہے نجات
اس نے عورت کی تکریم کی کر کے بات
کہہ دیا میں ہوں رحم و کرم کا اِمام
اُس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

وہ معارف کا اِک قلزمِ بیکراں
فخرِ انسانیت رشکِ قدُّوسیاں
اس کی توصیف ہو کس طرح سے بیاں
ہے زباں شرمسار اور نادِم کلام
اُس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

ہے صفاتِ الٰہی کا مظہر وہی
انبیائے گذشتہ سے برتر وہی
نوعِ انسان کا ہے مقدّر وہی
ختم اس پہ نبوت شریعت تمام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

وہ محبّت کا نادی، محبّت اتم
وہ مروّت کا پیکر وہ رحمت اتم
عفو اور درگذر اور اخوّت اتم
ہر خوشی کا وہ منبع مسرّت تمام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

اس کی عاشق ہے خود ربِّ اکبر کی ذات
اس کے زیرِ نگیں ہے یہ کل کائنات
اس نے ثابت کیا وصل کی ایک رات
اس کے پاؤں کی ہے دھول یہ نیلی فام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

تھے کبھی جبرئیل ایسی رازداں
اور کبھی یونہی آپس میں سرگوشیاں
جلوتیں اس کی ہر طور خلوت نشاں
اس کی صبح حسیں اس کی تابندہ شام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

(محترمہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ)

سیرتِ احمد علیہ السلام

مکرم لئیق احمد صاحب طاہر، مبلغ انگلستان

غیروں سے شفقت

ساری دنیا بلا امتیاز قوم وملّت آپ کے لئے ایک خاندان کا رنگ رکھتی تھی اور آپ سب کو اپنے عزیزوں کی طرح سمجھتے تھے اور دشمنوں تک سے آپ کو محبّت تھی آپ ان کے دلی خیر خواہ تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی میں میرا مذہب یہ ہے کہ جب تک دشمن کے لئے دُعا نہ کی جاوے پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا ہے ... شکر کی بات ہے کہ ہمیں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا جس کے واسطے دو تین مرتبہ دُعا نہ کی ہو۔ ایک بھی ایسا نہیں اور یہی مَیں تمہیں کہتا ہوں ..... پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تمہیں چاہیئے کہ تم ایسی قوم بنو جس کی نسبت آیا ہے۔ فَاِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ یعنی وہ ایسی قوم ہے کہ ان کا ہم جلیس بدبخت نہیں ہوتا۔"

(ملفوظات جلد سوم صہ ۹۶-۹۷)

غرض آپ کامل طور پر آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مَظْہَر و نمونہ تھے کہ آپ سے بڑھ کر بنی نوع انسان کا کوئی ہمدرد و خیر خواہ نہ تھا۔ غیروں سے شفقت کے متعلق حضور کی دُعا کی قبولیّت کا ایک نمونہ پیش ہے۔

لالہ ملاوا مَل صاحب آریہ قادیان جو حضور کی خدمت میں اکثر آیا کرتے تھے اور اپنے مذہبی تعصّب میں کسی سے کم نہ تھے دِق کی بیماری میں مبتلا ہو گئے اور مایوسی سے حضور کی خدمت میں آکر رونے لگ گئے۔ اور حضور کے غیر معمولی اثر کی وجہ سے حضور سے دُعا کی درخواست کی۔ حضور کو ان کی حالت پر ترس آیا اور دل جوش سے بھر گیا۔ آپ نے ان کے لئے خاص توجّہ اور دردِ دل سے دُعا کی۔ اِس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور کو دعا کی قبولیّت اور ان کی شفایابی کے لئے الہام ہؤا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا یعنی اے دِق کی آگ تو اس بیمار پر ٹھنڈی ہو جا اور اس کی سلامتی کا باعث بن جا۔

چنانچہ اس کے بعد لالہ ملاوا مَل صاحب اس بیماری سے جلد صحتیاب ہو گئے اور کافی لمبی عمر پائی۔ (سیرت و سوانح مطبوعہ قادیان صہ ۳۷)

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں گستاخی کرنے کی بناء پر حضرت مرزا صاحب کی دُعا کی وجہ سے پنڈت لیکھرام خدا تعالیٰ کی قہری تجلّی کا شکار ہوا۔ پنڈت لیکھرام کی موت پر آپ نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

"ہمارے دل کی اس وقت عجیب حالت ہے۔ درد بھی ہے اور خوشی بھی۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا۔ زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آجاتا تو مجھے اللہ تعالےٰ کی قسم ہے کہ میں اس کے لئے دعا کرتا۔ اور مَیں اُمید رکھتا تھا کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تب بھی زندہ ہو جاتا۔"

(سراج منیر صہ ۲۶ روحانی خزائن جلد ۱۲)

لالہ شرمپت بھی کٹّر آریہ تھے مگر حضور کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ انہوں نے آپ کے بہت سے نشانات دیکھ کر بھی اُن کی تصدیق نہ کی۔ اُن کی بیماری پر آپ اُن کی عیادت کے لئے اس وقت تک ان کے محلہ اور تنگ مکان میں جاتے رہے اور ہر طرح تسلّی دیتے رہے اور صحت کے لئے دُعا بھی کرتے رہے کہ لالہ صاحب صحتیاب ہو گئے۔ غرضیکہ آپ کی ساری زندگی شفقت علی النّاس سے بھری ہوئی ہے۔ رواداری، ہمدردی اور دلداری آپ کا دن رات کا شیوہ تھا آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"ہمارے بڑے اصول دو ۲ ہیں۔ اوّل خدا کے ساتھ تعلق صاف رکھنا۔ اور دوسرے اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔"

آریہ اخبار شُبھ چنتک کے ایڈیٹر و مینجر وغیرہ جو اپنے اخبار میں آپ کی توہین کرتے اور گالیاں دیتے تھے۔ اچھر چند اور اس کا ساتھی بھگت رام طاعون سے مر گئے اور ایڈیٹر سومراج بیمار پڑا تھا۔ اُس نے حکیم مولوی عبید اللہ صاحب کی طرف علاج کے لئے رجوع کیا۔ اور انہوں نے حضور سے علاج کے لئے اجازت مانگی۔ تو آپ نے کمال شفقت سے فرمایا۔

"آپ علاج ضرور کریں کیونکہ انسانی ہمدردی کا تقاضہ ہے مگر میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ یہ شخص بچے گا نہیں۔"

حکیم صاحب نے ہمدردانہ طور پر علاج کیا لیکن سومراج بچ نہ سکا۔

آپ کے چچازاد بھائی جو آپ کے شدید دشمن تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے آپ کی اور جماعت کی ایذا رسانی کے لئے آپ کے گھر کے قریب والی مسجد مبارک کے رستہ میں دیوار کھینچ کر نمازیوں اور ملاقاتیوں کا رستہ بند کر دیا۔ اور آپ محصور ہو کر رہ گئے۔ قانونی چارہ جوئی کرنی پڑی۔ لمبے عرصے کے بعد خدائی بشارت کے مطابق فیصلہ آپ کے حق میں ہؤا۔ اور وہ دیوار گرائی گئی۔ وکیل نے بلا اطلاع و اجازت ان کے خلاف خرچہ کی ڈگری حاصل کر کے قرقی کا

حکم جاری کرا لیا۔ اس پر انہوں نے کہلا بھیجا کہ بھائی ہو کر کیوں ہمیں ذلیل و خوار کرنے لگے ہو۔ آپ اپنے وکیل پر ناراض ہوئے اور ڈگری واپس کرائی۔ اور ان کو جواب بھجوایا کہ آپ بالکل مطمئن رہیں کوئی قرقی نہیں ہوگی۔ اور یہ ساری کارروائی میرے علم کے بغیر ہوئی ہے۔ آپ نے خود مظلوم اور اُن کے ظالم ہوتے ہوئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح عفو و درگزر اور حسنِ سلوک کا عدیم المثال نمونہ دکھایا۔

ایک دفعہ لوگ بٹالہ سے آکر آپ کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ ایک اختلافی مسئلہ کے متعلق بحث کرنے کے لئے لے گئے۔ آپ نے وہاں پہنچ کر مولوی صاحب کا مسلک دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ اس میں حق پر ہیں۔ آپ نے لوگوں کو سمجھایا کہ یہ مسئلہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مولوی صاحب نے بیان کیا ہے۔ اور آپ نے بحث سے اجتناب کر لیا۔ آپ کے اس عدل و انصاف اور حق پسندی سے اللہ تعالیٰ ایسا راضی ہوا کہ آپ کو الہام سے اطلاع دی کہ

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔

یہ اُس زمانہ کی بات ہے جب کہ ابھی آپ کا کوئی دعویٰ نہ تھا۔

(سیرت و سوانح مطبوعہ قادیان صفحہ ۳۹)

ملازموں سے حُسنِ سلوک

حضرت مولوی جان محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ وہ اور ان کی بیوی قادیان گئے اور حضور کے ہاں مہمان ٹھہرے۔ اس دوران میں کسی نوکرانی نے گھر سے چاول چرا لئے۔ جب وہ جانے لگی تو گھر کی عورتوں نے اُسے پکڑ لیا اور اُسے چورنی چورنی کہہ کر جھڑکنے لگیں۔ حضور علیہ السلام آواز سن کر اپنے کمرے سے باہر تشریف لائے اور عورتوں کو منع فرمایا کہ اسے چورنی مت کہو اور فرمانے لگے کہ اگر کسی آدمی کے دو گھر ہوں اور ایک گھر سے کوئی چیز دوسرے گھر میں لے جا رہا ہو تو کیا اُس کو چور کہا جاسکتا ہے؟ یہ گھر اس کا اپنا ہے اور دوسرا گھر بھی اُس کا ہے۔ یہ اپنے ایک گھر سے دوسرے گھر میں چاول لے جا رہی تھی تو چور کیسے ہوئی؟ اور آپ نے اس نوکرانی کو کہا کہ چاول لے جاؤ اور خود اپنے دستِ مبارک سے وہ چاول کی گٹھڑی اُس کے سر پر رکھ دی۔

(اصحاب احمد جلد ہشتم صفحہ ۶۹)

حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ ایک باورچی کی حضرت صاحب کی خدمت میں شکایت کی کہ وہ روٹیاں چراتا ہے۔ حضور علیہ السلام یہ شکایت سُن کر خاموش ہو گئے۔ گویا حضور نے سنا ہی نہیں۔ چند روز کے بعد حضرت میر صاحب مرحوم نے دوبارہ شکایت کی۔ تب بھی حضور خاموش رہے۔ حضرت میر صاحب نے تیسری بار شکایت کی تب حضور نے فرمایا کہ میر صاحب یہ شکایت پہلے بھی آپ نے دو بار کی ہے اور مَیں نے اسے سُنا ہے آپ کوئی ایسا باورچی بتائیں جس کے بارے میں آپ کو پورا یقین ہو کہ وہ چوری نہیں کرے گا تب اسے نکال کر اُسے رکھ لیا جائے گا۔ پھر فرمایا۔

"دیکھو میر صاحب آج کل خوب گرمی کا موسم ہے ایسے میں تنور پر بیٹھنا اور ہر روٹی کے واسطے دو دفعہ اس جہنم میں غوطہ لگانا نان پز کے واسطے ضروری ہوتا ہے اگر وہ ایسا ہی متقی ہوتا جیسا آپ کا خیال ہے تو خدا تعالیٰ اُسے ایسی جگہ کیوں بٹھاتا۔"

(اصحاب احمد۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب)

حضرت چوہدری غلام محمدؓ فرماتے ہیں:۔

جب بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی سکول تیار ہو رہا تھا تو اس وقت میں نے ایک بوڑھے زمیندار کو اُس کے صحن میں دیکھا۔ مَیں نے اس سے پوچھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ اُس نے کہا مَیں اپنے پیر کے مکانات دیکھ رہا ہوں۔ مَیں نے پوچھا کہ آپ احمدی ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ حضرت مرزا صاحب کے خاندان میں ہمیشہ ایک بزرگ ہوتا ہے اور ہم ان کے خاندان کے پرانے مُرید ہیں۔ مَیں نے اُس سے پوچھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کوئی بات سناؤ۔ اُس نے کہا کہ

جب آپ کے بڑے بھائی کی شادی ہوئی تھی تو آپ کے والد صاحب نے بہت سے بکرے خریدے۔ ان کو میرا باپ چرایا کرتا تھا ایک دن مَیں بھی اپنے باپ کے ساتھ بکریاں چرا رہا تھا کہ آپ تشریف لائے میرے پاؤں میں جوتا نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم جوتا کیوں نہیں پہنتے۔ مَیں نے کہا کہ میرا جوتا نہیں ہے آپ نے میرے باپ کو فرمایا کہ اس کو جوتا خرید دیں بے چارے کو کانٹے لگتے ہوں گے۔ میرے باپ نے کہا کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ آپ جواب سُن کر تھوڑی دیر خاموش رہے پھر اپنی ایک جوتی اتار کر فرمایا اسے پہنو جب مَیں نے پہنی تو وہ مجھے پوری آگئی۔ آپ نے دوسری جوتی بھی اُتار کر مجھے پہنا دی اور خود ننگے پاؤں گھر چلے گئے۔ (اصحاب احمد جلد ہشتم صفحہ ۶۷-۶۸)

لہُو سے اپنے لکھی ہیں، سپوتوں نے وہ تحریریں
کہ جن کو پڑھ کے مِٹ جائیں جہانداروں کی تدبیریں

سپوتِ احمدیت ہیں فدا کاری کے متوالے
انہیں کیسے ڈرائیں گی، ستم گاروں کی تعزیریں

اسیری پر تمہاری ناز کرتے ہیں ملائکؑ بھی
کہ آزادی سے بہتر ہیں اسیری کی یہ زنجیریں

تمہیں شیرانِ مہدیؑ ہو، عدو ہیں جن سے تھراتے
سراپا عزم و ہمت کی، تمہیں ہو آج تفسیریں

نمونے تم نے دکھلائے، غلامانِ محمدؐ کے
تمہیں خدام ملت ہو، تمہیں وحدت کی تنویریں

تمہیں وہ اہل ہمت ہو، سنو! طاہرؒ کے متوالو!
زمانے کی نگاہوں میں، رہیں گی جن کی تصویریں

زہے قسمت! جو ہو مقبول، امجد کا یہ نذرانہ
رہیں تاریخ میں زندہ، عقیدت کی یہ تعبیریں

یعقوب امجد کھاریاں (پاکستان)

سیرت حضرت

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ

مکرم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد، امام مسجد فضل لندن

خدا تعالیٰ کے انبیاء دنیا میں روحانی انقلاب کے داعی اور اصلاحِ خلق کے علمبردار ہوتے ہیں۔ ان کے بابرکت وجود سے روحانی طور پر مردہ دلوں میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ حیوانوں سے بدتر زندگی بسر کرنے والے لوگوں کو انسانیت کا لبادہ عطا کیا جاتا ہے، درسِ اخلاق دیا جاتا ہے پھر ان با اخلاق انسانوں کا وجود بالآخر خدا نما وجود بن جاتا ہے۔ اس نوعیت کا عظیم روحانی انقلاب اپنی انتہائی ارفع شان کے ساتھ ہمارے ہادیٔ کامل حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ظاہر ہوا جبکہ "لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہو گئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا۔"

آقا و مولیٰ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند جلیل سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ میں بھی اس احیائے نو کی جھلک بڑی خادمانہ شان میں دکھائی دیتی ہے غلام نے اپنے آقا کے، اور شاگرد نے اپنے استاد کے فیض کی برکت سے ہزارہا مُردہ دلوں کو روحانی طور پر حیاتِ نو عطا فرمائی اور آسمانِ روحانیت کا ستارہ بنا دیا۔ ان درخشندہ ستاروں میں سے ایک، ہاں ان مقدس لوگوں میں سے ایک جو مسیح محمدی علیہ السلام کے ہاتھوں سے پاک کیے گئے، جنہوں نے مہدی علیہ السلام کے ذریعہ آبِ زلال پی کر نئی زندگی پائی اور دنیا و آخرت میں فلاح پا گئے۔ ان خوش قسمت افراد میں سے ایک بابرکت وجود حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جن کی سیرت کا مختصر تذکرہ مجھے اس مضمون میں کرنا مقصود ہے۔

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین اور قدیمی صحابہ میں سے تھے۔ آپ کو یہ غیر معمولی امتیاز حاصل ہے کہ آپ نے پندرہ سولہ سال کی عمر میں مسیح پاک علیہ السلام کے ہاتھ پر بیک وقت ہندو مذہب ترک کر کے اسلام قبول کرنے اور احمدیت کی نعمت حاصل کرنے کی سعادت پائی اور پھر بہت لمبا عرصہ مسیح پاکؑ کی بابرکت صحبت میں وقت گذارا جس نے اس مسِ خام کو کندن بنا دیا۔

آپ کی سیرت کے بے شمار عنوان ہیں۔ ان میں سے ایک نمایاں عنوان آپ کی استقامت سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ یکم جنوری ۱۸۷۹ء کو ایک کٹر ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندانی نام ہریش چندر تھا۔ ہریش چندر کے عبدالرحمٰن قادیانی بننے کی داستان خود آپ نے بڑی تفصیل سے لکھی ہے۔ یہ تفصیل بہت دلچسپ بھی ہے اور دردناک بھی۔ پڑھتے ہوئے بار بار آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں اور دل اس مردِ خدا کی استقامت اور دلیری پر عش عش کر اٹھتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ تلخیص میں وہ لطف نہیں جو تفصیل میں ہے۔

ہندو گھرانے میں پیدا ہونے والے اور سخت متعصب ماحول میں پرورش پانے والے ہریش چندر کے بارہ میں کوئی سوچ بھی نہ سکتا ہوگا کہ کبھی یہ اسلام کا جانباز سپاہی بن جائے گا لیکن جسے خدا ہدایت دینا چاہے کون ہے جو اس راستہ میں روک بن سکے۔ یہ ہندو لڑکا سکول کی چوتھی یا پانچویں جماعت میں تھا کہ اس نے "رسومِ ہند" نام کی ایک کتاب پڑھی جس نے اس پر مقناطیسی اثر کیا اور اس کی کایا پلٹ گئی۔ آپ کے دل کی کھیتی میں حُبِّ اسلام کا پہلا پاک اور مقدس تخم اس قیمتی کتاب کے مطالعہ سے بویا گیا اور رفتہ رفتہ ترقی کرتا گیا اور بالآخر اس درخت کو اسلام کا شیریں پھل لگا۔ صداقت قبول کرنے اور مسیح پاک علیہ السلام کے قدموں میں حاضر ہونے کا سفر جان جوکھوں کا سفر تھا۔ بچپن سے ہی پاکیزہ خوابوں نے دِل میں اُجالا کر دیا۔ کسوف و خسوف کے نشان کے بعد مہدی علیہ السلام کو پالینے کی تمنّا دل میں بیدار ہو گئی۔ دن رات دعاؤں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سید بشیر حیدر کی شکل میں نیک مسلمان ساتھی بھی آپ کو مِل گئے لیکن اس ماحول سے آپ کو نکلنا پڑا اور سخت متعصّب ہندو ماحول میں مقیّد ہو کر رہ گئے۔ تصرّف الٰہی نے آپ کو اس کنوئیں سے نکالا۔ بھاگم بھاگ مسلمان دوستوں سے ملے۔ مسیح پاک علیہ السلام کی کتب "نشان آسمانی" اور "انوار الاسلام" کا مطالعہ کیا۔ دل میں عرفان کی شمع روشن ہو گئی۔ قادیان حاضر ہوئے اور حضرت مسیح پاکؑ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت پائی۔ مسیح پاکؑ نے آپ کو اسلامی نام عبدالرحمٰن عطا فرمایا۔

یوں تو آپ دارالامان پہنچ گئے تھے لیکن ابھی آپ کا امتحان اور آزمائش مقدّر تھی۔ والد صاحب پیچھے پیچھے قادیان آ پہنچے اور

مختلف بہانوں سے آپ کی واپسی کا اصرار کیا۔ واپسی میں بے شمار خطرات تھے۔ آپ بھی واپس نہ جانا چاہتے تھے۔ مسیح پاک علیہ السلام نے بھی ابتداءً انکار کر دیا مگر بعد میں والد صاحب کے تحریری وعدہ پر کہ دو ہفتوں کے اندر اندر خیریت سے واپس لے آؤں گا آپ کو ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ حضرت مولانا نور الدین صاحب نے تجویز کیا کہ احتیاطاً کسی دوست کو ساتھ بھجوا دیا جائے۔ اس پر مسیح پاک علیہ السلام نے فرمایا :۔

"ہمیں نام کے مسلمانوں کی ضرورت نہیں۔ ہمارا ہے تو آجائے گا ورنہ کوڑا کرکٹ جمع کرنے سے کیا حاصل"

والد صاحب کے ساتھ اپنے علاقہ میں واپس پہنچتے ہی آپ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ زمین اپنی فراخی کے باوجود تنگ ہو گئی ہر رنگ میں ہر قسم کی اذیت آپ کو دی گئی۔ کبھی محبت کا واسطہ دیکر اور کبھی دھمکی اور خوف دلا کر آپ کو اسلام سے قطع تعلقی پر مجبور کیا جاتا اور یہ سلسلہ آٹھ نو ماہ تک جاری رہا لیکن آفرین ہے اس مردِ حق آشنا پر کہ آپ پورے استقلال اور استقامت کے ساتھ دین اسلام پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دستگیری فرمائی اور آپ اس ظالمانہ جنگل سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور اپنے آقا مسیح زماں کے قدموں میں دارالامان حاضر ہو گئے۔ آپ کے والد صاحب اس پر سخت برہم ہوئے اور تعاقب میں قادیان آئے ہندوؤں کے ساتھ مل کر اغواء کرنے کا ہر ممکن جتن کیا لیکن ان کی ہر کوشش ناکام ہوئی۔ ہر مخالفانہ کوشش کے ساتھ آپ کا ایمان اور بھی پختہ ہوتا گیا۔ جس طرح مکہ کی وادی سیدنا بلالؓ کی زبان مبارک سے احد احد کی صدا سے گونج اٹھتی تھی اسی طرح رحمن خدا کے بندے نے اپنی استقامت اور ایمان کی پختگی کا اعلان ان الفاظ میں کیا کہ اپنی والدہ کو ایک خط میں لکھا :

"اسلام کی خوبیوں نے میرا دل فتح کر لیا ہے ... بالفرض آپ لوگ مجھے پکڑ لے جانے میں کامیاب بھی ہو جائیں اور میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کا قیمہ بھی بنا دیں تب بھی ہر ذرہ سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدا بلند ہو گی۔ اسلام میرے رگ و پے میں رچ چکا ہے۔ جسم مغلوب ہو سکتے ہیں مگر قلوب نہیں۔" (صفحہ ۱۱۸)

غیر متزلزل ایمان کے اس جلالی اعلان نے باطل کو ہمیشہ کے لیے مایوس اور سرنگوں کر دیا۔ آپ کی استقامت، مسیح پاک علیہ السلام سے محبت اور فدائیت ایک عجیب شان رکھتی تھی اور دورِ اولین کے صحابہ کرام کی یاد دلاتی تھی۔ اُسے دیکھ کر مسیح پاک علیہ السلام کا یہ شعر زبان پر آجاتا ہے کہ ؎

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

آپ بیان فرماتے ہیں :

"جب بچپن میں خدا تعالیٰ کے خاص ہاتھ نے مجھے بُت پرست قوم سے نجات دے کر نور ایمان و اسلام سے منور کیا تو میری حقیقی والدہ جس نے مجھے جنا تھا اپنی مامتا سے مجبور ہو کر ایک سے زیادہ بار مجھے واپس لے جانے کے لیے قادیان آئی۔ لیکن مجھے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جانؓ کی غلامی اتنی محبوب اور پسند تھی کہ میں نے اس کو ہزار آزادیوں اور آراموں پر ترجیح دی اور جب ایک دفعہ میرے والد نے بڑی آہ و زاری و الحاح سے مجھے واپسی کے لیے مجبور کرنا چاہا تو میں اس واقعہ کے مطابق جو حضرت زید، مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کے والدین کو پیش آیا تھا، اپنے مقدس آقا کو جس کی غلامی میں میں تھا چھوڑنے سے انکار کر دیا"
(صفحہ ۲۰۹)

۱۸۹۵ء میں آپ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے مقدس ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام اور احمدیت کے نور سے منور ہوئے۔ ضمیمہ انجام آتھم کتاب میں ۳۱۳ صحابہ کی فہرست میں ۱۰۱ ویں نمبر پر آپ کا نام درج ہے۔ نزول المسیح کتاب میں حضورؑ نے اپنی ۱۲۲ پیشگوئیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سات عظیم الشان پیشگوئیوں کے گواہ کے طور پر حضرت بھائی جی کا نام درج ہے۔ عبد الرحمن نام کے صحابہ کرام میں آپ ہی ہیں جو خاص طور پر قادیانی کہلائے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ جب قادیان میں عبد الرحمن نام کے کئی صحابی اکٹھے ہو گئے اور کئی نو مسلموں کو بھی حضور نے یہی نام عطا فرمایا تو تمیز کے لیے نام کے ساتھ مختلف اضافتیں استعمال ہونے لگیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"یہ خدا کی دین ہے کہ مجھ نالائق کے حصہ میں قادیانی کا مبارک نام آیا" (صفحہ ۶۴)

آپ کا یہ امتیاز بھی قابل ذکر ہے کہ آپ کو ایک لمبا عرصہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی پاکیزہ صحبت نصیب رہی۔ بہت قرب حاصل رہا۔ اور آپ نے بھی خوب جی بھر کر خدمت کی سعادت پائی۔ ہمیشہ سایہ کی طرح آقائے نامدار کے ساتھ ساتھ رہے اور ہر دم خدمت پر کمربستہ۔ حضور کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت ملی۔ بالکل ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا بارہا موقعہ ملا۔ متعدد سفروں میں ہمرکاب رہے۔ آپ کے نام کے بہت سے مکتوب تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ مسیح پاکؑ کے متعدد خطابات اور مختلف مواقع کی گفتگو کو قلمبند کرنے کی سعادت آپ کو ملی۔ حضور کی زندگی کی آخری تقریر جو ۲۵ مئی کو فرمائی گئی وہ بھی آپ نے قلمبند فرمائی۔ آپ کے بلند مقام اور ممتاز خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقعہ پر فرمایا :

"ہندوؤں میں سے بعض ایسے لوگ اس سلسلہ میں آئے ہیں کہ ان کی خدمات اور غیرت اسلام پر رشک آتا ہے اور وہ دوسرے دس دس ہزار مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک ہیں۔" (صفحہ ۳۷۷)

الغرض صحابہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آپ کا ایک نرالا انداز اور نہایت ارفع و اعلیٰ مقام تھا۔ آپ اس زمرۂ ابرار کے ایک درخشندہ گوہر تھے اور آپ کی جلیل القدر خدمات کا تذکرہ ہمیشہ

تاریخِ احمدیت میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے پروانہ صفت عاشق حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کو اللہ تعالیٰ نے یہ غیر معمولی سعادت عطا فرمائی کہ آپ نے ایک لمبا عرصہ اپنے آقا کے قدموں میں اس طرح گذارا کہ زندگی کا ایک ایک گوشہ بہت قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ سفر و حضر میں اور خلوت و جلوت میں آپ نے مسیح پاک علیہ السلام کی سیرت کا بہت تفصیل اور گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ اس لحاظ سے آپ کا بیان ایک وقیع عینی شہادت کا درجہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ پر یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے آپ کو اپنے آقا کا غیر معمولی قرب بھی عطا کیا۔ دیکھنے والی آنکھ بخشی۔ محسوس کرنے والا دل عطا فرمایا اور پھر اس قلم سے نوازا جس کے بھرپور استعمال سے آپ نے اپنے مشاہدات کا عظیم خزانہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ ان ساری خوبیوں کا ایک دلکش امتزاج اس بیان میں ملتا ہے جس میں آپ نے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے لطف و احسان کا تذکرہ فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں :

"دلداری و دلجوئی کرنے میں حضور مادر مہربان سے کہیں زیادہ مہربان اور شفیق سے شفیق باپ سے کہیں بڑھ کر شفیق تھے۔ خلق خدا کی ایسی دلداری فرماتے اور اتنی دلجوئی کیا کرتے تھے کہ کیا کوئی ماں باپ کسی عزیز ترین اکلوتے کی بھی کر سکیں گے۔ دنیا میں ایسا کون ہے جو دوسروں کا غم اٹھائے، بیگانوں کا درد بانٹے اور ان کے مصائب و آلام اپنے گلے ڈال لے؟ مگر میرے آقا سچ مچ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ غمزدوں کے غم اٹھاتے رنجوروں کے رنج خود سہتے' اپنی جان پر بوجھ ڈالتے اور ان کو رنج و غم سے آزاد کر دیا کرتے تھے۔ کتنا ہی کوئی مفلوک الحال اور درد و غم سے نڈھال ہوتا حضور اس طرح دلداری فرماتے' ایسی دلجوئی کرتے کہ وہ رنج و غم کو بھول جاتا۔ غریب سے غریب اور ناتوان و کمزور بھی حضرت کو اپنا ہمدرد' غم خوار اور بہی خواہ سمجھ کر حاضر ہوتا بے تکلف عرض حال کرتا اور حضور کے لطف و کرم سے حصّہ پاتا۔ کتنی طویل کہانی، بے معنی قصّہ' بے محل راگ بے ہنگام بانگ کوئی کہتا چلا جاتا حضور سنتے اور سنتے نہ روکتے نہ ٹوکتے بلکہ اس طرح توجہ فرماتے جس سے اس کی دلداری و دلجوئی ہوتی۔ کتنی ہی کوئی چھوٹی چیز' ادنیٰ سی خدمت' معمولی سا ہدیہ کوئی پیش کرتا، مٹھی بھر بیر' ایک دو گنے یا چند بھٹے مکئی کے حتیٰ کہ حقیر ترین رقوم کو یوں قبول فرماتے' اتنا نوازتے اور پیش کرنے والے کا اس طرح شکریہ ادا فرماتے جیسے کسی نے بھاری خزانہ یا نعمتوں کا انبار پیش کر دیا ہو۔ کیونکہ حضور کی نظر درہم و دینار اور نذر و نیاز سے دور آگے نکل کر اس دل اور اس کی نیت و اخلاص اور محبت و پیاس پر پڑا کرتی تھی جس سے وہ چیز پیش کی جاتی۔ غلطی پر گرفت و سختی کی بجائے لطف فرماتے۔ چشم پوشی کرتے اور الٹا دلجوئی فرما کر نوازتے۔ دل بڑھاتے۔ غلطی سے کسی نے قیمتی چیز ضرورت کا سامان گرا دیا پھینک دیا یا بگاڑ دیا تو ناراضگی و سرزنش کی بجائے ایسا طریق اختیار فرماتے کہ اس کو ندامت و شرمندگی سے بھی بچا لیتے اور دلجوئی و دلداری بھی فرما دیتے۔ میرے سامنے حقائق و واقعات ہیں۔ دل و دماغ میں بکثرت اس کی مثالیں ہیں اور ان سب سے بڑھ کر میری آنکھوں میں وہ صورت اور قلب کے اندر وہ موہنی صورت جلوہ فگن ہے جو نذر و نیاز اور تحفے تحائف لے کر اتنا خوش نہیں ہوتی جتنا خلق خدا کی ضرورت میں دے کر یا اس کی حاجت پوری کر کے یا اس کی خدمت یا مدد کرنے اور سلوک فرمانے سے۔" (صہ ۲۸۱ تا ۲۸۳)

کتنی سادگی ہے اس بیان میں، کتنی بے ساختہ تحریر ہے لیکن کتنی روانی اور زور ہے ان الفاظ میں کہ سیدھے دلوں میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ مسیح پاک کی پاکیزہ سیرت کے نقوش لوحِ قلب پر نقش ہوتے چلے جاتے ہیں اور حضرت بھائی جی کی عظمتِ کردار کا دلربا پہلو یہ ہے کہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد بھی اپنے عجز کا اعتراف کتنے پیارے انداز میں فرماتے ہیں۔ فرمایا :

"مجھے اس بات کا صدمہ اور انتہائی رنج ہے کہ میں ان ساری کیفیات کے اظہار و بیان سے عاجز ہوں۔ نہ ہی مجھ میں طاقت ہے اور نہ ہی یہ مضمون ان باتوں کا متحمل۔ ورنہ حضور کے اخلاق کا یہ حصّہ اور حضور کے حسن و خوبی کا یہ پہلو ضخیم کتاب بلکہ کئی مجلدات میں بھی نہیں سما سکتا... افسوس میں عاجز ہوں اس کے بیان سے اور قاصر ہوں اس کے اظہار سے۔ گنگ محض ہوں' طاقتِ گویائی نہیں کہ اس کے عشر عشیر کا بھی بیان کر سکوں۔ کوتاہ قلم کوتاہ دست ہوں اتنا کہ اس حقیقت و کیفیت کا شائبہ بھی سطح قرطاس پر نہیں لا سکتا"

حضرت بھائی جی کے یہ الفاظ ہرگز لفاظی نہیں۔ ان میں ہرگز کوئی مبالغہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ الفاظ اس شخص کی قلبی کیفیت کے آئینہ دار ہیں جس کے سامنے، تاحدِّ نظر پھول ہی پھول ہوں۔ ایک سے ایک بڑھ کر دلکش اور دلربا اور اسے کچھ سمجھ نہ آتی ہو کہ وہ کس کا تذکرہ کرے اور کرے تو کیونکر اور وہ الفاظ کہاں سے لائے جو بیان کا حق ادا کر سکیں۔

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہٗ کی سیرت کا ایک دلکش پہلو آپ کی دعائیں ہیں۔ مسیح پاک علیہ السلام کے قرب کی برکت نے آپ کو ایک عارفانہ نظر اور گداز دل عطا فرمایا۔ آپ کے حالاتِ زندگی میں جگہ جگہ یہ ذکر ملتا ہے کہ آپ اٹھتے بیٹھتے دعاؤں میں مصروف رہتے۔ ہر ایک کو دعاؤں سے نوازتے اور مشکل گھڑیوں میں تو آپ کی دعا کی یہ کیفیت ہوتی کہ جیسے رُوح آستانہ الٰہی پر بہتی چلی جاتی

ہے۔ صرف ایک نمونہ اس جگہ تحریر کرتا ہوں جس سے آپ کے لطیف اور عارفانہ انداز کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے ایک موقعہ پر یوں دعا کی:

"اے میرے آقا و مالک اور میرے ہادی و رہنما! جس طرح تو نے خود اپنے ہاں اپنے ہی ہاتھ سے مجھ ناکارہ انسان' انسان نہیں انسانوں کی بھی عار بلکہ محض ایک کرم خاکی کو بچپن اور کم عمری میں نوازا۔ اور خود میرے دل میں تخم ایمان بو کر اس کی آبیاری فرمائی' اسے پودا بنایا اور ہر قسم کی بادِ صرصر اور مخالف ہواؤں سے محفوظ رکھتے ہوئے وحوش اور درندوں کی پامالی سے بچا کر اس باغ احمدؐ میں پہنچایا اور اس گلشن میں اپنے محض فضل سے ایسی جگہ دلائی جو میرے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھی اور جہاں میرے خواب و خیال کو بھی رسائی نہ تھی۔

اے میرے پیارے اور میری جان کی جان! جس طرح یہ سب کچھ آپ نے خود کیا اسی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر آئندہ بھی میرے ساتھ معاملہ فرمائیو اور طرفۃ العین کے لیے بھی مجھے میرے نفس کے سپرد نہ کریو۔ بلکہ میرا کھانا اور پینا' سونا اور جاگنا' میرا اٹھنا اور بیٹھنا' میرا جینا اور مرنا سب کچھ ہی آپ اپنی رضا کے مطابق کر دیں۔ آمین۔

اے حي و قیوم و قدیر تیری عطاؤں کو کوئی روکنے والا نہیں جبکہ جسے تو رد کر دے کوئی بچانے والا بھی نہیں۔ میں تجھے تیری کبریائی' عظمت و جبروت کا واسطہ دے کر پکارتا ہوں اور تیرے آستانہ پر گر کر التجا کرتا ہوں کہ مجھے ایک خاک آلودہ بیج کی طرح اپنی ربوبیت کے طفیل اتنا بڑھا، پھیلا اور پھلدار بنا ... میرے اثمار اور پھلوں میں اپنے کرم سے ایسی شیرینی، لطافت اور نفاست بھر دے کہ دنیا ان کی طلب گار ہو اور ان کو پا کر سیری حاصل کرے اور روحانی حاجات اور جسمانی ضروریات میں وہ حاجت مندوں کی مراد بنیں۔ آمین۔

اے ستار و غفار ہستی! میری پردہ پوشی فرما اور میرے گناہوں اور معاصی کو معاف فرما اور ایسا ہو کہ میری کوئی غلطی' معصیت یا گناہ میری دعاؤں کی قبولیت میں روک نہ بن سکے۔" (صد ۴۷۴)

(الحکم ۷'۱۴ مئی ۱۹۳۸ء صد ۱۶)

اخلاق حسنہ میں سے ایک امتیازی خلق شکر گذاری کا خلق ہے حقیقت یہ ہے کہ انسان کی عظمت اور روحانی بلندی کا اندازہ اس کی شکر گذاری کے جذبات سے ہوتا ہے۔ ایک مومن اور عارف باللہ ہمیشہ ان جذبات سے مغلوب رہتا ہے اور یہ وصف کچھ اس طرح اس کے رگ و پے میں رچ بس جاتا ہے کہ انگ انگ سے پھوٹ کر بہنے لگتا ہے۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کے حالات زندگی کا مطالعہ کرتے ہوئے آپ کا یہ وصف بار بار بڑی شان سے نمایاں ہوتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے فضلوں اور انعامات کو یاد کر کے اس کے آستانہ پر جھکتے چلے جاتے ہیں اور بار بار مسیح پاک علیہ السلام کے ان اشعار کی عملی تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے کہ ؎

شمار فضل اور رحمت نہیں ہے
مجھے اب شکر کی طاقت نہیں ہے
اگر ہر بال ہو جائے سخنور
تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر

اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات کو یاد کر کے حضرت بھائی جی کا دل جذبات شکر سے مغلوب ہو جاتا اور شکر گذاری کے نیک اور پاکیزہ جذبات ایک سیلِ رواں کی طرح بہنے لگتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور نعمتوں کو یاد کرتے ہوئے آپ بیان کرتے ہیں کہ:

"میں نے جو کچھ بھی لکھا اور ظاہر کیا کانپتے ہوئے دل اور لرزتے ہوئے ہاتھوں سے ڈرتے ڈرتے خدا کی بے نیازی اور نکتہ گیری سے کانپتے کانپتے کیا ہے ورنہ من آنم کہ من دانم والی بات ہے۔ کہاں میں کہ کفر و شرک کے اتھاہ گڑھے اور ظلمت و ضلالت کے بے پناہ سمندروں میں غرق' کہاں یہ فضل کہ نور ایمان عطا فرمایا نعمت اسلام بخشی اور ایسا نوازا کہ اس بزرگ و برتر ہستی کے قدموں میں لا ڈالا۔ اس کی زیارت کے لیے لاکھوں نہیں کروڑوں صلحاء اور اولیاء امت ترستے ترستے ہی کوچ کر گئے۔ یہ فضل' یہ کرم' یہ ذرہ نوازی یقیناً یقیناً سراسر احسان' سرتاپا فضل اور ابتداء تا انتہا موہبت اور بخشش ہی کا رنگ رکھتی ہے۔ جس کے لیے میری روح آستانۂ الوہیت پر سربسجود ہے (صد ۴۶۰-۴۶۱)

(الحکم ۷'۱۴ اگست ۱۹۳۸ء)

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی ہمیشہ ہر خدمت کے لیے مستعد رہتے۔ پنڈت لیکھرام کے قتل کے آسمانی نشان کے بعد کے حالات کے پیشِ نظر قادیان میں پہرہ کی ضرورت محسوس کی گئی۔ ایک روز مسیح پاک علیہ السلام نے ایک مجلس میں فرمایا:

"جو لوگ اس خدمت کے لیے تیار ہوں وہ آگے آجائیں (یا کھڑے ہو جائیں)" (صد ۲۳۲)

مسیح پاکؑ کے فرمانے کی دیر تھی کہ اس عاشق صادق نے اپنے آپ کو فوراً پیش کر دیا۔ حضرت بھائی جیؓ کس محبت سے اس سعادت کو یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان خوش قسمت قبول ہونے والوں میں سے ایک تھا جن کو خدا کے موعود نبیؑ مسیح الخلق، جری اللہ فی حلل الانبیاء نے نظر شفقت اور محبت بھری نگاہوں سے دیکھا اور قبول فرمایا۔" (صد ۲۳۲)

آپ کو نہ صرف پہرہ کی سعادت نصیب ہوئی بلکہ اس سارے کام کا انتظام اور نگرانی بھی آپ کے سپرد ہوئی اور سعادت کا یہ سلسلہ سالہا سال جاری رہا۔ آپ نے یہ فریضہ نہایت ذمہ داری اور جانفشانی

سے ادا کیا۔ مسیح پاکؑ کے دَر کی دربانی کا اعزاز ایسا ہے کہ آپ کی نسلیں قیامت تک اس پر بجا طور پر فخر کرتی رہیں گی۔

پہرہ کی اس عظیم خدمت اور سعادت کے دوران آپ کو مسیح پاکؑ کی کس کس شفقت اور عنایت سے حِصّہ ملا، اس کا تذکرہ آپ ہی کے الفاظ میں پیش ہے:۔

"خاموش سنسان اور اندھیری رات کی گھڑیوں میں اچانک کبھی وہ ماہِ کنعان، نورِ قادیان، جانِ جہان، دنیا و مافیہا کی روح رواں ہم پر طلوع فرماتا۔ میاں عبدالرحیم، میاں عبدالعزیز، میاں غلام محمد، میاں عبدالرحمٰن نام لے کر محبت بھری، نرم، شیریں اور دلکش آواز سے نوازتا اور خود ہماری خبر گیری و دلجوئی فرماتا۔ قربان اس جان جہاں کے اور فدا ہو جاؤں اس پیارے نام کے جو مخدوم ہو کر الٹا غلاموں کی خدمت خبر گیری کرتا۔ آقا ہو کر غلاموں کی فکر کرتا اور نوازتا تھا۔ بارہا وہ رحمتِ مجسم اپنے رہائشی دالان کی غربی کھڑکیوں سے جھانکتا، نظر شفقت اور رحمت سے ہمیں نوازتا۔ اور اپنے دستِ مبارک سے اپنے رومال میں لپیٹ باندھ کر شیرنی، خشک پھل وغیرہ جو بھی ہوتا ہمیں عطا فرماتا اور دیر تک مصروف گفتگو رہ کر خوش وقت فرمایا کرتا۔" (صہ ۲۳۵)

حضرت بھائی جی نے مسیح پاک علیہ السلام کے لطف و احسان کا دِلربا نقشہ اس ایک فقرہ میں بیان کیا ہے کہ:

"عطا و سخا میں حضور ایک ابر بہار تھے۔"

یہ ابر بہار اپنے پیاروں پر کیسے برستا تھا اور پھر برستا چلا جاتا تھا اس کا تذکرہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ نے بیان فرمایا:۔

"سردی کا موسم تھا اور بستر میرا ہلکا۔ اول اول تو گذر ہو جاتی رہی مگر جب سردی بڑھ گئی۔ دوسری طرف دالان میں گچ کا پلستر ہوا تو کمرہ زیادہ ٹھنڈا ہو گیا۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ سردی کی شدّت کے باعث مجھے رات بھر نیند نہ آئی۔ کروٹ لے لے کر یا بیٹھے بیٹھے رات گذاری۔ پچھلا پہر تھا کوئی دو بجے کا وقت ہو گا۔ جب تھک کر میں لیٹ گیا۔ ابھی چند ہی منٹ ہوئے کہ کھڑکی کھلی اور سیدنا حضرت اقدس دالان میں داخل ہوئے مگر میں خلاف معمول کھڑا ہونے کی بجائے سکڑا چارپائی پر پڑا رہا۔ پہلے عموماً میں کھڑکی کھلنے کی آہٹ پاتے ہی ہوشیار ہو کر اٹھ کھڑا ہوا کرتا تھا۔ آج غیر معمولی کوتاہی کی وجہ سے حضور کو توجہ ہوئی اور آپ نے میری چارپائی کے قریب ہو کر مجھے غور سے دیکھا اور آہستگی سے اپنی پوستین جو میری چارپائی کے اوپر کھونٹی پر لٹک رہی تھی اتار کر میرے اوپر ڈال دی۔ میں مگن پڑا رہا، ہلا جلا نہ بولا۔ حضور تشریف لے گئے۔ میں گرم ہوتے ہی گہری نیند سو گیا اور پھر صبح کی اذان ہی سے جاگا۔ وضو کیا اور نماز کے لیے مسجد کو جانے کے لیے تیار تھا کہ حضرت اقدس صبح کی نماز کے واسطے اسی کھڑکی سے تشریف لے آئے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ حضور مسکراتے ہوئے میری طرف بڑھے اور فرمایا "میاں عبدالرحمٰن آپ نے تکلف کر کے تکلیف اٹھائی بستر کم تھا تو کیوں ہمیں اطلاع نہ دی؟ شرط موت کی لگانا اور رنگ اجنبیت کا دکھانا ٹھیک نہیں۔ دو چار روز کی بات ہو تو اجنبیت انسان نباہ سکتا ہے مگر عمر کی بازی لگا کر تکلف اور اجنبیت میں پڑے رہنا باعث تکلیف ہوتا ہے جب آپ نے گھر بار چھوڑا، ماں باپ چھوڑے، وطن اور قبیلہ چھوڑ کر ہمارے پاس آ گئے تو آپ کی ضروریات ہمارے ذمہ ہیں مگر جب تک ہمیں اطلاع نہ ہو ہم معذور ہیں۔ کیا کر سکتے ہیں؟" میں نے ندامت سے گردن ڈال دی سر جھکا لیا اور مجسم صورتِ سوال بن کر رہ گیا۔

صبح کی نماز کے بعد سلام پھیرتے ہی حضرت نے حافظ حاجی حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کو یاد فرمایا۔ وہ حاضر ہوئے حکم دیا کہ میاں عبدالرحمٰن کے پاس بستر نہیں، ان کو آج ہی بستر تیار کرا دیں۔ ان کو ساتھ لے جائیں جیسا پسند کریں ویسا ہی بنوا دیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس پہننے کے کپڑے بھی کم ہیں، ایک دو جوڑے بھی حسبِ ضرورت بنوا دیں۔ حکم کا ملنا تھا کہ حضرت حکیم صاحب نے مجھے بازو سے پکڑ لیا اور ساتھ ساتھ لیے پھرے۔ موسم سرما کی وجہ سے دکان کے کھلنے میں دیر تھی۔ خاص آدمی بھیج کر لالہ سکھ رام کو بلوایا۔ دکان کھلوائی اور لگے مجھے کپڑے پسند کرانے۔ عمر بھر میں میرے لیے یہ پہلا موقعہ تھا کہ میرے لباس اور بستر کا بننا میری مرضی و پسند پر رکھا گیا۔ اس سے قبل ماں باپ اپنی مرضی و پسند کا بنواتے اور پہناتے تھے اس لیے مجھے اپنی مرضی و پسند کا کوئی علم ہی نہ تھا۔ حضرت حکیم صاحب کو حکم تھا اور اسی کی وہ تعمیل کرنا چاہتے تھے کئی کپڑے میرے سامنے لائے گئے اور ہر بار مجھ سے پوچھا گیا مگر میں نے ایک ہی چُپ سادھ رکھی تھی۔ بار بار کے تقاضوں سے کچھ یاد آ کر میرا دل بھر آیا اور میں زار و قطار رونے لگا۔ یہ حال دیکھ کر حضرت حکیم صاحب موصوف نے مجبور ہو کر خود ہی بہترین کپڑے، بہترین بستر کا انتظام کر کے فوری تیاری کی تاکید کر دی اور میری دلجوئی کرتے ہوئے واپس ساتھ لے آئے۔ شام سے پہلے نہایت اچھا بستر تیار ہو کر آ گیا جو رات کو حضرت نے بھی دیکھا اور بہت خوش ہوئے۔ کپڑے بھی دوسرے تیسرے دن مل گئے"

(صہ ۲۳۹)

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کی سیرت کا ایک جلی عنوان آپ کی حضرت مسیح پاک علیہ السلام سے محبت، عشق اور عقیدت ہے۔ یہ قلبی تعلق ایک عجیب شان کے ساتھ آپ کی ساری زندگی پر

محیط نظر آتا ہے۔ حضرت بھائی جی کا احسان ہے ساری جماعت پر کہ آپ نے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی جو ارفع شان دیکھی اور محسوس کی اور جس طرح آپ کی قوت قدسیہ سے فیضیاب ہوئے ان سب تجربات اور مشاہدات کا بہت ہی دلکش اور ایمان افروز تذکرہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ آپ کے بیانات معرفت کا ایک خزانہ ہیں۔ تکلف اور تصنّع سے پاک یہ کلمات ایسے مؤثر اور دلوں میں اترنے والے ہیں کہ صداقت اور حق گوئی بے اختیار چھلکتی اور دلوں کو مسخّر کرتی چلی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا :

"یہ سچ ہے کہ بچپن میں میرے دل میں تخم اسلام کاشت کر دیا گیا تھا۔ لیکن یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اِس کی آبیاری، روحانی باغبانی آخری زمانہ کے نبی کے ہاتھوں نہ ہوتی تو یہ بیل منڈھے نہ چڑھتی۔ اگر یہ نوحِ زماں ناخدا بن کر مجھے نہ بچا لیتا تو میری کشتی، ایمان جو بحرِ ناپیدا کنار کی طوفانی موجوں کے بھنور میں پڑی ٹھوکریں کھاتی تھی ہرگز کنارے نہ لگتی۔ میرے ایمان میں حلاوت پیدا ہوئی تو اسی مردِ خدا کے انفاس طیبہ کے طفیل سے۔ اور مجھے رُوحانی زندگی ملی تو محض اور محض اسی وجود باجود کے روحانی نفخ اور دم مسیحائی کی بدولت، ورنہ حق یہ ہے کہ میں بھی ایک رسمی مسلمان ہو کر آخر کفر میں جذب ہو گیا ہوتا۔ کیونکہ اس وقت زندہ ایمان اور کہیں تھا ہی نہیں"۔ —— (صـ ۸۱)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ :

"اس انسان کامل کے اوصاف حمیدہ اور کمالات روحانیہ کا بیان ہزاروں صفحات اور عمر نوح چاہتا ہے۔ میں کون اور میری بساط کیا کہ ان کا بیان کروں۔ وہ سراسر رحم اور مجسمہ رحمت، وہ پیکرِ حلم، خدا کی رحمت و حلم کا نمونہ، اپنے خالق و مالک کی محبت میں کھویا ہوا اور اس کے رنگ میں ایسا رنگا گیا کہ خود مظہر صفات الہیہ ہو گیا تھا۔ ہر قسم کی حسن و خوبی اس پر ختم تھی۔ مہربانی میں مادرِ مہربان سے اور شفقت میں ہر شفیق باپ سے وہ کہیں بڑھا ہوا تھا اتنا کہ مہربان سے مہربان مائیں اور شفیق سے شفیق باپ اس کی مہربانی اور شفقت نے لاکھوں انسانوں کی یاد سے اتار دیے"۔ —— (صـ ۸۲)

محبت اور عشق کے انداز بھی کیا نرالے ہوتے ہیں۔ حضرت بھائی جی جب اپنے حالات زندگی لکھتے ہوئے اس مرحلہ پر آئے جب آپکو بادلِ نخواستہ اپنے والد صاحب کے ساتھ قادیان سے رخصت ہو کر ان کے ساتھ جانا پڑا اور آپ کا یکہ خاکروبوں کے پنڈورہ تک آن پہنچا تو قادیان اور شاہِ قادیان کی محبت نے آپ کے قلم کو تھام لیا۔ آپ کا بیان اس جگہ پر رک گیا اور رکا رہا حتیٰ کہ دو سال گذر گئے۔ دو سال کے بعد جب آپ نے سلسلۂ تحریر کو دوبارہ شروع کیا تو لکھا کہ :

"میرے آقا، میرے ہادی و رہنما کی قوت قدسی و جذب اور حضور پُرنور کے اخلاقِ کریمانہ اور فیض روحانی نے میرے دل کی لوح پر وہ کچھ لکھ دیا جو پھر نہ مٹا۔ اور خدا کرے کہ کبھی نہ مٹے۔ اور ایسا ہوا کہ میں دنیا کی بادشاہی پر اس کے در کی گدائی کو عزّت یقین کرنے لگا اور یہی وجہ ہے کہ اس سے جدائی میرے واسطے ایک بھیانک موت نظر آ رہی تھی۔ اس وجہ سے دو سال ہوئے یکّے کو خاکروبوں کے پنڈورہ پر کھڑے کیے ہوئے ہوں اور دلِ اس حق نما وجود اور اس کی مقدس بستی سے نکلنا پسند نہیں کرتا"۔ (صـ ۸۲)

کتنا حُسن ہے اس بیان میں اور کتنی صداقت ہے اس اندازِ کلام میں۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی سیرت کے بیان کا یہ والہانہ انداز خود حضرت بھائی جی کی سیرت کا ایک دلکش پہلو ہے۔ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا :

"میں بچہ تھا جب خدا مجھے قادیان میں لایا۔ اب ۸۶ سالہ بڈھا ہوں ۱۸۹۵ء سے ان ایام تک مجھے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خاندان کی غلامی کا شرف حاصل ہے ... اسی در میں پلا پوسا جوان ہوا اور اب بڈھا ہوں۔ بوجہ بچپن کے عموماً اندرون خانہ بھی خدمات کا موقعہ ملا۔ مجلسی حالات کا بھی مشاہدہ و مطالعہ کرنے کی عزّت ملی اور سفروں میں بھی شرف ہم رکابی نصیب ہوا۔

میں چشم دید گواہ ہوں۔ میں چشم بصیرت سے کہتا ہوں کہ اس کے وجود کے طفیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لایا اور میں نے اس کے طفیل اپنے والدین، اپنے عزیز و اقارب، اپنے رشتہ دار، اپنا مذہب، اپنا وطن چھوڑ دیا۔ میں نے اس سے بڑھ کر اس زمانے میں کسی کو راستباز نہ پایا۔ اس سے بڑھ کر کوئی خاکسار نہ دیکھا اور اس سے بڑھ کر کوئی حلیم نہ پایا اور نہ اس سے بڑھ کر دنیا سے کسی کو بیزار دیکھا۔

ایسا مقدس اور پاکباز انسان حضور پُرنور کے بعد میں نے نہیں دیکھا۔ حضور کے اخلاق فاضلہ اور اوصافِ حمیدہ کی تشریح و تفصیل کسی ضخیم کتاب کو چاہتی ہے۔ باپ سے زیادہ شفیق اور ماں سے زیادہ مہربان۔ ایک دو یا چند گنا نہیں بلکہ لاکھوں گنا زیادہ۔ رحم کے لحاظ سے سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلق کا نمونہ اور حلم کے لحاظ سے ابوالانبیاء حضرت ابراہیم کی مثال ... وہ کامل انسان خدا نہ تھا مگر خدا نما ضرور تھا۔ اس کی مجلس خدا نما اور صحبت روح پرور تھی۔ کتنا ہی رنج و غم میں ڈوبا ہوا انسان جب اس کی مجلس میں پہنچا یا اس کے چہرہ مبارک کو دیکھ پاتا سارے غم غلط ہو جاتے اور دنیا و مافیہا کو بھول کر آستانہ الوہیت کی طرف کھنچنے لگتا تھا ... ہفتے مہینے اور سال بھی تمام ہو جائیں مگر اس ہمارے یوسف کے حسن و جمال کی باتیں ختم ہونے میں نہ آویں گی"۔ (صـ ۳۴۲)

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کی سیرت کے بیان میں ان کا یہ وصف خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ آپ نے مسیح دوراں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاقِ حسنہ کو بہت قریب سے اور محبّت کی بہت باریک نظر سے مشاہدہ کیا اور رہتی دنیا تک کے عشاق کی خاطر اس کو پوری پوری احتیاط اور ذمہ داری سے محفوظ کردیا۔ آپ کی بیان کردہ روایات اور آپ کے مشاہدات اور تجربات کا بیان سینکڑوں صفحات پر محیط ہے جو اصحابِ احمد کی جلد نہم میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے دوران جس بات نے بار بار متاثر کیا اور ہر بار دل سے دعا نکلی' وہ آپ کا دلکش اندازِ بیان ہے۔ معیّن اور ٹھیک ٹھیک قیمتی معلومات کو محفوظ کرتے ہوئے آپ کے طرزِ کلام میں ایسی روانی اور جامعیت پائی جاتی ہے کہ واقعات کے سب پہلو خوب روشن ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔ ان روایات کو پڑھتے ہوئے بسا اوقات یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ جیسے ہم خود اس مجلس میں جا پہنچے ہیں اور یہ سب واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے رونما ہو رہے ہیں۔ منظر کشی کا یہ کمال اور اپنے مشاہدات کو پوری تفصیل اور احتیاط سے ضبطِ تحریر میں لانا حضرت بھائی جی کی سیرت کا ایک نمایاں عنوان ہے۔

آپ ۱۸۹۵ء میں قادیان تشریف لائے اور پھر ہمیشہ کے لیے یہیں کے ہو رہے۔ آپ بیان فرماتے ہیں کہ جب میں پہلی بار قادیان آیا تو :

"میں اس خیال پر تھا کہ قادیان جاکر اظہار اسلام کروں گا اور ان فقیر مرد بزرگ کے سامنے نذر نیاز پیش کر کے واپس چلا آؤں گا۔ مگر جب اللہ کریم نے اس نورانی چہرہ اور صاحب نورِ نبوت و رسالت کے قدموں میں لا ڈالا۔ صبح کی سیر' شام کا دربار اور ظہر و عصر کی مجلس و صحبت میسر آئی۔ تو وہ پہلا خیال دل سے ڈھل گیا اور میں دنیا جہان سے بے نیاز ہو کر اس در کا ہو گیا۔ دھونی مار کر بیٹھا اور خدا نے ایسا فضل فرمایا کہ اس در کی گدائی۔ دنیا جہان کی دولت و ثروت سے ہزار گنا بہتر نظر آئی اور خدا کا فضل ہوا کہ آخر میں اسی در کا ہو گیا۔ یہیں پرورش پائی۔ اور اسی دروازہ سے اسلام سیکھا اور دولتِ ایمان پائی۔ فالحمد للہ

(صہ ۶۴)

نورِ اسلام سے منور ہونے کے بعد حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے قدموں سے دوری آپ کو ہرگز گوارہ نہ تھی۔ ۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۷ کے درمیانی چار سال کا عرصہ آپ کو راجپوتانہ میں گذارنا پڑا لیکن وہ بھی اپنے آقا کے ارشاد کی تعمیل میں۔ چلے تو گئے لیکن ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے رہے۔ چاہتے تھے کہ اڑ کر اپنے آقا کے قدموں میں جا پہنچیں اس بے چین تمنا کا اظہار کیا تو حضور علیہ السلام کا ارشاد پہنچا :

"میاں عبدالرحمٰن، ہماری خوشی چاہتے ہو تو وہیں بیٹھے رہو"

اور اپنے آقا کی خوشی کا بھوکا، عبدِ رحمٰن اسی جگہ بیٹھا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جذبۂ اطاعت کو اس طرح نوازا کہ دسمبر ۱۹۰۷ء میں آپ کی قادیان واپسی ہوئی اور مسیح پاک علیہ السلام کے وصال تک کا سارا عرصہ آپؑ کے قدموں میں گذارنے کا موقعہ ملا۔ آخری سفرِ لاہور میں ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا اور زندگی کی آخری گھڑیوں میں اپنے محبوب آقا کی خدمت اور قربت کی سعادت حاصل کی۔ کتنی خوش بختی ہے اس مخلص غلام کی کہ وصال سے چند لمحے پہلے بھی حضور نے آپ کو یاد فرمایا۔ وصال کے بعد جن مخلصین نے مسیح پاک علیہ السلام کو غسل دینے کی سعادت پائی ان میں آپ بھی شامل تھے۔ اور دیکھو کہ اس فدائی اور پروانۂ شمعِ رسالت کا انجام کیسا شاندار ہوا۔ وہ جسے زندگی میں اپنے آقا سے ایک لمحہ کی جدائی اور دوری گوارا نہ تھی وہ ۱۹۶۱ء میں فوت ہوا تو قادیان سے سینکڑوں میل دور پاکستان میں تھا لیکن خاص تصرّفِ الٰہی سے آخری آرام گاہ ملی تو قادیان کے بہشتی مقبرہ میں اور جگہ بھی وہ ملی جو قطعۂ صحابہ میں مسیح پاک علیہ السلام کے مزارِ مقدس سے سب سے زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عجیب لطف و کرم ہے کہ جس غلام نے در مسیحا کی دربانی کا شرف پایا وہ آج بھی بہشتی مقبرہ قادیان میں مزارِ مقدس کے عین سامنے اس کی دربانی کرتا نظر آتا ہے۔ آقا بھی محوِ خواب ہے اور اس کا غلام بھی لیکن دربانی کا سلسلہ ہمیشہ کی طرح جاری و ساری ہے غیر معمولی حالات میں قادیان میں آپ کی تدفین سے مسیح پاک علیہ السلام کے منہ سے نکلی ہوئی یہ بات بھی بڑی شان سے پوری ہوئی کہ "ہمارا ہے تو آجائے گا۔"

تاریخی واقعات کے چشم دید کوائف کو محفوظ کرنے کے سلسلہ میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ نے بہت امتیازی شان کے ساتھ گرانقدر خدمات سر انجام دی ہیں۔ آپ کے یہ تفصیلی مضامین اور روایات تاریخِ احمدیت کا حصہ ہیں اور شاہد رویت کے طور پر آپ کے بیانات معلومات کا انمول خزانہ ہیں۔ سب امور کا تذکرہ اس جگہ ممکن نہیں لیکن اس ذکر کے بغیر یہ مضمون تشنہ رہے گا کہ قادیان کی تاریخ ہنری مارٹن کلارک والے اقدام قتل کے مقدمہ' جلسہ اعظم مذاہب لاہور، خطبہ الہامیہ کے آسمانی نشان اور مسیح پاک کے وصال اور جنازہ کے بارہ میں جس تفصیل اور باریک نظر سے آپ نے واقعات بیان فرمائے ہیں وہ بے مثال ہیں۔ اسی طرح خلافت ثانیہ میں مختلف مناظرات' عدالتی مقدمات، جماعتی تقریبات اور تاریخی واقعات کی جو تفصیل آپ نے محفوظ فرمائی ہے وہ آپکی لیاقت خدمتِ دین کی لگن اور قابل رشک قوت حافظہ پر شاہد ناطق ہے ۱۹۲۴ء کے سفرِ یورپ کی طویل' جامع اور مستند روداد آپ کی ایک ایسی خدمت ہے جو ہمیشہ یادگار رہے گی۔

سیرتِ مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ نے جو قیمتی روایات بیان فرمائی ہیں ان میں سے بطور نمونہ صرف ایک روایت کا یہاں ذکر کرتا ہوں۔

آپ نے بیان فرمایا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آخری سفر میں لاہور تشریف لے گئے اور اس وقت آپ کو بڑی کثرت کے ساتھ قربِ وفات کے الہامات ہو رہے تھے تو ان دنوں میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ پر ایک خاص قسم کی ربودگی اور نورانی کیفیت طاری رہتی تھی۔ ان ایام میں حضور ہر روز شام کے وقت ایک قسم کی بند گاڑی میں جو فٹن کہلاتی تھی ہوا خوری کے لیے باہر تشریف لے جایا کرتے تھے اور حضور کے حرم اور بعض بچے بھی ساتھ ہوتے تھے۔ جس دن

صبح کے وقت حضور نے فوت ہونا تھا اس سے پہلی شام کو جب حضور وطن میں بیٹھ کر سیر کے لیے تشریف لے جانے لگے تو بھائی صاحب روایت کرتے ہیں کہ اس وقت حضور نے مجھے خصوصیت کے ساتھ فرمایا:

"میاں عبدالرحمٰن! اس گاڑی والے سے کہہ دیں اور اچھی طرح سمجھا دیں کہ اس وقت ہمارے پاس صرف ایک روپیہ ہے وہ ہمیں صرف اتنی دور تک لے جائے کہ ہم اسی روپیہ کے اندر گھر واپس پہنچ جائیں۔"

چنانچہ حضور تھوڑی سی ہواخوری کے بعد گھر واپس تشریف لے آئے اور اگلے دن صبح اپنے مولیٰ اور محبوب ازلی کے حضور حاضر ہو گئے۔

مرشدوں اور مذہبی راہنماؤں کی اطاعت تو ان کے پیرو کار ہمیشہ کرتے ہیں لیکن جس انداز اور والہیت سے حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی اطاعت کا نمونہ دکھایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ دن ہو یا رات ہو، ہر وقت خدمت پر کمربستہ رہتے اور اشارہ ملتے ہی یہ جا اور وہ جا کی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ اپنے ذاتی حالات کو اس راہ میں کبھی حائل نہ ہونے دیتے۔ خدمت کی بجا آوری کے لیے ہمہ وقت پا بہ رکاب رہتے۔

۱۸۹۷ء کی بات ہے، حضرت مسیح پاک علیہ السلام ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے مقدمہ کے سلسلہ میں بٹالہ میں مقیم تھے۔ رات عشاء کی نماز کے بعد حضور نے فرمایا:

"میاں عبدالرحمٰن! آج رات ہم تو یہیں ٹھہریں گے کیونکہ کل پھر مقدمہ کی سماعت ہوگی۔ بہتر ہے کہ آپ قادیان جاکر خبر خیریت پہنچا دیں تاکہ وہ لوگ گھبرائیں نہیں۔"

فدا کار عاشق کی شان دیکھئے آپ فرماتے ہیں کہ حکم ملتے ہی میں نے سلام عرض کیا۔ دست بوسی کا شرف ملا اور میں سفر کو کاٹتا، زمین کو لپیٹتا ہوا گویا اڑ کر ہی قادیان پہنچ گیا۔ اور تمام روئیداد تفصیلاً عرض کر کے تسلّی و اطمینان دلایا

۱۹۰۳ء میں کرم دین والے مقدمہ کے دوران مسیح پاک علیہ السلام نے مغرب کی نماز کے بعد قادیان میں ذکر فرمایا کہ کل ہمیں گورداسپور میں منشی کرم علی صاحب کی گواہی کی ضرورت ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ تو گوجرانوالہ گئے ہوئے ہیں۔ مسیح پاک علیہ السلام کی خواہش اور ضرورت کا علم پاتے ہی حضرت بھائی جی فوراً مستعد ہو گئے۔ اسی وقت اٹھے اور تعمیل ارشاد میں نکل کھڑے ہوئے۔ رات اندھیری تھی۔ پیدل دوڑتے بھاگتے ڈیڑھ گھنٹہ میں بٹالہ پہنچے۔ یکے کے ذریعہ ساری رات سفر کر کے امرتسر پہنچے۔ گاڑی سے گوجرانوالہ گئے اور منشی کرم علی صاحب کو بڑی مشکل سے ڈھونڈ کر الٹے پاؤں واپس ہوئے اور عین وقت پر دونوں گورداسپور میں حضرت اقدس کے قدموں میں حاضر ہو گئے۔ ایسے واقعات کئی بار ہوئے اور متعدد بار حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کو یہ سعادت ملی کہ انہوں نے ارشاد پاتے ہی راتوں رات اس کی تعمیل کر دی۔ ایسے ہی مواقع پر حضرت مسیح پاک علیہ السلام بطور شکر گذاری یہ فرمایا کرتے تھے:

"خدا کا کتنا فضل ہے کہ ہمیں ہر قسم کے آدمی عطا فرما رکھے ہیں"

فدا کاری کے ان نمونوں میں یہ بات اور بھی حسن پیدا کر دیتی ہے کہ اطاعتِ امام اور تعمیل ارشاد کی راہ میں ذاتی حالات کو کبھی حائل نہ ہونے دیتے۔ گھریلو مجبوری کی کوئی بھی صورت ہوتی لیکن تعمیل ارشاد کو ہر دوسری بات پر فوقیت دیتے۔

ایک بار آپ کے گھر میں زچگی کا موقع تھا۔ کسی وقت بھی بچہ کی ولادت متوقع تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے پیغام ملا کہ ایک ضروری کام کے لیے لاہور جانے کی ضرورت ہے۔ پیغام ملتے ہی روانہ ہو گئے اور گھریلو حالات کا اشارۃً بھی ذکر نہ کیا۔ روانگی کے چند گھنٹوں بعد بیٹے کی ولادت ہوئی۔

ایک اور موقع پر ان کی اہلیہ ایک اپریشن کی وجہ سے گھر میں بے ہوش پڑی تھیں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے کسی جگہ جانے کی ہدایت موصول ہوئی۔ ارشاد ملتے ہی آپ سوئے منزل روانہ ہو گئے اور اہلیہ کی علالت کی وجہ سے معذرت یا تاخیر کرنا گوارا نہ کیا۔ یہ باتیں کہنی آسان ہیں لیکن کرنی مشکل ہیں۔ ان کے لیے عبدالرحمٰن قادیانی جیسا دل اور حوصلہ چاہیئے۔

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کی سیرت کے اس مختصر تذکرہ میں ہمارے لیے بے شمار اسباق ہیں۔ یہ حالات نمونہ ہیں ان اعلیٰ اخلاق کا جو ہمارے اسلاف کا طرۂ امتیاز تھے۔ یہ اندازِ زندگی ہے ان پاکباز لوگوں کا جو مسیح پاک علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں سے پاک صاف کیے گئے اور جنہوں نے آپ کی روحانی قوّت قدسیہ کے طفیل اپنی زندگیوں میں ایک پاکیزہ روحانی انقلاب برپا کیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جو دنیا کی نظر میں کچھ بھی حیثیت نہ رکھتے تھے خدا کی جناب میں قبولیت کے لائق ٹھہرے اور آسمانِ احمدیت پر روشن ستارے بن کر جلوہ افروز ہوئے۔

صحابۂ کرام کی یہ روشن مثالیں تابعین، تبع تابعین اور بعد میں آنے والوں کے لیے ایک مستقل دعوتِ عمل کا حکم رکھتی ہیں۔ ان کی مبارک زندگیوں میں ہمارے لیے سبق ہے استقامت کا، قربانی کا اور فدائیت کا۔ ہمارے لیے نمونہ ہے خدمت کا، خلوص و وفا کا اور شکر گذاری کا۔ ہمارے لیے نصیحت ہے اس بات کی کہ ہم بھی اپنے آپ کو لاشیئ محض یقین کرتے ہوئے امام وقت کے قدموں میں ڈال دیں اور گوش بر آوازِ آقا بن کر اپنے آپ کو کُلیتہً خدمتِ دین کے لیے وقف کر دیں۔ اگر ہم ایسا کر دکھائیں گے تو یقین رکھیں کہ ہمارا قادر و توانا اور زندہ خدا آج ہمیں بھی اسی طرح اپنے بے پایاں فضلوں سے نوازے گا جس طرح اس کے نہ ختم ہونے والے فضلوں کی بارش ہمارے اسلاف پر برستی رہی اللہ کرے کہ ہم صحابہ کرام کے نمونہ پر چلنے والے ہوں اور خدا تعالیٰ کے پیار کی نظر ہمیشہ ہم پر پڑتی رہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

"اُس سال کو انسانیت کا سال بنائیں

جتنی طاقت ہے اس کے مطابق دُنیا کو صحیح پیغام پہنچائیں"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ذکّرھم بایام اللہ

ایک عظیم الشّان پیشگوئی اور بشارت

جس کا ظہور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری آنکھوں کے سامنے ہے

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنی خلافت کے پانچویں سال مارچ ۱۹۱۹ء میں جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کے موقع پر عرفانِ الٰہی کے موضوع پر ایک پُر معارف تقریر فرمائی - اس میں آپ نے اپنے ایک رؤیا کا ذکر فرمایا :—

"اُن بشارتوں میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ مَیں بیت الدّعا میں بیٹھا تشہّد کی حالت میں دعا کر رہا ہوں کہ الٰہی میرا انجام ایسا ہو جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کا ہوا۔ پھر جوش میں آکر کھڑا ہو گیا ہوں اور یہی دعا کر رہا ہوں کہ دروازہ کھلا ہے اور میر محمد اسماعیل صاحب اس میں کھڑے روشنی کر رہے ہیں۔ اسماعیل کے معنی ہیں خدا نے سُن لی اور ابراہیمی انجام سے مراد حضرت ابراہیمؑ کا انجام ہے کہ ان کے فوت ہو جانے پر خدا تعالیٰ نے حضرت اسحٰقؑ اور حضرت اسماعیلؑ دو قائم مقام کھڑے کر دیئے۔ یہ ایک طرح کی بشارت ہے جس سے آپ لوگوں کو خوش ہو جانا چاہیئے۔"

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی بیان فرمودہ اس پیشگوئی اور بشارت کا ظہور ۱۹۶۵ء اور ۱۹۸۲ء میں علی الترتیب حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحؒ اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کے خلیفۃ المسیح کے منصب جلیلہ پر فائز ہونے سے ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اس کے چشم دید گواہ ہیں — وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

امیر جماعتِ احمدیہ جرمنی کا ممبران جماعت کے نام ایک خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیارے ممبران جماعت ! ———————— السّلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہٗ

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ جلسہ سالانہ انگلستان پر عالمی بیعت کے ایک دل موہ لینے والے روحانی منظر کے بعد دعوت الی اللہ کے میدان میں ایک انقلاب برپا ہو گیا ہے۔ اللہ کرے کہ عالمی بیعت کے اس سلسلہ کے شیریں ثمرات سے دنیا جلد فیضیاب ہو اور توحید کا علَم بلند ہو۔ اس صورتِ حال میں جرمنی کی جماعت پر بھی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے لہٰذا اپنی کمرِ ہمت کس لیں اور تبلیغ کے میدان میں کامیابی کے لیے دعا کے ساتھ آگے بڑھیں۔

امسال مجلس خدام الاحمدیہ نے دوران سال اور ۱۹۹۴ء کے سالانہ اجتماع تک ایک ہزار بیعتیں اور ۲۰۰۰ء تک کم از کم ایک لاکھ بیعتوں کا ٹارگٹ لیا ہے۔ حضور انور کو بھی اس ٹارگٹ سے مطلع کیا گیا ہے اور درخواستِ دعا کی گئی ہے۔ اب ہم سب کی یہ اہم ذمہ داری ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے لیے گئے اس ٹارگٹ کی کم از کم تعداد کو پورا کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ کوشش کریں دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں امسال کم از کم ہر فرد جماعت ایک فرد سے تبلیغی روابط بڑھائے تا حضور اقدس کے ارشاد کے مطابق دعوت الی اللہ کے میدان میں ایک سے دو ہونے کے عمل میں کامیابی نصیب ہو۔"

والسّلام
عبداللہ واگس ہاؤزر
امیر جماعت جرمنی

جلسہ سالانہ انگلستان ۱۹۹۲ء کے موقع پر

پہلی عالمی بیعت کے روح پرور تصاویری مناظر

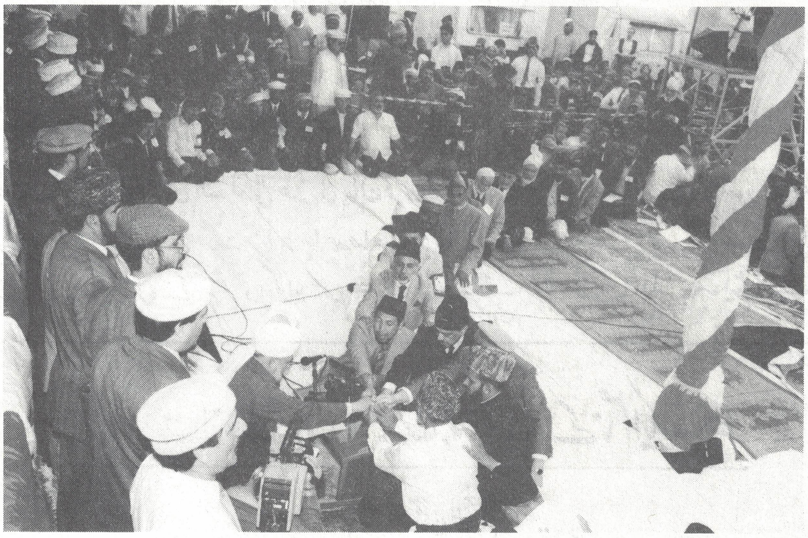

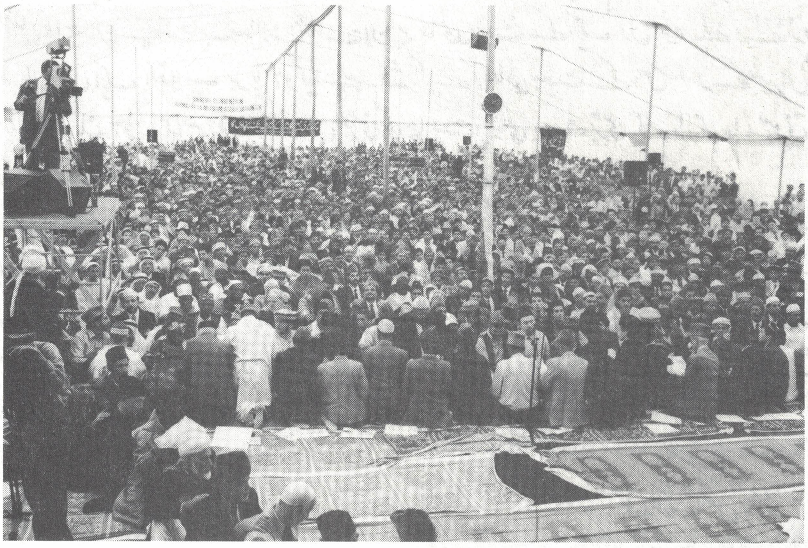

مقالہ خصوصی

ایک انقلاب انگیز نشان اور اس کے مضمرات

جماعتِ احمدیہ انگلستان کا ۲۸ واں جلسہ سالانہ جو امسال بھی حسبِ معمول اسلام آباد ٹلفورڈ میں (۳۰۔ ۳۱ جولائی و یکم اگست ۱۹۹۳ء کی تاریخوں میں) منعقد ہوا بفضل اللہ تعالیٰ بے انتہا اہمیت کا حامل ایک ایسا تاریخ ساز جلسہ تھا جو اپنی موعودہ برکات اور بعض نئے طیب و شیریں ثمرات کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا۔ غیر معمولی عظمت و شان کے حامل اس جلسہ پر بھی تائید و نصرتِ الٰہی کے درخشندہ نشان بڑی کثرت سے ظاہر ہو کر ایمانوں کو نئی تازگی اور روحوں کو نئی بالیدگی سے ہمکنار کرنے کا موجب ہوئے۔ ان ایام میں ایک وقتِ اصفا تو ایسا بھی آیا کہ جس میں شرق و غرب کے لاکھوں انسانوں نے نزولِ ملائکہ کی پاک تاثیرات کا بچشم خود مشاہدہ کیا اور حق کی طرف دلوں کی غیر معمولی جنبش کے وجد آفریں نظاروں نے انہیں ایسا مست و بیخود بنایا کہ وہ اس یقین سے پُر ہوئے بغیر نہ رہے کہ خدائی وعدوں کے مطابق يَدْخُلُونَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کا زمانہ اب زیادہ دور نہیں۔

وہ وقتِ اصفاء جو خاص اس جلسہ کے موقع پر میسّر آیا اور جو لاکھوں دلوں کو پاک تبدیلی سے ہمکنار کرنے کا موجب بنا اپنی نوعیت کا یکسر نیا، پہلا اور منفرد وقتِ اصفا تھا۔ اس وقت اصفاً میں تاریخ احمدیت میں پہلی بار پانچ براعظموں (امریکہ، یورپ، افریقہ، ایشیا اور آسٹریلیا) کی دو لاکھ سے زائد سعید روحوں کو اپنے پانچ نمائندوں کی وساطت سے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دستِ مبارک پر بیک وقت بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کی غیر معمولی سعادت نصیب ہوئی۔ عین اس وقت کہ جب پانچ براعظموں کے پانچ نمائندے یکم اگست ۱۹۹۳ء کو حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کر رہے تھے تو ان پانچوں براعظموں کی دو لاکھ سے زائد سعید روحیں اپنے اپنے ملک میں ہزارہا میل کے فاصلہ پر ہونے کے باوجود عالمی ٹیلیوائز نظام کے ذریعہ اس پہلی عالمی بیعت میں ایک طرح خود بھی اصالتاً شریک ہو کر بیعت کے شرف سے مشرف ہو رہی تھیں۔ اقصائے عالم میں پھیلے ہوئے وہ لاکھوں خوش نصیب اس پہلی عالمی بیعت کے نظارے کو نہ صرف اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے بلکہ حضور کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ بیعت کو اپنی اپنی زبانوں میں سُن سُن کر انہیں پختہ عزم کے ساتھ دہرا بھی رہے تھے۔

اس طرح یکم اگست ۱۹۹۳ء کا دن سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ کا ایک ایسا یادگار دن بن گیا جس کی پوری تاریخ انسانی میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس سے پہلے چشمِ فلک نے کب یہ نظارہ دیکھا تھا کہ کرۂ ارض کے پانچ براعظموں میں پھیلی ہوئی لاکھوں سعید روحیں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفۂ برحق کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے قبولِ حق کی سعادت سے ایک ہی وقت میں بہرہ یاب ہو رہی ہیں۔ وہ خلیفۂ وقت سے ہزارہا میل دور بھی ہیں اور دور ہونے کے باوجود قرب کی راحتوں سے لطف اندوز بھی ہیں۔ خلیفۂ برحق کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے الفاظِ بیعت کی گونج ایک ساتھ زمین کے کناروں تک سنی جا رہی ہے اور زمین کے کناروں تک پھیلی ہوئی لاکھوں سعید روحیں اس پر فی الفور لبیک کہہ رہی ہیں اور یہ کہ لاکھوں دلوں میں رونما ہونے والی پاک تبدیلی کے اِس روح پرور منظر کا کرۂ ارض کے لاتعداد باشندے بیک وقت مشاہدہ کر رہے ہیں اور زبانِ قال سے نہ سہی زبانِ حال سے گواہی دے رہے ہیں کہ ایک صدی قبل قادیان کی گمنام بستی سے اٹھنے والی آواز آج زمین کے کناروں تک پہنچ چکی ہے اور لاکھوں روحوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور وہ ہیں کہ عجب والہانہ انداز میں اس کی طرف کھنچی چلی جا رہی ہیں۔ یہ اس حقیقت کا ناقابلِ تردید ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ ؎

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

(اشتہار ۲۲ مئی ۱۸۸۶ء)

خدا تعالیٰ نے آج سے ایک صدی قبل حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

کو خبر دے دی تھی کہ آج تیرے ذریعہ جس للّٰہی جماعت کی بنیاد ڈالی جا رہی ہے شروع شروع میں تو اس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ شامل ہونگے لیکن بیعت کا یہ سلسلہ آگے چل کر بڑھے گا اور پھیلے گا۔ یہاں تک کہ پوری دنیا پر محیط ہو جائے گا۔ مشرق و مغرب کی تمام قوموں کے افراد اس میں شامل ہوتے چلے جائیں گے اور بالآخر تمام بنی نوع انسان جو نیک فطرت رکھتے ہیں اس جماعت میں شامل ہو کر دین واحد پر آ جمع ہوں گے اور اس طرح پورے کرۂ ارض پر اسلام کا غلبہ اپنے کمال کو پہنچ جائے گا۔ چنانچہ آپؑ نے ۱۸۸۹ء میں خدائی اذن کے تحت سلسلۂ بیعت کا آغاز کر کے جماعتِ احمدیہ کی بنیاد ڈالی تو آپ نے پہلے ایک اشتہار کے ذریعہ ایک دنیا کو مخاطب کر کے یہ اطلاع دی :

"خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لیے اور اپنی قدرت دکھانے کے لیے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن و صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلاوے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زلیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نگاہوں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لیے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔"

(اشتہار ۴ مارچ ۱۸۸۹ء)

اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگے چل کر اپنی ایک کتاب میں رقم فرمایا :

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا .... ہر قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔"

(تجلیات الٰہیہ)

یہ خدائی وعدے بحمد اللہ تعالیٰ اول دن سے ہی پورے ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ مخالفتوں کے شدید طوفانوں اور آندھیوں کے باوجود دنیا کے مختلف علاقوں اور ملکوں میں پھیلتی اور دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ صادقین کے اس گروہ نے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ابتداءً ایمان لایا تھا اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی پھیلائی۔ حتیٰ کہ ہوتے ہوتے یہ روشنی زمین کے آخری کناروں تک جا پہنچی اور دنیا کی کوئی قوم ایسی نہ رہی جس کی سعید روحیں اس روشنی سے منور نہ ہوئی ہوں۔ بالآخر خلافت رابعہ کے مبارک دَور میں عالمی ٹیلیوائز نظام کے ذریعہ بیک وقت زمین کے کناروں تک پیغام حق کی بالمشافہ اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ عالمگیر اشاعت اسلام کے اس نئے اور محیر العقول نظام کو شروع ہوئے دو سال ہی ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عالمی بیعت کے یکسر ایک جدید سلسلہ کی بنیاد ڈلوا کر اشاعت و غلبۂ اسلام کے ضمن میں ایک نئے عالمگیر اور انقلاب انگیز سلسلہ کا اجراء ممکن کر دکھایا۔ چنانچہ یکم اگست ۱۹۹۳ء کو پہلی عالمی بیعت نے جس میں بیک وقت دنیا کے پانچوں براعظموں میں پھیلی ہوئی ایک سو پندرہ (۱۱۵) قوموں کے دو لاکھ چھ ہزار تین سو آٹھ (۲۰۶۳۰۸) سعید الفطرت انسانوں نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دستِ مبارک پر بیک وقت بیعت کر کے کل عالم پر واضح کر دیا کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کے بموجب اپنی اس جماعت یعنی جماعتِ احمدیہ کو مسلسل بڑھا رہا اور ترقی پر ترقی عطا فرما رہا ہے اور اسے چہار دانگِ عالم میں برکت پر برکت دے رہا ہے اور تواتر کے ساتھ نازل ہونے والی ان برکتوں کے طفیل ہی یہ جماعت زمین پر پھیلتی اور محیط ہوتی چلی جا رہی ہے۔ یہ پہلی عالمی بیعت آسمان کی بلندیوں پر ظاہر ہونے اور چمکنے والا وہ چاند ہے جس کے انتشارِ نور کا نورانی نظارہ بیک وقت کل عالم نے دیکھا۔ اب اس وجد آفریں نظارے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ جماعتِ احمدیہ کی شکل میں جو روحانی چشمہ آج سے ایک صدی قبل جاری ہوا تھا اس سے اقوام عالم سیراب نہیں ہوئیں، دنیا بھر کی قومیں اس چشمہ سے سیراب ہو رہی ہیں اور اس شان سے ہو رہی ہیں کہ سیراب ہونیوالوں کی کثرت اور برکت دنیا والوں کیلئے حیرت اور استعجاب کا موجب بنی ہوئی ہے۔ اس کثرت اور برکت میں اضافہ پر اضافہ ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ حضرت مسیح موعودؑ کا قائم کردہ یہ سلسلہ زمین پر اس طرح محیط ہو جائیگا کہ سب کے ہی اس میں شامل ہو جانے سے حیرت و استعجاب کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ سب ہی خدائی وعدوں کے پورا ہونے پر اس کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے اس کا شکر بجا لا رہے ہوں گے اور کرۂ ارض کے گرداگرد تمام فضا حمد اور شکر کے ترانوں سے گونج رہی ہوگی۔

جن خوش نصیبوں کو پہلی عالمی بیعت کے مبارک موقع پر اسلام آباد (نزد ٹلفورڈ) میں حاضر ہو کر اس تاریخ ساز بیعت میں شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی وہ مشاہدہ و معائنہ اور ذاتی تجربہ کی بناء پر جانتے ہیں کہ پہلی عالمی بیعت کا منظر اس قدر رُوح پرور اور سرور آگیں تھا کہ دل گداز ہو کر فرطِ مسرت سے جھومنے لگے۔ اس مبارک موقع پر نازل ہونے والے فرشتوں کی تاثیرات کے زیرِ اثر روحیں پگھل پگھل کر آستانۂ الوہیت پر بہنے لگیں۔ حضور ایدہ اللہ نے بیعت کے الفاظ اس جذب، اس درد اور اس سوز کے ساتھ ادا کیے کہ بیعت

کے الفاظ دہرانے والوں پر سوز و گداز اور ربودگی کا عالم طاری ہوئے بغیر نہ رہا۔ خاص طور پر

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ

کی اثر و جذب میں ڈوبی ہوئی تکرار اور اُس کی بھرائی ہوئی مرتعش گونج نے ہر ہر بیعت کنندہ کے ہر ذرّہ وجود پر ایک لرزہ طاری کر دیا اور وہ ہزاروں ہزار افراد یکایک ایک اور ہی عالم میں جا پہنچے جہاں ہر طرف نور ہی نور تھا اور سرور ہی سرور تھا۔ پھر بیعت کے اختتام پر حضور کی اقتداء میں جو پُرسوز اجتماعی دعا ہوئی وہ عجب انقلابی و اقبالی کیفیت کی حامل تھی۔ اس کیفیت کے زیر اثر خشوع و خضوع کی حالت نقطۂ عروج کو جا پہنچی۔ وہ ایک ایسا وقت اصفاء تھا کہ یوں محسوس ہونے لگا کہ گویا رحمت خداوندی اپنے عاجز بندوں کو قبولیت کے فیضِ خاص سے نوازنے کی طرف مائل ہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہوا ہو۔ ایسے وقتِ اصفاء کا میسر آنا بہت بڑی سعادت ہے۔ حق یہی ہے کہ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

پس بہت ہی برکتوں والا تھا جماعت احمدیہ انگلستان کا ۲۸ واں جلسہ سالانہ جس میں پہلی عالمی بیعت کا نہایت رُوح پرور اور انقلاب انگیز واقعہ رونما ہوا اور مبارک ہیں اکنافِ عالم کی وہ لاکھوں سعید روحیں جنہوں نے ایک خاص الخاص وقت اصفاء میں پہلی عالمی بیعت کے ذریعہ قبولِ حق کی غیر معمولی سعادت پائی اور یقیناً مبارک ہیں ہم سب جنہیں رحمت خداوندی نے اس مبارک موقع پر حاضر ہونے، اس کا بچشمِ خود مشاہدہ کرنے اور اس کی پاک تاثیرات سے براہ راست فیضیاب ہونے کی نعمت غیر مترقبہ سے نوازا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

اس ضمن میں عالمی بیعت کے تاریخ ساز واقعہ کا ایک اور پہلو بھی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے اور وہ یہ کہ یہ اپنی نوعیت کا پہلا انقلاب انگیز واقعہ تو ہے ہی لیکن مزید برآں یہ اپنی ذات میں آئندہ ایسے عظیم الشان نشانوں کو منظرِ عام پر لانے والے ایک منفرد عظیم الشان نشان کی بھی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسا ذوالوجوہ نشان ہے جو انشاء اللہ العزیز بار بار اور ہر بار پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ رونما ہو کر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور آنحضور کے روحانی فرزند جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کرتا چلا جائے گا اور دنیا والوں کو یہ باور کراتا چلا جائے گا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقدّر کر رکھا ہے کہ اس آخری زمانہ میں اسلام روئے زمین پر جماعت احمدیہ کے ذریعہ ہی غالب آئے۔ سو ایسا ہی ہوگا اور ہو کر رہے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت اس خدائی تقدیر کو بدل نہیں سکتی۔

پھر بیسویں صدی عیسوی کے ختم ہونے سے پہلے پہلے یعنی اکیسویں صدی کے عین سر پر ایسے انقلاب انگیز نشان کا ظاہر ہونا اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ خدا نے چاہا تو اکیسویں صدی غلبۂ اسلام کی صدی ہوگی۔ اس لیے احمدی ہونے کی حیثیت میں ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم میں سے ہر ایک ابھی سے کمر ہمت کس لے اور دعوت الی اللہ میں پہلے سے بھی بڑھ کر سرگرم عمل ہو کر مزید قربانیاں کرنے اور ساتھ کے ساتھ تعلیم و تربیت کے میدان میں اہم اور عظیم الشان کام انجام دینے کے لیے تیار ہو جائے۔ ہمارا قادر و عزیز اور رحیم و کریم خدا ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین یا ارحم الراحمین آمین

تم بھی اے کاش کبھی دیکھتے سنتے اُس کو!

نُوروں نہلائے ہوئے قامتِ گلزار کے پاس
اِک عجب چھاؤں میں بیٹھے رہے ہم یار کے پاس

اُس کی اک ایک نگہ دل پہ پڑی ایسی کہ بس
عرض کرنے کو نہ تھا کچھ لبِ اظہار کے پاس

یُوں ہم آغوش ہوا مجھ سے کہ سب ٹُوٹ گئے
جتنے بھی بُت تھے صنم خانۂ پندار کے پاس

تُم بھی اے کاش کبھی دیکھتے سنتے اُس کو
آسماں کی ہے زباں یارِ طرحدار کے پاس

یہ محبّت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے
چل کے خود آئے مسیحا کسی بیمار کے پاس

یُونہی دیدار سے بھرتا رہے یہ کاسۂ دل
یُونہی لاتا رہے مولا ہمیں سرکار کے پاس

پھر اُسے سایۂ دیوار نے اُٹھنے نہ دیا
آ کے اِک بار جو بیٹھا تیری دیوار کے پاس

تجھ میں اک ایسی کشش ہے کہ بقولِ غالب
خُود بخود پہنچے ہے گُل گوشۂ دستار کے پاس

تیرا سایہ رہے سر پہ تو کسی حشر کی دھوپ
سرد پڑ جائے جو آئے بھی گنہگار کے پاس

عبیداللہ علیم

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک الفاظ میں

جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد اور برکات

ایمان اور معرفت میں ترقی

"اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لیے ضروری ہیں"
(آسمانی فیصلہ)

"تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کی معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔" (اشتہار)

روحانی فوائد اور ثواب

"اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔"

"اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔"

"لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لائیں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔"

اخلاق فاضلہ اور دینی مہمات میں سرگرمی

"اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کریں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور زہد و تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیز گاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخاۃ میں دوسروں کے لیے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لیے سرگرمی اختیار کریں۔" (شہادت القرآن)

صالحین کی صحبت سے فیض

"... ایک غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسول مقبولؐ کی محبت دل پر غالب آجائے ... اس غرض کے حصول کے لیے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے۔ کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔" (آسمانی فیصلہ)

دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ

"اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لیے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سفید لوگ دینِ حق کے قبول کرنے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔" (اشتہار)

نئے احباب سے تعارف

"اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ کر اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔"
(آسمانی فیصلہ)

رنجشیں اور اجنبیت مٹانے کا ذریعہ

"اس جلسہ میں تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لیے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لیے بدرگاہِ حضرت عزّت جلّ شانہٗ کوشش کی جائے گی" (آسمانی فیصلہ)

وفات پا جانے والوں کے لئے اجتماعی دعائے مغفرت

"جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لیے دعائے مغفرت کی جائے گی۔"
(آسمانی فیصلہ)

حضرت اقدسؑ کی دعاؤں میں شرکت

جو دوست ہر قسم کا حرج کر کے بھی اس بابرکت اجتماع پر تشریف لائیں گے وہ حضور کی اس دعا میں شریک ہوں گے جو حضور نے جلسہ کے لیے آنے والوں کے حق میں خدائے عزّوجلّ کے حضور خاص طور پر کی ہے اور جس سے اس جلسہ کی اہمیت اور عظمت پر روشنی پڑتی ہے حضور فرماتے ہیں:

"بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لیے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر تکلیف سے مخلصی عنایت کرے۔"

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کی روشنی میں

اکرامِ ضیف

مکرم مولانا بشیر احمد خاں صاحب رفیق، لندن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی کا نزول ہوا تو آپؐ غارِ حرا سے نہایت گھبراہٹ کی حالت میں مکہ تشریف لے گئے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو فرمایا کہ مجھے کمبل اوڑھا دو۔ جب آپ کی طبیعت میں کچھ سکون پیدا ہوا تو آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کو نزول وحی کا واقعہ سنایا اور فرمایا خدیجہ مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے جواب دیا، خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرنے والے کمزوروں کا بوجھ اٹھانے والے، محتاجوں کے لیے کمانے والے، مہمان نوازی کرنے والے اور راہِ حق میں مصائب سہنے والے ہیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہؓ کی گواہی کے مطابق آپ صلعم میں ایک خاص وصف مہمان نوازی کا تھا اور یہ اعلیٰ اخلاق میں سے ایک نہایت پسندیدہ خلق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک پر نظر ڈالنے سے یہ بات نمایاں طور پر نظر آتی ہے کہ آپ نہ صرف خود مہمان نوازی فرمایا کرتے تھے بلکہ اپنے صحابۂ کرام اور ازواج مطہرات کو بھی مہمان نوازی کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو اپنے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق تھے اور جو اسوہ محمدی پر قدم بقدم چلنے والے تھے بھی مہمان نوازی کے خلق عظیم سے متصف تھے۔ اکرام ضیف پر نہ صرف خود عمل پیرا تھے بلکہ اپنے مریدوں اور زوجۂ محترمہ کو بھی تاکیداً اکرام ضیف کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا انداز تلقین کسقدر خوبصورت مؤثر اور دل پذیر تھا اس کی ایک جھلک مندرجہ ذیل واقعہ میں ملاحظہ فرمائیں

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں :

"جب میں ۱۹۰۵ء میں ہجرت کر کے قادیان چلا آیا اور اپنی بیوی اور بچوں کو ساتھ لایا اس وقت میرے دو بچے محمد منظور عمر ۵ سال اور عبدالسلام عمر ایک سال کے تھے۔ پہلے تو حضرت اقدس نے مجھے وہ کمرہ رہنے کے واسطے دیا جو حضور کے اوپر والے مکان میں حضور کے رہائشی صحن اور کوچہ بندی کے اوپر والے صحن کے درمیان تھا۔ اس میں صرف دو چارپائیاں بچھ سکتی تھیں۔ چند ماہ ہم وہاں رہے اور چونکہ ساتھ ہی برآمدہ اور صحن میں حضرت اقدس معہ اہل بیت رہتے تھے اس واسطے حضور کے بولنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ایک شب کا ذکر ہے کہ کچھ مہمان آئے جن کے واسطے جگہ کے انتظام کے لیے حضرت سیدہ حیران ہو رہی تھیں کہ سارا مکان تو پہلے ہی کشتی کی طرح پُر ہے اب ان کو کہاں ٹھہرایا جائے۔ اس وقت حضرت اقدس نے اکرام ضیف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بیوی صاحبہ کو پرندوں کا ایک قصہ سنایا۔ چونکہ میں بالکل ملحقہ کمرہ میں تھا اور کواڑوں کی ساخت پرانے طرز کی تھی جن کے اندر آواز بآسانی دوسری طرف پہنچتی رہتی تھی اس واسطے میں نے اس سارے قصے کو سنا۔ فرمایا۔ دیکھو! ایک دفعہ جنگل میں ایک مسافر کو شام ہو گئی۔ رات اندھیری تھی۔ قریب اسے کوئی بستی دکھائی نہ دی اور وہ ناچار ایک درخت کے نیچے رات گزارنے کے واسطے بیٹھ رہا۔ اس درخت کے اوپر ایک پرندہ کا آشیانہ تھا۔ پرندہ اپنی مادہ کے ساتھ باتیں کرنے لگا کہ دیکھو یہ مسافر جو آشیانے کے نیچے زمین پر آ بیٹھا ہے یہ آج رات ہمارا مہمان ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ مادہ نے اس کے ساتھ اتفاق کیا اور ہر دو نے مشورہ کر کے یہ قرار دیا کہ ٹھنڈی رات ہے اور اس مہمان کو آگ تاپنے کی ضرورت ہے اور تو کچھ ہمارے پاس نہیں ہم اپنا آشیانہ توڑ کر نیچے پھینک دیں تاکہ وہ ان لکڑیوں کو جلا کر آگ تاپ لے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور سارا آشیانہ تنکا تنکا کر کے نیچے پھینک دیا۔ اس کو مسافر نے غنیمت جانا اور ان سب لکڑیوں اور تنکوں کو جمع کر کے آگ جلائی اور تاپنے لگا۔ تب درخت پر ان پرندوں کے جوڑے نے پھر مشورہ کیا کہ آگ تو ہم نے اپنے مہمانوں کو بہم پہنچائی اور اس کے واسطے سینکنے کا سامان مہیا کیا۔ اب ہمیں چاہیے کہ اسے کھانے کو بھی دیں۔ اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہم خود ہی اس آگ میں جا گریں اور مسافر ہمیں بھون کر ہمارا گوشت کھا لے۔ چنانچہ پرندوں نے ایسا ہی کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔"

(ذکرِ حبیب مولفہ مفتی محمد صادق صاحبؓ: صہ ۸۵)

آپ اپنے خدام کو بھی اس وصف کے پیدا کرنے کی تلقین فرمایا کرتے چنانچہ فرماتے ہیں:

"چونکہ آدمی بہت ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ کسی کی ضرورت کا علم نہ ہو۔ اس لیے ہر ایک شخص کو چاہیے کہ جس شے کی اسے ضرورت ہو وہ بلا تکلّف کہدے۔ اگر کوئی جان بوجھ کر چھپاتا ہے تو وہ گنہگار ہے۔ ہماری جماعت کا اصول ہی بے تکلفی ہے۔"

(ملفوظات جلد ۷۔ صہ ۱۰۲)

مہمانوں کے آرام کا آپ کو کس قدر خیال رہتا تھا اور ان کے آرام و آسائش کے لیے خود اپنی ذات پر کس طرح سختی فرمایا کرتے تھے۔ اس کے چند واقعات درج کرتا ہوں۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب جو آپ کے خاص رفقاء میں شمار ہوتے ہیں، فرماتے ہیں:

"دو شخص منی پور آسام سے قادیان آئے اور مہمان خانہ میں آکر انہوں نے خادمانِ مہمان خانہ سے کہا کہ ہمارے بستر اتارے جائیں اور سامان لایا جائے اور چارپائی بچھائی جائے۔ خادمان نے کہا کہ آپ خود اپنا سامان اتروائیں چارپائیاں بھی مل جائیں گی۔ دونوں مہمان اس بات پر رنجیدہ ہو گئے اور فوراً یکہ میں سوار ہو کر واپس روانہ ہو گئے۔ میں نے مولوی عبدالکریم صاحب سے یہ ذکر کیا تو مولوی صاحب فرمانے لگے جانے بھی دو ایسے جلد بازوں کو۔ حضرت اقدس کو اس واقعہ کا علم ہوا تو نہایت جلدی سے ایسی حالت میں کہ جُوتا پہننا بھی مشکل ہو گیا حضور ان کے پیچھے نہایت تیز قدم چل پڑے۔ چند خدام بھی ہمراہ تھے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ نہر کے قریب پہنچ کر ان کا یکہ مل گیا اور حضور کو آتا دیکھ کر وہ یکہ سے اُتر پڑے اور حضور نے انہیں واپس چلنے کے لیے فرمایا کہ آپ کے واپس ہونے کا مجھے بہت درد پہنچا ہے۔ چنانچہ وہ واپس ہوئے۔ حضور نے یکہ میں سوار ہونے کے لیے انہیں فرمایا اور فرمایا میں ساتھ چلتا ہوں مگر وہ شرمندہ ہوئے اور سوار نہ ہوئے۔ اس کے بعد مہمان خانہ پہنچے حضور نے خود ان کے بستر اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر خدام نے اتار لیے۔ حضور نے اسی وقت دو نواری پلنگ بچھائے اور ان پر ان کے بستر کروائے۔ ان سے پوچھا کہ آپ کیا کھائیں گے اور خود ہی فرمایا کہ اس طرف تو چاول کھائے جاتے ہیں اور رات کو دودھ کے لیے پوچھا۔ جب تک کھانا نہ آیا وہیں ٹھہرے رہے۔"

(سیرت المہدی جلد ۴۔ صہ ۴۴)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر بہت سے آدمی آئے تھے جن کے پاس کوئی پارچہ سرمائی نہ تھا۔ ایک شخص نبی بخش نمبردار ساکن بٹالہ نے اندر سے لحاف بچھونے منگوانے شروع کیے اور مہمانوں کو دیتا رہا۔ میں عشاء کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بغلوں میں ہاتھ دیے بیٹھے تھے۔ اور ایک صاحبزادہ جو غالباً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی تھے پاس لیٹے تھے اور ایک شتری چوغہ انہیں اوڑھا رکھا تھا۔ معلوم ہوا کہ آپ نے بھی اپنا لحاف بچھونا طلب کرنے پر مہمانوں کے لیے بھیج دیا۔ میں نے عرض کی کہ حضور کے پاس کوئی پارچہ نہیں رہا اور سردی بہت ہے۔ فرمانے لگے کہ مہمانوں کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے اور ہمارا کیا ہے رات گذر جائیگی نیچے آکر میں نے نبی بخش نمبردار کو بہت بُرا بھلا کہا کہ تم حضرت صاحب کا لحاف بچھونا بھی لے آئے۔ وہ شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ جس کو دے چکا ہوں اس سے کسطرح واپس لوں۔ پھر میں مفتی فضل الرحمٰن صاحب یا کسی اور سے ٹھیک یاد نہیں رہا لحاف بچھونا مانگ کر اوپر لے گیا۔ آپ نے فرمایا کسی اور کو دے دو مجھے تو اکثر نیند بھی نہیں آیا کرتی۔ اور میرے اصرار پر بھی آپ نے نہ لیا اور فرمایا کسی مہمان کو دے دو۔ پھر میں لے آیا۔"

(روایاتِ ظفر ۷۶)

حضرت منشی صاحبؓ فرماتے ہیں:

"آپؑ کی عادت تھی کہ مہمانوں کے لیے دوستوں سے پوچھ پوچھ کر عمدہ سے عمدہ کھانے پکواتے کہ کوئی عمدہ کھانا بتاؤ کہ جو دوستوں کے لیے پکوایا جائے۔ حکیم حسام الدین صاحب سیالکوٹی میر حامد شاہ صاحب مرحوم کے والد تھے ضعیف العمر آدمی تھے ان کو بلایا اور فرمایا کہ میر صاحب کوئی عمدہ کھانا بتلائیے جو مہمانوں کے لیے پکوایا جائے۔ انہوں نے کہا میں شب دیگ عمدہ پکوانی جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا اور ایک مٹھی روپیوں کی نکال کر ان کے آگے رکھ دی۔ انہوں نے بقدر ضرورت روپے اٹھا لیے اور آکر انہوں نے بہت سے شلجم منگوائے اور چالیس پچاس کے قریب کھونٹیاں لکڑی کی بنوائیں۔ شلجم چھلوا کر کھونٹوں سے کوچے لگوانے شروع کیے اور ان میں مصالحہ اور زعفران ایسی چیزیں بھروائیں۔ پھر وہ دیگ پکوائی جو واقعہ میں بہت لذیذ تھی۔ اور حضرت صاحب نے بھی بہت تعریف فرمائی اور مہمانوں کو کھلائی گئی۔" (روایاتِ ظفر ۸۱)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں:

"میں قادیان میں مسجد مبارک سے ملحق کمرے میں ٹھہرا کرتا تھا۔ میں ایک دفعہ سحری کھا رہا تھا۔ حضور تشریف لے آئے۔ دیکھ کر فرمایا۔ آپ دال سے روٹی کھا رہے ہیں۔ اور اسی وقت منتظم کو بلوایا اور فرمانے لگے آپ سحری کے وقت دوستوں کو ایسا کھانا دیتے ہیں۔ یہاں

ہمارے جس قدر احباب ہیں وہ سفر میں نہیں۔ ہر ایک سے دریافت کرو کہ ان کو کیا چیز کھانے کی عادت ہے اور وہ سحری کو کیا چیز پسند کرتے ہیں۔ ویسا ہی کھانا اُن کے لیے تیار کیا جائے۔ پھر منتظم میرے لیے اَور کھانا لایا مگر میں کھانا کھا چکا تھا اور اذان بھی ہو گئی تھی۔ حضور نے فرمایا۔ اذان جلد دی گئی ہے اس کا خیال نہ کرو۔"

(روایات ظفر ۱۰۳)

آپؑ کو خدام کی دلداری کس قدر محبوب تھی اس کی ایک جھلک مندرجہ ذیل واقعہ میں ملاحظہ کریں۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

"ایک مقدمہ کے تعلق سے میں ایک دفعہ گورداسپور میں رہ گیا تھا۔ حضور کا پیغام پہنچا کہ واپسی میں مل کر جائیں چنانچہ میں اور شیخ نیاز احمد صاحب' ایک دوست اور مفتی فضل الرحمٰن صاحب قادیان کو یکّے میں روانہ ہوئے۔ بارش سخت تھی اس لیے یکے کو واپس کرنا پڑا اور ہم بھیگتے رات کے دو بجے کے قریب قادیان پہنچے۔ حضور اسی وقت باہر تشریف لے آئے ہمیں چائے پلوائی اور بیٹھے باتیں پوچھتے رہے۔ ہماری سفر کی تمام کوفت جاتی رہی۔ پھر حضور تشریف لے گئے۔"

(روایات ظفر ۵۰)

ایک دفعہ میں قادیان سے رخصت ہونے لگا۔ حضور سے اجازت طلب کی۔ حضور نے فرمایا ٹھہر جائیں، اندر سے دودھ کا گلاس لائے اور پھر نہر تک ہمیں چھوڑنے گئے۔"

(روایات ظفر ۹۲)

میاں عبداللہ صاحب سنوری فرماتے ہیں کہ:

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعود بیت الذکر (مسجد مبارک کے ساتھ والا حجرہ جو حضرت صاحب کے مکان کا حصّہ ہے) لیٹے ہوئے تھے اور میں پاؤں دبا رہا تھا کہ حجرہ کی کھڑکی پر لالہ شرم پت یا لالہ ملاوا مل نے دستک دی۔ میں اٹھ کر کھڑکی کھولنے لگا مگر حضرت صاحب نے بڑی جلدی اٹھ کر تیزی سے جا کر مجھ سے پہلے زنجیر کھولدی اور پھر اپنی جگہ جا کر بیٹھ گئے اور فرمایا آپ ہمارے مہمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہیئے۔"

(روایات سیرت المہدی ۸۹ حصہ ۲)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں:

"غالباً ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہوگا۔ مجھے حضرت صاحب نے مسجد مبارک میں بٹھایا جو کہ اس وقت ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔ فرمایا آپ بیٹھے میں آپ کے لیے کھانا لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے۔ میرا خیال تھا کہ کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے۔ مگر چند منٹ کے بعد کھڑکی کھلی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے ہاتھ میں سینی اٹھائے ہوئے میرے لیے کھانا لائے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آپ کھانا کھائیے میں پانی لاتا ہوں

بے اختیار رقت سے میرے آنسو نکل آئے کہ جب حضرت ہمارے مقتدا اور پیشوا ہو کر ہماری یہ خدمت کرتے ہیں تو ہمیں آپس میں ایک دوسرے کی کس قدر خدمت کرنی چاہیئے۔" (ذکر حبیب مفتی محمد صادق صفحہ)

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ بڑی رات گئے ایک مہمان آ گیا۔ کوئی چارپائی خالی نہ تھی اور سب سو رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا۔ ذرا ٹھہریے میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور دیر تک واپس نہ آئے۔ مہمان نے خیال کیا شاید حضرت بھول گئے۔ اس نے ڈیوڑھی میں جھانکا تو دیکھا کہ ایک صاحب چارپائی بُن رہے ہیں اور حضرت مٹی کا دیا لیے کھڑے ہیں۔ چارپائی بُنی گئی اور مہمان کو دی گئی' ادھر مہمان صاحب عرقِ ندامت میں غرق ہو رہے تھے کہ میں نے آدھی رات کے وقت حضرت کو اس قدر تکلیف دی۔ اُدھر حضرت اقدس عذر فرما رہے تھے کہ معاف کرنا چارپائی لانے میں دیر ہو گئی۔"

حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر خرچ نہ تھا۔ ان دنوں جلسہ کے لیے الگ چندہ جمع ہو کر نہیں جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنے پاس سے صرف فرماتے تھے۔ میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے آکر عرض کی کہ رات کو مہمانوں کے لیے کوئی سامان نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیوی صاحبہ سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر کے سامان کر لیں۔ چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر صاحب روپیہ لائے اور مہمانوں کے لیے سامان بہم پہنچایا۔

(سیرت المہدی جلد ۲)

جناب مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری جو بہار کے رہنے والے تھے اور پٹنہ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے اور اپنے زمانہ کی مشہور شخصیت تھے ۱۸۸۷ء میں حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے قادیان تشریف لائے اور حضور سے ملاقات کی۔ آپ نے اپنے خیالات اور قلبی جذبات کا اظہار ایک رسالہ "تائید حق" میں بدیں الفاظ کیا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

مرزا صاحب کی مہمان نوازی کو دیکھ کر مجھے تعجب سا گذرا ایک چھوٹی سی بات لکھتا ہوں جس سے سامعین ان کی مہمان نوازی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مجھ کو پان کھانے کی بُری عادت تھی۔ امرتسر میں تو مجھ کو پان ملا لیکن بٹالہ میں مجھ کو پان کہیں نہ ملا۔ ناچار الائچی وغیرہ کھا کر صبر کیا میرے امرتسر کے ایک دوست نے کمال کیا کہ حضرت مرزا صاحب سے نہ معلوم کس وقت میری اس بری عادت کا تذکرہ کر دیا۔ چنانچہ میرزا صاحب نے گورداسپور ایک آدمی کو روانہ کیا۔ دوسرے دن گیارہ بجے کے وقت جب میں کھانا کھا چکا تو پان موجود پایا۔ سولہ کوس سے پان

میرے لیے منگوائے گئے۔"

مولانا ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی مولانا ابوالنصر مرحوم ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کے لیے قادیان تشریف لے گئے قادیان سے واپس جاکر انہوں نے اخبار "وکیل" امرتسر میں ایک مضمون لکھا فرماتے ہیں :

"میں نے کیا دیکھا۔ قادیان دیکھا۔ مرزا صاحب سے ملاقات کی اور ان کا مہمان رہا۔ مرزا صاحب کے اخلاق اور توجہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہیے.... اکرام ضیف کی صفت خاص اشخاص تک محدود نہ تھی۔ چھوٹے سے لیکر بڑے تک ہر ایک نے بھائی کا سا سلوک کیا.... مرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے۔ جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے، آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے.... مرزا صاحب کی وسیع الاخلاقی کا یہ ادنیٰ نمونہ ہے کہ اثنائے قیام کی متواتر نوازشوں پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقع دیا کہ ہم آپ کو اس وعدہ پر واپس جانے کی اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتہ قیام کریں۔"

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم مسجد مبارک میں کھانا کھا رہے تھے جو حضرت صاحب کے گھر سے آیا تھا۔ اتفاقاً میری نظر سالن میں ایک مکھی پر پڑ گئی۔ مجھے چونکہ مکھی سے طبعاً شدید نفرت ہے میں نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ خادمہ جب کھانے کے برتن واپس لے کر گئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر پڑ گئی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کھانا کس نے نہیں کھایا۔ خادمہ نے بتایا کہ سالن میں مکھی کی وجہ سے قاضی صاحب نے کھانا واپس بھجوا دیا ہے۔ آپ اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ فوراً اپنے سامنے کا کھانا اٹھا کر باہر بھجوا دیا اور اپنے ہاتھ کا نوالہ بھی برتن میں چھوڑ دیا خادمہ خوشی خوشی کھانا لائی اور بتایا کہ حضرت صاحب نے اپنا تبرک بھجوا دیا ہے۔ ———— ❖

تبلیغی میدان میں تائیدِ الٰہی کے ایمان افروز واقعات

تبلیغ کے مقدس فریضہ کی یاد دہانی کی غرض سے اور داعیان الی اللہ کے ذہنوں میں یہ مضمون اجاگر کرنے کے لیے کہ خدا تعالیٰ کی غیر معمولی تائید و نصرت ہمیشہ داعیان الی اللہ کے شاملِ حال رہتی ہے مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی نے مکرم و محترم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد، امام مسجد فضل لندن کی ایک تقریر جو آپ نے جلسہ سالانہ انگلستان ۱۹۹۱ء کے موقعہ پر فرمائی افادۂ عام کے لیے ایک خوبصورت کتابی شکل میں شائع کی ہے۔ قیمت صرف ۲ مارک ہے جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر یہ کتاب شعبہ اشاعت کے بک سٹال سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ ———— ❖

تو بھی انسان، مَیں بھی ہوں انسان
اک یہی ہے تری مری پہچان

ہے جہاں میں جہاں جہاں بھی حیات
زندگی کا یہ ایک ہی عنوان

ایک دھرتی کے ایک سے باسی
ایک سے زیست کے سرو سامان

جسم و جاں ایک سے ہیں ایک سا خون
ایک سے دل ہیں ایک سے ارمان

دل کی دنیا کے ایک سے جذبات
عشقِ صادق کے ایک سے رُومان

کیوں نہ شیرینیٔ بیاں بھی ہو ایک
سب کے منہ میں تو ایک سی ہے زبان

کچھ بھی تو باعثِ فساد نہیں
وطن و رنگ و نسل و دین ایمان

پھر یہ تفریقِ ما و تُو کیا ہے
اس پہ انسانیت ہو کیوں قربان

پھر یہ جنگ و جدال کیا معنی
کیا ہیں یہ خاک و خون کے طوفان

کیوں نہ مل بیٹھنے کی بات کریں
تاکہ انسانیت چڑھے پروان

ہاتھ میں ہاتھ دے کے آگے بڑھیں
فکرِ دانا و محنتِ نادان

ہے فرشتوں سے آدمی بہتر
آدمیت کا ہو اگر عرفان

زندگی زندگی بنے ناہیدؔ
کاش انسان بن سکے انسان

(عبدالمنان ناہیدؔ)

"جماعتِ احمدیہ کی ڈکشنری میں موت کا کوئی لفظ نہیں

جماعتِ احمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے زندگی اور اس سے بڑھ کر زندگی مقدر کی ہوئی ہے۔ لیکن جس جدوجہد کے ساتھ، جس کوشش کے ساتھ ہمیں زندگی کے نئے مقام عطا ہونے ہیں، نئی منازل ملنی ہیں اس کے لئے سب سے اہم کام آج **تبلیغ** ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مذہب اور وطنیت کا تصوّر، سیرت رسولؐ کی روشنی میں

ایک سنہری اصول

مکرم مولانا غلام باری سیف مرحوم

مکّی زندگی کے ترپن ۵۳ سالہ دور میں خدا کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ عقیدہ کے اختلاف کی وجہ سے بھی باہم گزارا جا سکتا ہے۔ آپ نے ہر قسم کی زیادتی، ظلم اور جور و جفا کو برداشت کیا لیکن تحمّل اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

عقبہ ثانیہ جو ہجرت سے کچھ پہلے مکّہ کی ایک گھاٹی میں پیش آیا آپ نے اپنے صحابہ سے مقابلہ کی اجازت پر یہی فرمایا مجھے لڑنے کی اجازت نہیں، برداشت اور صبر کا حکم ہے۔ (ابن ہشام جز اول، جلد ثانی صہ ۳۰۵، زیرِ عنوان اسماء النقبی الاثنی عشر و تمام خبر الحقبۃ) اس کے باوجود آپ نے مظلوموں کا حق دلوانے کے لیے 'حلف الفضول' کے معاہدہ کی رکنیت قبول فرمائی اور جب ایک بدو نے شکایت کی کہ ابو جہل میرا فلاں حق نہیں دیتا اور قریش نے اسے یہ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا کہ اب دیکھتے ہیں ابو جہل سے کس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا حق دلاتے ہیں تو قریش کے اس سردار سے آپ نے اس دیہاتی کا حق دلایا۔ اس معاہدہ کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ ہم ہر مظلوم کا حق اسے دلائیں گے۔ (ابن ہشام جلد اول صہ ۸۷ زیرِ عنوان حلف الفضول) یہ معاہدہ عبداللہ بن جدعان کے مقام پر ہوا تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے۔ اور مکّی زندگی میں قوم نے آپ کو امین یعنی امانت کا حق ادا کرنے والا اور دیانتدار کا لقب عطا فرمایا۔ خانہ کعبہ میں حجر اسود نصب کرتے وقت جب جھگڑے نے طول کھینچا اور اور قریب تھا کہ تلواریں بے نیام ہو جائیں آپ نے اس کا حل فرمایا جو سب کو قبول ہوا۔

ان سطور سے خاکسار کا مقصد یہ ہے کہ باوجود اختلافِ عقیدہ آپ نے اللہ کے حکم کے تحت صبر، برداشت، حسن اخلاق، نیک سیرت سے انہیں قائل کیا۔ لیکن عقیدہ میں مُداہنت نہیں دکھائی بلکہ ہر حالت میں عسر و یسر میں آپ نے دعوت الی اللہ کو جاری رکھا اور نیک کاموں میں ان سے تعاون جاری رکھا اور اپنے ساتھیوں کو دعا، درگذر اور صبر کی ہی تلقین فرمائی (ابنِ ہشام جلد اول جز ثانی صہ ۳۲۰ زیرِ عنوان نزول اذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القتال)۔ مکی زندگی کے اس پہلو کو ذہن میں رکھیے اور آئیے اب ہم آگے بڑھتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ سے ہجرت کی اجازت دے دی کہ اہل مکّہ نے آپ کو اس پر مجبور کر دیا تھا۔ انہوں نے آپ کا معاشی بائیکاٹ کیا مسلمان شعب ابی طالب میں محصور ہو کر رہ گئے۔ کھانے پینے حتیٰ کہ بچوں کے لیے دودھ تک انہوں نے روک دیا تو آپ اللہ کے اِذن کے تحت مدینہ روانہ ہو گئے۔ ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء بمطابق ۱۴ سن نبوی۔ آپ مدینہ کے لیے رات کو اس حالت میں گھر سے نکلے کہ مکان کے چاروں طرف تلوار بردار آپ کو قتل کے ارادہ سے گھیرے ہوئے تھے۔

مدینہ میں ایک مملکت کا قیام

مدینہ میں اس وقت پانچ قومیں آباد تھیں۔ یا چار مختلف مکاتبِ فکر مقیم تھے۔ ۱۔ مسلمان۔ مکہ کے مہاجر اور ساکنین مدینہ) ۲۔ مدینہ کے یہود۔ ۳۔ مدینہ کے نصرانی یعنی عیسائی۔ ۴۔ مدینہ کے غیر مسلم جن میں مشرک اور دیگر مختلف الخیال لوگ تھے۔ بعض نے مکہ کے مسلمان اور مدینہ کے مسلمانوں کو الگ الگ شمار کر کے پانچ قرار دیا ہے لیکن عقیدہ کے لحاظ یہ چار قومیں تھیں جن کے عقیدے، شریعت، رسم و رواج الگ الگ تھے مدینہ پہنچ کر جہاں آپ نے مکہ سے ہجرت کرنے والے اور مدینہ کے رہنے والے انصار کے درمیان بھائی چارہ یعنی مواخاۃ قائم فرمائی، وہاں اس نئی مملکت کے رہنے والے سب باسیوں کے درمیان ایک معاہدہ تحریر کیا جسے اسلامی مملکت کا پہلا تحریری دستور یا آئین قرار دیا گیا۔ اس کی نمایاں دفعات درج ذیل ہیں:۔

◎ — یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر مدینہ کا دفاع کریں گے۔ دفاعی اخراجات مشترکہ طور پر ادا ہوں گے۔ الفاظ یہ تھے۔ وانّ الیہود ینفقون مع المومنین ماداموا محاربین۔

◎ — یہود اور مسلمان ایک قوم، ایک اکائی، ایک وحدت ہوں گے الفاظ یہ تھے وانّ یہود بنی عوف امّۃ مع المومنین۔

◎ — ہر ایک کو مذہبی آزادی ہو گی۔ کسی کے مذہب سے تعرّض نہ ہوگا۔ للیہود دینھم وللمسلمین دینھم۔

◎ — مدینہ کی حرمت اور تقدیس اس معاہدہ میں شامل سب پر لازم ہو گی۔ وانّ یثرب حرامٌ جوفیا لاھل ھذہٖ الصحیفۃ۔

◎ — تمام فریق خیر خواہی اور اچھی باتوں میں تعاون کریں گے۔ وانّ بینھم النصح والنصیحۃ والبرّ دون ....

- مدینہ کا دفاع سب فریقوں کی مشترکہ ذمہ داری ہوگی۔ وانّ بینھم النصر علیٰ من دھم یثرب (ابن ہشام جلد اول جزء ثانی صد ۳۵۰-۳۵۱)۔
- یہود اپنے مذہب پر قائم رہیں گے۔ ان کے مال اور دین سے کوئی تعرّض نہ کیا جائے گا۔ (ابن ہشام جلد اول حصہ ثانی صد ۳۴۸)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دستور کو "میثاق مدینہ" کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہی وہ سنہری دستور ہے جو آج مہذب دنیا کا دستور ہے کہ مذہب کا معاملہ، عقیدہ کا اختلاف، وطنی اتحاد، تکریم وطن کے خلاف نہیں۔ اس معاہدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے عبد المتعال اپنی کتاب "السیاسۃ الاسلامیۃ فی عہد النبوّۃ" کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اسلامی سیاست کا محور یہ تھا لکھتے ہیں:

"جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو آپ نے چاہا کہ اسے عربوں اور یہود کے لیے ایک وطن بنائیں۔ دونوں فریق سے ایک امت ایسی تشکیل دیں جو ایک وطن میں اکٹھا رہتی ہو۔ ان کے درمیان مذہب کی وجہ سے کوئی اختلاف نہ ہو۔"

مصنف لکھتے ہیں:

"یقیناً اس معاہدہ نے دینی سیاست میں ایک نئی فتح کا دروازہ کھولا۔ اس معاہدہ نے آزادیٔ عقیدہ، آزادیٔ رائے زندگی اور جان و مال کی ایسی حرمت قائم کی جس کی مثال پہلے کسی مذہب میں پائی نہیں جاتی۔"

(السیاسۃ الاسلامیہ مطبوعہ دار الثقافۃ العربیہ صد ۶۳)

چھ ہجری کا معاہدہ

یہ ابتداء اور آغاز تھا اس مملکت کے دستور اور آئین کا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر کیا۔ اس کے بعد آئیے چھ ہجری کے معاہدہ حدیبیہ کی طرف۔ اس سے پہلے بدر، احد اور احزاب جس میں تمام قبائل عرب نے مل کر مدینہ کا محاصرہ کیا تھا اور شکست کھائی تھی۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "اب وہ ہم سے لڑنے کبھی نہ آئیں گے۔ بلکہ فتنہ کے فرو کرنے کے لیے ہم آگے بڑھیں گے۔ حدیبیہ کا معاہدہ اس لیے پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا قافلہ چودہ سو کی تعداد میں حج کے لیے روانہ ہوا۔ اب طاقت کا توازن قطعی طور پر مسلمانوں کے حق میں تھا لیکن اہل مکہ نے نہ چاہا کہ مسلمان اس سال حج کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان کو جنگوں نے کھا لیا ہے۔ یہ کیا کرتے ہیں۔ میں جنگ کی نیت سے نہیں آیا۔ خدا کی قسم مکہ والے حرم کی حفاظت کے لیے جو مطالبہ بھی مجھ سے کریں گے میں اسے مان لوں گا"

(ابن ہشام جلد ثانی جزء ثالث صد ۷۶۶،۷۷۵)

آپ اندازہ کیجئے قریش کے سب کس بل نکل چکے ہیں۔ ان چھ سالوں میں پُل کے نیچے سے بہت پانی بہہ چکا ہے۔ آپ باوجود طاقت رکھنے کے بعض اکابر صحابہ کی مرضی کے خلاف تمام وہ شرائط تسلیم کر لیتے ہیں جو قریش نے پیش کیں۔ صرف حرم کی حفاظت اور قیام امن کے لیے۔ خانہ کعبہ کے تقدس کے لیے آپ نے اپنے اور صحابہ کے جذبات کی قربانی کی کہ ہم اگلے سال حج کر لیں گے۔

یہ معاہدہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ اختلاف عقیدہ کے باوجود باہم گزر رہ سکتے ہیں۔ اس کے لیے بے شک جذبات کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ آج کی مہذب دنیا میں یہ دستور مملکت بن سکتا ہے جہاں مختلف مذاہب اور مکاتبِ فکر کے لوگ رہتے ہوں۔ مذہب ہر ایک کو عزیز ہوتا ہے اور فطرتِ انسانی بھی عزیز ہے۔ اسی طرح وطن کی حرمت بھی بجا اور مقدس فریضہ ہے۔

مذہب اور وطنیّت کا تعلق

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"مذہب اور وطنیت کا کیا تعلق ہے یہ ایک اہم سوال ہے اور ہندوستان میں اس وقت سب سے بڑا مسئلہ یہی بن چکا ہے۔ بعض لوگ مذہب کے نام پر ہندوستان کی وطنیت کو کلیتًا اپنانے کے خواب دیکھ رہے ہیں، اور ایسے لوگ ہندوستان دن بدن زیادہ قوت اور اقتدار حاصل کرتے جا رہے ہیں۔ یہ ہندوستان ہی کے لیے نہیں دنیا کے امن کے لیے خطرہ بن گیا ہے۔ اور یہی ظلم پاکستان میں ہوا ہے کہ وطنیت کے تصور کو مذہب کے ساتھ اس طرح باندھا گیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے سے اعتماد اٹھ گیا اور ایک دوسرے کے حقوق پامال ہوئے اور یہ خطرہ محسوس ہوا کہ مذہب جتنا ترقی کریگا اس سے وطنیت کو نقصان پہنچے گا اور مختلف قومیں اس وطن کی طرف منسوب ہوتے وقت رفتہ رفتہ خطرات محسوس کرنے لگیں گی۔ یعنی اپنی قومیت سے خطرات پیدا ہو جائیں گے۔ یہ وہ خطرناک اور غلط روح ہے جس کے ازالہ کے لیے آج شدید ضرورت ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے وطنیت کا جو تصور پیش فرمایا اس تصور میں ایک وطن کے ہم وطن باشندوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ایسی محبت کے ساتھ اور باہمی اعتماد کے ساتھ رہنا چاہیے کہ اس کے نتیجہ میں مذہبی اختلاف یا علاقائی اختلافات ایک وطن کے رہنے والوں کو ایک دوسرے سے دور کرنے کی بجائے اور زیادہ قریب کر سکے اور اقلیتوں کو اکثریت پر پہلے سے بڑھ کر اعتماد ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں جو تعلیمات دی ہیں وہ بہت وسیع اور تفصیلی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جہاں وطنیت کے متعلق فرمایا وہاں یہ فرمایا وطن کی محبت بھی ایمان کا ایک حصّہ ہے۔"

(خطاب جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۲ء اختتامی خطاب

باقی صفحہ نمبر ۵۱ پر ملاحظہ فرمائیں

فیوضِ محمدیّہ امّت میں جاری ہیں

مکرم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم، مشنری انچارج جرمنی

قرآن کریم اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں سب سے بڑا فتنہ جس سے نسل انسانی عموماً اور اُمّت مسلمہ خصوصاً دوچار ہونے والی تھی وہ دجّالی فتنہ یا عیسائیت کا فتنہ ہے۔ اس فتنہ کو قرآن کریم میں

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ (مریم ۹۱ - ۹۲)

کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے اور حدیث میں

مامن نبی الاقد انذر امتہ الاعور الکذاب الا انہ اعور وان ربکم لیس باعور۔ مکتوب بین عینیہ ک ف ر، وفی روایۃ ان الدجال اعور العین الیمنی فمن ادرکہ فلیقرأ علیہ فواتح سورۃ الکھف فانھا جوازکم من فتنتہ.... مشکوٰۃ کتاب الفتن

کے الفاظ سے متنبہ کیا گیا ہے۔

عیسائیت نے دجالیت سے جہاں ایک طرف حیاتِ مسیح کا عقیدہ مسلمانوں میں رائج کیا جیسا کہ لکھا ہے

ففی زاد المعاد للحافظ ابن قیّم رحمہ اللہ تعالےٰ ما یذکر ان عیسیٰ رفع وھو ابن ثلاث وثلاثین سنۃ لایعرف بہ اثر یجب المصیر الیہ قال الشامی وھو کما قال فأن ذالک انما یُروٰی عن النصاری فتح البیان جلد ۲ صد ۴۹

اور اس طرح مسیح علیہ السلام کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ایسا ہی افضل قرار دیا جیسا کہ ایک زندہ، مردہ سے افضل ہوتا ہے۔

وہاں انہوں نے مسلمانوں کے ختم نبوت سے متعلق صحیح عقیدہ کی غلط توجیہ کے نتیجہ میں اس امر پر زور دینے میں اپنا پورا زور صرف کر ڈالا تھا کہ نعوذ باللّٰہ اسلام ایک مردہ مذہب ہے جس میں روحانی فیوض کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے۔

ان بیرونی فتنوں کے علاوہ قرآن کریم اور احادیث نے مسلمانوں کی اندرونی خرابی اور عملی کمزوری کی بھی نشان دہی کر دی تھی کہ ایک زمانہ آئے گا جب رسول پاکؐ کی روح بول اُٹھے گی۔

یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القران مھجورًا

اور ان کی حالت اس قدر بد ہو جائے گی کہ

لایبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القران الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدی علماءھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود مشکوٰۃ

جب قرآن کریم اور احادیث میں بیان کردہ یہ پیشگوئیاں بعینہٖ روز روشن کی طرح پوری ہو گئیں تو اللہ تعالےٰ نے اپنے کلامِ پاک اور اپنے محبوب رسول کی دوسری پیشگوئیوں کے مطابق مسلمانوں کی یاوری کی اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روحانی فرزندوں میں سے ایک عظیم روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کو مسیح موعود کے منصب پر فائز کر کے دنیا میں مبعوث فرمایا۔ آپ نے ایک طرف بیرونی فتنہ کے استیصال کیلئے قرآن کریم اور احادیث کے زبردست دلائل سے حضرت مسیح علیہ السّلام کا وفات یافتہ ہونا ثابت کرتے ہوئے کسرِ صلیب کی پیشگوئی کو پورا کیا۔ تو دوسری طرف آنحضرت صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے عظیم الشّان منصبِ ختم نبوت کی اصل اور حقیقی تشریح جسے مسلمان بُھلا بیٹھے تھے ازسرِ نو دُنیا کے سامنے پیش کر کے جملہ انبیاء اور تمام مذاہب کے بالمقابل صرف اور صرف آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا زندہ نبی ہونا قرآن کریم کا زندہ کتاب ہونا اور اسلام کا زندہ مذہب ہونا اپنے وجود باجود کے ذریعہ ثابت کرتے ہوئے

لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من ھؤلاء

کے مصداق ہو گئے۔

اس بات سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں کہ

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۝

کے مطابق انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیا گیا ہے اور انسانوں میں سے انبیاء کو افضلیت کا مقام حاصل ہے اور

تلک الرّسل فضّلنا بعضھم علیٰ بعض

کی روشنی میں انبیاء میں بھی درجات ہیں اور سب سے اعلیٰ اور افضل مُرتبہ اس رسول پاک کو ملا جسے قرآن کریم میں خاتم النبیین کے عظیم الشان لقب سے نوازا گیا ہے اور جو کائنات کی پیدائش کا نکتہ مرکزی

لولاک لما خلقت الافلاک

کے مطابق قرار دیا گیا ہے۔

اللّٰھم صلّ وسلّم علیہ بعد ھمہ وغمہ لامتہ آمین.

جس زمانہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام مبعوث ہوئے اس وقت آیت ماکان محمّد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیّین۔

میں بیان کردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند شان منصب خاتم النبیّین کی ایسی توجیہہ اپنا بیٹھے تھے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیّین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ آپ کے بعد ہر قسم کی نبوّت کا دروازہ کلّی طور پر بند ہو چکا ہے آئندہ کے لئے کوئی شخص کسی صورت اور کسی حالت میں بھی نبوت کا مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ جو نبی آنے تھے وہ سب کے سب آپ کی بعثت سے قبل آچکے۔ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ صرف یہ کہ دوسری امّتوں میں سے کسی فرد کو نبوّت کا مقام نہیں ملے گا بلکہ خود امّت محمّدیہ جو خدائی فرمان

کنتم خیر امّۃ اخرجت للنّاس

کے مطابق خیر الامت ہے اب اس نعمت کے حصول سے یکسر محروم و بے نصیب ہے

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ مرزا غلام احمد علیہ الصّلٰوۃ والسّلام نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کی حیثیت سے آنحضرت صلعم ہی کی اتباع کی برکت اور عظیم الشّان فیضان کے نتیجہ میں آنحضور ہی کے لائے ہوئے آخری دین اسلام کی سربلندی کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے تھے آنحضرت صلعم کے عدیم المثال مقام ختم نبوّت کی اصل حقیقت کو قرآن احادیث اور بزرگان سلف کے اقوال سے ایک دفعہ پھر اعلیٰ طریق سے بیان فرمایا اور آپ کی بیان فرمودہ حقیقت کے مطابق جماعتِ احمدیہ اس یقین پر قائم ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے لئے رحمت تھے۔ آپ نے اُکر دُنیا کو فیوض آسمانی سے محروم نہیں کر دیا بلکہ آپ کی مبارک بعثت سے اللہ تعالےٰ کے فیوض کی روانی پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی ہے اگر پہلے وہ ایک نہر کی طرح بہتے تھے تو اب ایک دریا کی طرح بہتے ہیں۔ کیونکہ پہلے علم کمال کو نہیں پہنچا تھا اور علمِ کامل کے بغیر عرفان کامل بھی حاصل نہیں ہو سکتا اور اب علم اپنے کمال کو پہنچ گیا ہے اور قرآن کریم میں وہ کچھ بیان کیا گیا ہے جو اس سے پہلے کی کتب میں بیان نہیں کیا گیا تھا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل لوگوں کو عرفان میں زیادتی حاصل ہوئی ہے اور عرفان میں زیادتی کی وجہ سے اب وہ ان اعلیٰ مقامات پر پہنچ سکتے ہیں جن پر پہلے لوگ نہیں پہنچ سکتے تھے۔

قرآن مجید میں کوئی آیت یا کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہونا ثابت ہوتا ہو بلکہ اس کے خلاف جا بجا یہ بیان موجود ہے کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات سیّد وُلدِ آدم حضرت خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدائی نعمتوں، رحمتوں اور برکتوں کے دروازے پہلے سے بھی بہت زیادہ وسیع صورت میں کھل گئے ہیں۔

(۱)

قرآن مجید کی سب سے افضل ترین اور سب سے پہلی سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ عظیم الشّان دعا سکھلائی ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم ۙ صراط الّذین انعمت علیھم ۙ

یعنی اے ہمارے ربّ تو ہمیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت دے۔ یعنی ان لوگوں کے طریق پر چلا جن پر تو نے اپنے انعام کئے ہمیں سیدھے رستے کی طرف ہدایت دے وہ رستہ جو تیری طرف سے انعام پانے والوں کا راستہ ہے۔ ہمیں قرآن کریم سے ہی معلوم کرنا چاہیئے کہ صراط مستقیم کونسا ہے اور

صراط الّذین انعمت علیھم ۙ

سے کیا مراد ہے۔

اس سلسلہ میں سورۃ نساء کی یہ آیات قابل غور ہیں

وَلَوْ اَنَّھُمْ فعلوا ما یوعظون بہ لکان خیرا لّھم واشدّ تثبیتاً ۙ وّاذاً لّاٰتینھم مّن لّدنّا اجراً عظیماً ۙ وّلھدینھم صراطاً مّستقیماً ۝ و من یطع اللّٰہ والرسول فاولٰئک مع الّذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیّین والصّدّیقین والشّھدآء والصّٰلحین ۚ وحسن اولٰئک رفیقاً ۝

سورۃ نساء آیت ۶۷ - ۷۰

یعنی اگر لوگ اسی طرح عمل کرتے جس طرح ان سے کہا جاتا ہے تو ان کے لئے اچھا ہوتا اور ان کے دلوں کو یہ بات مضبوط کر دیتی اور اس صورت میں ہم ان کو بہت بڑا اجر دیتے اور ہم ان کو صراط مستقیم دکھا دیتے اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں شامل کئے جائیں گے جن پر اللہ نے انعام کئے ہیں یعنی نبیوں میں اور صدیقوں میں اور شہیدوں میں اور صلحاء میں اور یہ لوگ نہایت ہی عمدہ دوست ہیں یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ خوب جاننے والا ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ منعم علیہ گروہ کا راستہ دکھانے سے مراد نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صلحاء کے گروہ میں شامل کرنا ہے پس جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی معرفت ہمیں ہدایت کی کہ ہم قریباً چالیس دفعہ دن میں سورۃ فاتحہ کی دعا کے ذریعہ اس سے صراط مستقیم کے لئے دعا کریں اور وہ خود صراط مستقیم کی تشریح یہ کرتا ہے کہ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صلحاء کے گروہ میں شامل کر دیا جائے تو کس طرح ممکن ہے کہ اس امّت کے لئے نبوّت کا دروازہ کلی طور پر بند کر دیا جائے ... کیا یہ ممکن ہے کہ وہ ایک طرف تو ہم پر زور دے کہ مجھ سے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صلحاء کے انعامات مانگو اور دوسری طرف صاف کہہ دے کہ میں نے تو یہ انعام اس امّت کے لئے ہمیشہ کے لئے روک دیا۔ حاشا و کلّا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ انعام روک دیا ہوتا تو وہ کبھی ہمیں سورۃ فاتحہ میں منعم علیہ گروہ کے راستہ کی طرف راہنمائی کی دعا نہ سکھاتا اور پھر کبھی اس راستہ کی تشریح یہ نہ فرماتا کہ ہمارے اس رسول کی اتباع سے انسان نبیوں کے گروہ میں بھی شامل ہو جاتا ہے۔ الغرض اس آیت کی رو سے آنحضرت صلعم کا مقام اتنا بلند ہے کہ آپ کی پیروی انسان کو بڑے سے بڑے روحانی انعام کا وارث بنا سکتی ہے اور کوئی انعام ایسا نہیں جو آپ کے سچے متّبع کی پہنچ سے باہر ہو۔ اس کے مقابل پر جب اللہ تعالیٰ دوسری آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی نبیوں کا ذکر کرتا ہے تو وہاں نبوّت کے انعام کا ذکر چھوڑ کر صرف صدیقوں اور شہیدوں کے ذکر پر ہی اکتفاء کرتا ہے۔

الّذین اٰمنوا باللّٰہ ورسلہ اولٰئک ھم الصّدّیقون ۖ والشّھداء عند ربّھم

سورۃ الحدید آیت ۲۰

جب اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کے جاری رہنے اور آپ کی کامل پیروی سے نبوّت کے امّت میں جاری رہنے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے تو بعض کوتاہ اندیش کہتے ہیں کہ اس آیت میں

مع الّذین انعم اللّٰہ علیھم ہے نہ کہ

من الّذین انعم اللّٰہ علیھم

باقی صفحہ نمبر ۶۱ پر ملاحظہ فرمائیں

دعوت الی اللہ اور ہماری ذمہ داریاں

محترم جمال الدین شمس صاحب، مربی سلسلہ ربوہ

دعوتِ الی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف مخلوقِ خدا کو بلانا، اس کی اہمیت اور شدت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوجاتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر قوم میں انبیاء علیہم السلام کو یہ فریضہ دے کر مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے اپنی قوم کو یہ ہدایت اور نصیحت فرمائی کہ اپنی برائیاں اور گناہوں کو دُور کرو اور خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر اس کی تعلیم کے مطابق زندگی گزارو، اور اس کی عبادت کر کے اس کے حقیقی عبد بن جاؤ۔

ہمارے پیارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تبارک تعالیٰ نے مخاطب فرمایا

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ــــ الاحزاب ۴۶

اس آیت میں آپ کو داعی الی اللہ کے نام سے پکارا گیا اور متعدد آیات قرآنی میں حکم ہوا:

یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ــــ المائدۃ ۶۸

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ــــ النحل ۱۲۶

وَلَا یَصُدُّنَّکَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْکَ وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ القصص ۸۸

فاصدع بما تؤمر

قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ــــ یوسف ۱۹

اور لوگوں کو نصیحت کی گئی

یٰقَوْمَنَاۤ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوْا بِہٖ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُجِرْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ

(الاحقاف: ۳۲)

کہ اے لوگو! داعی الی اللہ کی بات مان لو اور ایمان لے آؤ تمام گناہ نہ صرف بخشے جائیں گے بلکہ عذاب الیم اور مصائب و مشکلات سے نجات پا جاؤ گے۔

دعوت الی اللہ ربانی پیغام نصیحت اور ہمدردی کی راہ کی جاتی ہے۔ اس میں کسی قسم کا جبر اور سختی کی اجازت نہیں۔ کیونکہ حکم دیا گیا:

اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَکِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَیْھِمْ بِمُصَیْطِرٍ ۝

(الغاشیۃ: ۲۲-۲۳)

اِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ــــ (المائدۃ ۹۳)

وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ــــ العنکبوت ۱۹

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ ــــ الکہف ۳۰

ہمارے پیارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت الی اللہ کی ذمہ داریوں کو جس خوبی اور حسن اور احساس ذمہ داری سے ادا فرمایا اس کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عالم الغیب خدا جو دل کی پاتال تک سے واقف ہے نے گواہی دی۔

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ــــ الکہف ۷

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۝

الشعراء ۴

شائد تو اپنے آپ کو ان کی اس وجہ سے کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتے ہلاک کر دے گا۔

آپ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دعوت الی اللہ کے فریضہ کی ادائیگی میں گذارا ہے اور ہر موقعہ سے دعوت الی اللہ کی راہ نکالی ہے صحابہ میں آپ نے ایسی روح پھونکی کہ انہیں آرام نہ آتا تھا جب تک خدا تعالیٰ کی باتیں لوگوں میں نہ پھیلالیں۔ حضرت علیؓ کو فرمایا: "اے علی اگر خدا تعالیٰ تیرے ذریعہ ایک شخص کو ہدایت فرما دے تو تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے"۔ (بخاری کتاب المغازی)

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"... قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ تمہیں نیکی کی ضرور ہدایت کرنی ہے اور برائی سے ضرور روکنا ہوگا ورنہ عین ممکن ہے اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے پھر تم اس سے دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ کی جائے۔" ــــ (مشکوٰۃ کتاب الادب)

قرآن مجید نے امت مسلمہ کے خیر امت ہونے کی علامت یہی بتائی ہے کہ وہ دعوت الی اللہ کر کے نیکیوں کو رواج دیں اور بدیوں کو معاشرہ سے مٹا دیں۔ (العمران: ۱۱۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور ہدایات کے مطابق صحابہ کرام اجمعین نے دعوت الی اللہ کے فرائض کو ادا کیا۔ دور دراز کے سفر اختیار کیے۔ دوسرے لوگوں میں دعوت الی اللہ کی روح پیدا کی اور انہوں نے آگے ایسی جماعتیں پیدا کیں جو اس فریضہ کو نہ صرف

ادا کرنے والی تھیں بلکہ مزید جماعتیں پیدا کرنے والی تھیں۔ تاریخِ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ جب تک امتِ مسلمہ نے دعوت الی اللہ کو فریضہ کے طور پر ادا کیا۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور فضلوں کے وہ وارث بنے رہے جہاں گئے بے سروسامانی کی حالت میں خدا تعالیٰ نے ان کی مدد و نصرت فرمائی لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت اور عزت کو قائم فرمایا اور دنیا سے فی الحقیقت اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کا عملی نمونہ دیکھا اتباع نبوی میں دین اسلام کی اشاعت اور فروغ میں زندگی وقف کرنے والے اگر جنگلوں میں جا بیٹھے تو خدا تعالیٰ نے سینکڑوں ہزاروں کو ان کے گرد جمع کر کے وہاں بستیاں اور شہر آباد کر دیے۔

جب مسلمانوں نے اس فریضہ کی ادائیگی میں سستی کی، دنیاداری اور قشر پسندی پر راضی ہو گئے تو خدا تعالیٰ کی مدد و نصرت سے محروم کر دیے گئے۔ ان سے روحانیت جاتی رہی اور وہ اندرونی اور بیرونی خطرات میں گھر گئے تو خدا تعالیٰ کی رحمانیت نے جوش مارا اور اس روح کو پیدا کرنے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا اور آپ نے جماعت کی ہر پہلو سے راہ نمائی فرمائی اور جماعت کو ان راہوں پر گامزن کیا جو قومی سربلندی اور دعوت الی اللہ کے لیے ضروری تھیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا :

"ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور پھر اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچائیں اور اس میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جائیں"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۹۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت کی وجہ سے اُس زمانہ میں ہر احمدی داعی الی اللہ تھا ہر شخص دعوت الی اللہ کر رہا تھا۔ ایک شخص زمیندار کھیتوں میں ہل چلاتا تھا تو وہ بھی دعوت الی اللہ کر رہا ہوتا تھا۔ ایک تاجر جب لفافوں میں سودا ڈال کر گاہکوں کے ہاتھ فروخت کر رہا ہوتا تھا تو اس وقت وہ دعوت الی اللہ کا کام بھی کر رہا ہوتا تھا۔ کوئی احمدی کسی بھی حیثیت کا ہو خواہ وہ وکیل ہو یا ڈاکٹر ہو خواہ تاجر ہو یا کوئی اور پیشہ کا حامل ہو پہلے وہ داعی تھا اور اس کی دوسری حیثیت بعد میں تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بہتّر ہزار بیعتیں سالانہ ہوا کرتی تھیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنے دل میں یہ تڑپ رکھتے تھے ؎

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
ایک عالم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے میری طرف اے ساربان جگ کی مہار
ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار

حضرت مصلح موعودؓ نے دعوت الی اللہ کے فریضہ کو ادا کرنے کیطرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا

ہمت کرو اور بڑھتے چلے جاؤ اور دنیا کے کناروں تک خدا کے نام کو پھیلا دو۔ اس راستہ میں تمہیں جو بھی قربانی کرنی پڑے اس سے مت گھبراؤ اور نہ رُکو۔ اور صرف ایک مقصد لے کر کھڑے ہو جاؤ اور اس عرفان کے خزانے کو دنیا میں پہنچاؤ جس کے لیے احادیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود خزانے تقسیم کرے گا مگر لوگ نہیں لیں گے مسیح موعود نے تمہیں قرآن کے خزانے دیے ہیں ان کو تمام دنیا میں پہنچا دو اور پھیلا دو۔"

(خطبات محمودؔ جلد اول صـ۴۹)

دعوت الی اللہ کی اہمیت اور پھیلتے ہوئے تقاضوں کے پیشِ نظر حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے ساتھ ہی جماعت کو اس فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی اور درجنوں کی تعداد میں اس موضوع پر خطبات ارشاد فرمائے اور جماعت پر یہ بات واضح فرمائی کہ :

"تبلیغ کوئی طوعی چندہ نہیں ہے کوئی نفل نہیں ہے کہ نہ بھی ادا کریں گے تو آپ کی روحانی شخصیت مکمل ہو جائیگی دعوت الی اللہ فریضہ ہے اور ایسی شدت کے ساتھ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے اگر دعوت نہ دی تو تُو نے رسالت کو ہی ضائع کر دیا۔ آپ کی امت بھی جوابدہ ہے اور ہم میں سے ہر ایک جواب دہ ہے۔"

(خطبہ جمعہ ۱۲ جولائی ۱۹۸۵ء)

پھر فرمایا :

"پس میں تمام احباب جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ تمام دنیا کے انسانوں کو خدائے حی وقیوم کی طرف بلائیں۔ مشرق کو بھی بلائیں اور مغرب کو بھی بلائیں ..... اے محمدؐ کے غلامو! اور اے دینِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالو! اب اس خیال کو چھوڑ دو کہ تم کیا کرتے ہو اور تمہارے ذمہ کیا کام لگائے ہیں۔ تم میں سے ہر ایک داعی ہے اور ہر ایک خدا کے حضور جواب دہ ہوگا۔ تمہارا کوئی بھی پیشہ ہو کوئی بھی تمہارا کام ہو دنیا کے کسی خطّہ میں بس رہے ہو۔ کسی قوم سے تمہارا تعلق ہو تمہارا اولین فرض یہ ہے کہ دنیا کو محمد کے رب کی طرف بلاؤ اور ان کے اندھیروں کو نور میں بدل دو اور ان کی موت کو زندگی بخش دو۔"

(خطبہ جمعہ ۲۵ فروری ۱۹۸۳ء)

۳۰ جنوری ۱۹۸۷ء کے خطبہ جمعہ میں نصیحت فرمائی کہ :

"ہر احمدی کو آئندہ دو سال کے لیے دوبارہ یہ عہد کرنا چاہئے کہ میں سال میں ایک دفعہ ایک احمدی بنانے کا جو میں عہد کرتا رہا ہوں یا سنتا رہا ہوں کہ مجھے یہ عہد کرنا چاہیے ... میں بھی اپنا نام خدا تعالیٰ کی اس فہرست میں لکھوالوں جس کا ذکر قرآن کریم کی آیات میں ملتا ہے ... اسی طرح ایک خاندان ایک اور خاندان کو احمدی بنائے۔"

ہم میں سے ہر شخص دعوت الی اللہ کرے اور مؤثر دعوت الی اللہ کرے اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس کی دعوت کو پھل نہ

لگنے لگ جائیں" (خطبہ جمعہ ۲۷ اگست ۱۹۸۷ء)

فرمایا :

"وہ احمدی جو ابھی تک دعوت الی اللہ کے کام سے غافل ہیں ان کو میں بتاتا ہوں کہ اب تو یہ حالت ہے کہ وہ مجرم بنتے چلے جارہے ہیں۔ خدا کی تقدیر ان لوگوں کو قریب لانے کا انتظام کررہی ہے ... اس کے باوجود اگر آپ ان کو دین حق سے متعارف نہیں کرواتے تو ان کو دین حق سے محروم رکھنے کا گناہ آپ سر لیتے ہیں اور یہ بڑی جرأت ہے اور بڑی بے حسی بھی ہے" (خطبہ جمعہ ۲۵ نومبر ۱۹۸۷ء)

نیز فرمایا :

حقیقت یہ ہے کہ وہ جماعت جو دوسروں کو اپنے اندر شمولیت کی دعوت دینے کے فریضہ کو بھلا بیٹھے وہ اپنی اولادوں کو بھی کھو دیتے ہیں جو انہوں نے پہلے حاصل کی تھیں اور ہر ایک پہلو سے اچھائی کا معیار گرنے لگتا ہے"
(خطبہ جمعہ ۲۵ جولائی ۸۷ء)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اُدْعُ اِلٰی رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (القصص آیت ۸۲) فرما کر انذار فرمایا ہے۔

◎ دعوت الی اللہ میں سستی اور غفلت انسان کو شرک میں دھکیل دیتی ہے جبکہ دعوت الی اللہ کے نتیجہ میں انسان کا خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے

◎ دعائیں کرنے اور قبولیت پر بشاشت قلبی کے ساتھ خدا تعالیٰ پر ایمان اور یقین میں ترقی ملتی ہے۔

◎ لوگوں سے بات چیت کا طریقہ سیکھنے کے علاوہ نفسیات سمجھنے کا موقعہ ملتا ہے۔

◎ انسان اپنے عقائد اور تعلیم پر علیٰ وجہ البصیرت قائم ہوتا اور مزید ترقی کے ذرائع میسر آتے ہیں۔

◎ قرآن، احادیث اور دوسری مذہبی کتب کے مطالعہ کا موقعہ ملتا اور شوق بڑھتا ہے۔

◎ لوگوں کے طعنہ زنی کے خوف سے بچنے کے لیے اپنے اعمال اور کردار کی حفاظت کا موقعہ ملتا ہے۔

◎ معاشرہ میں اپنے تشخص کو قائم کرنے اور دوسروں کو متأثر کرنے کا جذبہ بڑھتا ہے۔

◎ لوگوں کے خیالات، عقائد سننے اور صبر اور برداشت کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے اپنا مطمع النظر سمجھانے کا موقعہ ملتا ہے۔

◎ لوگوں سے گفتگو میں جرأت اور بہادری کی صفت نمایاں ہوتی ہے احساس کمتری اور بزدلی سے نجات ملتی ہے اور سب سے بڑھ کر انسان کو خدا تعالیٰ پر توکّل، اس کی نصرت پر ایمان اور فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کے تحت خدا تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

دعوت الی اللہ کے کام کی اہمیت کے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا :

"میں نے بار بار جماعتوں کو متوجہ کیا ہے کہ ہر مہینے وہ اپنی مجلس عاملہ میں یہ بات رکھا کریں کہ کتنے دوست تبلیغ میں دلچسپی لے رہے ہیں اور جو دلچسپی لے رہے ہیں انکو تبلیغ کا سلیقہ بھی آتا ہے یا نہیں اور جو لوگ اس میں دلچسپی نہیں لے رہے وہ کیوں نہیں لے رہے ... اس لیے میں دوبارہ یاد دہانی کرانی چاہتا ہوں کہ یورپ میں بھی اور امریکہ میں بھی اور باقی ساری دنیا کی جماعتیں بھی اس بات پر پابندی کے ساتھ قائم ہوجائیں کہ ہر مہینے ایک دفعہ مجلس عاملہ میں ان باتوں پر غور کیا جائے کہ کہاں تک جماعت دعوت الی اللہ کا کام کررہی ہے۔ جہاں دعوت الی اللہ نہیں کررہے ہیں وہاں کیوں نہیں کررہے اور ایسے کون سے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں جن کے نتیجہ میں دعوت الی اللہ کا کام تیز ہوسکے اور معنی خیز ہوسکے۔ پس اگر ہم اس سنجیدگی کے ساتھ کام کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ بہت تیزی کے ساتھ دنیا میں انقلاب پیدا ہونا شروع ہوجائے گا۔"

(خطبہ جمعہ ۲۵ نومبر ۱۹۸۷ء)

دعوتِ الیٰ اللہ کے طریق

◎ داعی الی اللہ ایسے ہونے چاہئیں جن میں دین کی روح دوسروں کی نسبت زیادہ قوی اور طاقتور ہو اور دین کے لیے ہر وقت قربان ہونے کے لیے تیار ہوں۔ (مجلس مشاورت ۳۶ء)

◎ جو شخص تقویٰ و طہارت پیدا کرتا ہے، جو قلوب کی اصلاح کرتا ہے وہی داعی الی اللہ ہے۔

◎ داعیان کا کام یہ ہے کہ خلافت کی آواز خود سنیں سمجھیں اور جگہ جگہ اسے پہنچائیں۔ (مجلس مشاورت ۲۷ء)

◎ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے
اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ
وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ (النحل : ۱۲۶)

اس آیت ادع الی سبیل ربک میں دعوت الی اللہ کا کام شروع کرنے اور اس کی منصوبہ بندی کا حکم ہے۔ حکمت کے لفظ میں مخاطب سے نرمی، مؤثر انداز اور اس کی ذہنی صلاحیت کے مطابق کلام کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر مخاطب سے گفتگو موقعہ محل اور اس کے مزاج کے مطابق مدلّل و متصل کرنے کا حکم ہے۔ مناسب اشخاص کا انتخاب ضروری ہے گفتگو کے نتائج پر نظر رکھنے اور ضرورت پر تتبّع یعنی بار بار رابطہ اور نگرانی کی طرف اشارہ ہے۔

موعظۂ حسنہ میں مخاطب کی گندہ دہنی اور گالی گلوچ اور ایذا رسانی کے مقابل پر اچھی اور احسن بات کرنے کا حکم ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ؎

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

جادلھم بالتی ھی احسن میں مضبوط اور مؤثر، دلکش دلائل دینے کی طرف اشارہ ہے۔

دعا: "ہر احمدی اس بات سے اپنی دعوت کا آغاز کر دے کہ فوری طور پر سنجیدگی کے ساتھ دعا کرے اور روزانہ پانچوں وقت اس کو اپنے پر لازم کرے وہ خدا سے یہ التجا کرے کہ اے خدا ہمیں یہ توفیق عطا فرما کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر سکیں اور تیری نظر میں داعی الی اللہ بننے کا جو حق ہے اس کو ادا کرنے لگ جائیں اور اے خدا دنیا کو بھی یہ توفیق عطا فرما کہ وہ ہماری باتوں کو سنے۔"

(خطبہ جمعہ ۴ مارچ ۸۳ء)

◎ عام رابطہ کے ساتھ ساتھ اپنے دوستوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں میں سے ایک دو کا انتخاب کر کے ہر روز باقاعدگی کے ساتھ اس کی ہدایت اور صداقت کو تسلیم کرنے کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ دعوت الی اللہ کی ہر منزل پر دعا کی عادت ڈالیں۔ دعوت کے دوران دعا کریں، گھر جا کر دعا کریں اپنے بچوں کو کہیں کہ دعا کریں۔

◎ احباب سے رابطہ کو بڑھایا جائے اور موقعہ کی مناسبت سے اس کی دلچسپی دیکھ کر زبانی پیغام دیا جائے۔ ملنے کیلئے جاتے وقت تحفہ بھی ان کے دلوں کو مائل کرنے میں مؤثر ہو سکتا ہے۔

◎ اپنے گھر بلائیں، خاطر تواضع کریں، زبانی گفتگو کے ساتھ کوئی کیسٹ سنائیں۔ میز پر کوئی لٹریچر کی کاپی یا کتاب رکھ دیں۔

◎ جن سوالات کے جوابات معلوم ہوں خود دیں، جن کا علم نہ ہو معذرت کے ساتھ کسی سے پوچھ کر جواب دینے کا وعدہ کریں۔ غلط اور اٹکل پچو جواب نہ دیا جائے۔

◎ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات پر اعتراض کا جواب کتاب پڑھ کر دیا جائے کیونکہ اکثر اسی جگہ جواب موجود ہوتا ہے۔

◎ جماعتی سطح پر مجالس مذاکرات کا انعقاد کا انتظام کر کے علماء سلسلہ کے ذریعہ ایسے احباب کے اعتراضات کے جوابات کا انتظام کیا جائے۔

◎ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات سنانے کی کوشش کی جائے نیز وڈیو پروگراموں سے استفادہ کیا جائے۔

◎ دعوت الی اللہ میں دماغ سے زیادہ دل جیتنے ہوتے ہیں۔ اس نکتہ کو یاد رکھنا چاہیے۔ جب دل جیت لیے تو تین چوتھائی کام وہیں ختم ہو گیا پھر دماغ جیتنا مشکل نہیں۔ دل جیتنے کے لیے ضروری ہے کہ جس نے بھی داعی الی اللہ بننا ہے اس کے لیے یہ لازم ہے کہ پہلے وہ خود رب کو پائے اور اس سے ذاتی تعلق قائم کرے۔ خدا کو پانے کے بعد آواز میں ایک اور ہی شان ہوتی ہے جو دلوں کو موہ لیتی ہے۔

خدا تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہم سب کو حقیقی، سچے باخدا داعی بننے کی توفیق عطا فرمائے اور لاکھوں کروڑوں پھلوں کو حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی میں ڈالنے کی ہمیں سعادت بخشے آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خیرات کر اب ان کی رہائی میرے آقا
کشکول میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے

کتنی حیرت ہے کہ تم نے اس کی دستک نہ سُنی!

رنگِ بادل تو دھنک بکھرا کے رخصت ہو گیا
تُم یہی کہتے رہو ساون ابھی آیا نہیں
اب تو میرے چاند کی تم بھی پذیرائی کرو
تم نے اُڑتے جگنوؤں سے نُور تو پایا نہیں
وہ جو رویا ساتھ اس کے آسماں بھی رو پڑا
وہ ہنسا تو کیا زمیں پر پھُول رُت لایا نہیں
اس شکستہ ناؤ کے بندے بچانے کے لئے
ہم تو گھبرائے ہیں لیکن وہ تو گھبرایا نہیں
ہر کسی منڈیر پر اُس نے تو دیپک رکھ دیا
تم نے آنکھیں موند لیں تم کو نظر آیا نہیں
تُم نے خود چہروں پہ غفلت کی ردائیں اوڑھ لیں
ورنہ سُورج پر تو بادل کا کوئی سایا نہیں
اس نے صحرا کو چمن زاروں کا جوبن دے دیا
تم نے جس کے سامنے دامن بھی پھیلایا نہیں
کتنی حیرت ہے کہ تم نے اس کی دستک نہ سنی
کون ہے جس کو کہ اس نے فیض پہنچایا نہیں
ہر مسافت کے لئے عابدؔ ہے منزل کا سراغ
اس کا فیضانِ نظر اس کی نگاہوں کا چراغ

مبارک احمد عابدؔ

بقیہ خطبہ جمعہ

بیان کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معیّن تفہیم نہیں ہوئی۔ پس جب خدا نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا ہے تو کیوں نہ ہم توقع رکھیں کہ اس دور میں بھی خدا اس الہام کو اس شان کے ساتھ پورا کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے کل عالم میں، چہار دانگ عالم میں ڈنکے بجنے لگیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ ہم اپنے کانوں سے ان تصدیق کی آوازوں کو سنیں۔ اپنی آنکھوں سے دورِ ظفر موج کو دیکھیں اور ہماری آنکھیں بھی ٹھنڈک پائیں اور دل بھی شاداں ہوں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو اور جلد تر ہو۔

بوسنیا ہرزیگووینا کے تاریخی حالات و واقعات

مرتبہ : مکرم زبیر خلیل خاں، انچارج بوزنین سیل جرمنی

گذشتہ ایک سال اور چند ماہ سے بوسنیا ہرزیگووینا میں ہونے والی جنگ کا عالمی ذرائع ابلاغ میں خاصا چرچا ہے۔ روزانہ کی خبروں میں اس مملکت میں ہونے والی لڑائی کے بارے میں تفصیلات موجود ہوتی ہیں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی اس مملکت میں مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے بارے میں اپنے خطابات میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ جماعتِ احمدیہ جرمنی سے بوزنین مہاجرین خاصے قریب آچکے ہیں۔ چنانچہ انہی امور کے پیش نظر بعض اہم معلومات پر مبنی درج ذیل مضمون احباب جماعت کی معلومات کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔ اس مضمون کی تیاری میں انسائیکلو پیڈیا، پاکستانی مصنف محسن فارانی، بوزنین بہن محترمہ آدمینا ارمانہ سے مدد لی گئی ہے

علاقہ میں اسلام کی آمد

ماضی قریب کا کمیونسٹ ملک یوگوسلاویا ایک وفاقی مملکت تھی جو اِن ریاستوں پر مشتمل تھی۔ سربیا، بوسنیا ہرزیگووینا (بوسنہ ہرسک)، کروشیا، سلووینیا، مونٹی نیگرو یا قراداغ اور مقدونیہ۔ انکے علاوہ اس میں وجوڈینیا اور قواموا کے خود مختار علاقے بھی شامل تھے یورپی ملکوں میں مسلمانوں کی سب سے زیادہ تعداد اس علاقہ میں پائی جاتی ہے۔ یہاں اسلام کا تعارف حقیقتاً اسی دَور میں ہوگیا تھا جو عربوں کا دَور کہلاتا ہے۔ اس کے بارہ میں کسی حد تک ایچ۔ محمد ہانڈچ نے اپنی کتاب "بوسنیا ہرزیگووینا میں اسلام" جو کہ ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی تھی اس کی وضاحت کی ہے۔ ۱۱۹۹ء میں اس علاقہ میں عیسائیت کے ساتھ ساتھ یہودیت اور اسلام کے پیروکار بھی موجود تھے۔ غالباً عیسائی مذہب کے پیروکار جو (BOGOMILS) کہلاتے تھے انہوں نے شروع شروع میں اسلام قبول کیا۔ ترکوں کی اس علاقہ میں آمد ۱۳۸۴ء میں ملتی ہے لیکن شراب پر پابندی، پنج وقتہ عبادات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر فوت نہ ہونے سے متعلق عقائد اس علاقہ میں بہت پہلے سے موجود تھے۔ تاہم اسلام کے روشن باب کا آغاز عثمانی ترکوں کی آمد سے ہوتا ہے۔ ترکوں کی آمد کے وقت یوگوسلاویہ کئی آزاد ریاستوں میں تقسیم تھا جن میں بوسنیا اور سربیا سب سے بڑی تھیں۔ ۱۳۸۹ء یا ۱۵۲۱ء کے درمیان ترک ان دونوں ریاستوں کو فتح کرنے کے بعد تقریباً پورے یوگوسلاویہ پر قابض ہو گئے تھے یہاں پر بارہا ترکوں اور آسٹریا کے باشندوں میں خونریز معرکے بپا ہوئے۔ ۱۶۸۲ء میں ویانا کے دوسرے محاصرے کے بعد ترک پسپا ہونا شروع ہوئے یہاں تک کہ ۱۹۱۳ء میں جنگِ بلقان کے دوران یوگوسلاویا کا آخری حصہ بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا۔

عثمانی ترکوں کے دَور میں جزیرہ نما بلقان میں اسلامی تہذیب و تمدن سے مقدونیا، بوسنیا ہرزیگووینا کے علاقے سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ بوزنیا ہرزیگووینا مقامی مسلمانوں کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ بوسنیا کے مسلمانوں نے سلطنت عثمانیہ کو محمد پاشا صوقوملی جیسی اہم شخصیت بھی دی جو کہ ۱۵۶۴ء تا ۱۵۷۹ء سلطنت عثمانیہ کے وزیر اعظم رہے

عثمانی سلطنت کے اختتام کے بعد مقامی مسلمان مختلف نشیب و فراز سے گذرتے رہے۔ بارہا ان کا قتل عام ہوا۔ مذہبی آزادی پر پابندیاں لگیں۔ کبھی کبھی یہ آزادیاں بحال ہوجاتی رہیں۔ غرضیکہ ۱۹۴۵ء میں کمیونسٹ حکومت بحال ہوئی جو کہ ۱۹۹۱ء میں اپنے منطقی انجام کو پہنچی۔ اشتراکی حکومت کے ابتدائی دور میں مسلمانوں پر بہت مظالم ہوئے۔ بوسنیا اور ہر ملک کے مسلمانوں کو کمیونسٹ پارٹی کی حمایت پر مجبور کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ وہ خود کو سرب کہلائیں نہیں تو ان کی قومیت کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ لیکن یہ سیاست ناکام رہی۔ ۱۹۵۳ء میں مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کو قبول کیا گیا تاہم وہ پھر بھی متعصّب اور کٹر اشتراکیوں اور قوم پرست سربیوں کے تعصب کا نشانہ بنتے رہے۔ سابقہ یوگوسلاویہ میں آبادی کی اکثریت عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔ آرتھوڈوکس یعنی کلیسا کے پیرو سب سے زیادہ ہیں۔ دوسرے نمبر پر کیتھولک عیسائی ہیں، تیسرے نمبر پر مسلمان آتے ہیں۔ مسلمانوں کی سب سے زیادہ تعداد بوسنیا ہرزیگووینا کی جمہوریہ میں آباد تھی۔ اس کی ۴۳۶۴۹۸۳ کی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب تقریباً ۴۳،۶۶ فیصد ہے۔ سراجیو ریاست کا صدر مقام ہے اور یہ شہر مسلمانوں کا سب سے بڑا تاریخی مرکز ہے۔ یہاں چپے چپے پر عثمانی دور کی یادگاریں ہیں جن میں غازی خسرو بیگ اور علی شاہ کی مساجد قابلِ ذکر ہیں۔ بنالوقہ، موسٹر اور تحو کا مسلمانوں کے دوسرے اہم اور تاریخی مراکز ہیں۔

موجودہ حالات کا تاریخی پس منظر

آج یقیناً بہت کم لوگ یہ جانتے ہوں گے کہ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگِ عظیم کا آغاز جس واقعہ سے ہوا تھا وہ سابقہ یوگوسلاویہ کے شہر سراجیو میں پیش آیا تھا۔ سلطنت آسٹریا کے ولی عہد فرڈیننڈ جو کہ بوسنیا کے دورہ پر تھے جب سراجیو گئے تو انہیں ایک سرب نے قتل کر دیا۔ قاتل کا تعلق سربیا سے تھا۔ آسٹروی حکومت نے قاتل کی حوالگی کا مطالبہ کیا تو حکومت سربیا نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ اس پر آسٹریا نے ایک ماہ کا الٹی میٹم دے دیا اور مدت ختم ہونے پر ۲۸ جولائی ۱۹۱۴ء کو آسٹروی افواج سربیا پر چڑھ دوڑیں۔ تب روس، برطانیہ اور فرانس سربیا کے اتحادی بن گئے اور جرمنی نے آسٹریا کی حمایت میں ان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اگلے سال ترکی جو سلطنت عثمانیہ کہلاتا تھا جرمنی اور آسٹریا کا طرفدار بن کر جنگ میں شامل ہو گیا کچھ عرصہ بعد امریکہ بھی اتحادیوں سے مل گیا اور یوں پہلی عالمی جنگ پھیلتی چلی گئی۔ اور سوا چار سال بعد جب یہ ختم ہوئی تو دنیا کا نقشہ یکسر تبدیل ہو چکا تھا۔ عثمانی جرمن اور آسٹروی سلطنتوں کے حصے ہونے سے کئی نئے ملک جنم لے چکے تھے اور ان کے مقبوضات اتحادیوں نے باہم بانٹ لیے۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران ۱۹۱۴ء میں نازی افواج نے سابقہ یوگوسلاویہ پر قبضہ کر لیا تو کروشیا نے جرمنوں کا ساتھ دیا جبکہ سربیا نے کمیونسٹ لیڈر بروز ٹیٹو کی قیادت میں شدید مزاحمت کی اور جنگ عظیم کے بعد ٹیٹو روس کی حمایت سے یوگوسلاویہ پر کمیونزم مسلط کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

۱۹۸۰ء میں ٹیٹو کی موت پر یوگوسلاویہ اور کمیونزم میں اختلافات کھل کر سامنے آ گئے اور اس کی ریاستوں میں کشیدگی پروان چڑھنے لگی۔ ٹیٹو کے بعد ایک صدارتی کونسل قائم ہو گئی تھی جس کا چیئرمین ہر جمہوریہ سے ایک سال کے لیے چنا جاتا تھا۔ ۱۹۹۱ء میں کروشیا سے جان میسک چیئرمین چنے گئے تو وفاقی حکومت جس پر سرب حاوی تھے انہوں نے انہیں یہ عہدہ سونپنے سے انکار کر دیا۔ اس پر ۲۵ جون ۱۹۹۱ء کو شمالی جمہوریہ سلوانیا اور کروشیا نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ بعد ازاں وفاقی افواج اور کروشیائی سربوں کی مدد سے ان کے خلاف خاصی کاروائی کی گئی ہے تاہم یہ ریاستیں اپنے مطالبہ پر ڈٹی رہیں اور اپنی آزادی کا اعلان کرتی رہیں۔

بوسنیا ہرزیگووینا جو کہ تقریباً ۴۴ لاکھ کی آبادی پر مشتمل ریاست ہے وہاں پر آزادانہ انتخاب ہوئے اور انتخابات کے نتیجہ میں ایک ایسی حکومت وجود میں آئی جن کے سربراہ مسلمان تھے۔ بوسنین سربوں اور بوزنیا سے ملحق سربیا ریاست کے سربوں کو یہ بات قطعاً منظور نہ تھی کہ ان پر مسلمان حکومت کریں چنانچہ وہ خانہ جنگی جو اپریل ۱۹۹۲ء میں شروع کی گئی تھی اور جس کے لیے بلغراد میں باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی تھی اس کا دائرہ کار اور رخ کلیتاً بوسنیا ہرزیگووینا کی طرف موڑ دیا گیا۔ DOBRICA-CASIC جس نے SANU سرب اکیڈمی آف سائنسز اور آرٹس کی مدد سے عظیم سربیا کا پلان مرتب کیا ہے موجودہ جنگ کا خالق ہے۔ موجودہ منصوبہ بندی کے تحت پہلے سے تیار کیے گئے منصوبوں کے مطابق علاقہ سے مسلمانوں کا ایک خاص طریق کے تحت صفایا کیا جا رہا ہے۔ علاقہ میں مقیم سرب باشندے زیادہ سے زیادہ علاقے کو عظیم تر سربیا بنانے کے جنون میں مبتلا ہیں۔ سرب باشندوں کو ان کے منصوبہ جات میں کامیابی دلانے کی خاطر سابقہ کمیونسٹ ممالک اور مغربی ممالک بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ اور تو اور تمام معاملہ میں اقوام متحدہ بھی انتہائی منافقانہ کردار ادا کر رہی ہے اور کسی نہ کسی بہانے محصور مسلمانوں کو امداد تک مہیا کرنے کی روادار نہیں۔ اس پر مزید ستم مسلمان ممالک کی بے حسی ہے۔ ایک طرف نہتے اور غریب مسلمان پینے کے پانی کو ترس رہے ہیں اور اگر ڈر چھپ کر پانی کے نلکے پر جاتے ہیں تو وہاں لاشوں کے انبار لگا دیے جاتے ہیں جبکہ دوسری طرف برونائی کے مسلمان ہیں جو صرف ایک گھنٹہ کے لیے محفل موسیقی کی خاطر ایک مغنیہ کو ۱۵ لاکھ مارک ادا کر رہے ہیں۔ ظلم و ستم کے اس وحشتناک دور میں بوسنین مسلمان جہاں مسلمانوں اور مغربی ممالک کی بے حسی اور منافقت کے شاکی ہیں وہاں پر انہیں روشنی کی ایک کرن بھی دکھلائی دیتی ہے اور وہ ہے امام جماعتِ احمدیہ اور جماعتِ احمدیہ کا ان سے حسن سلوک۔ انتہائی کم وسائل کے باوجود جماعتِ احمدیہ جس طریق سے اپنے بوسنین مسلمان بھائیوں کی مدد کر رہی ہے وہ اس کے لیے جماعت احمدیہ کے بے حد شکر گزار ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ اور اس کے امام کی دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی اور بہت جلد ایسے دن پھر آئیں گے کہ وہ عزت و آبرو کے ساتھ اپنی زندگیاں گذار سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

قرآنِ حیات

تم ہو خوشبو تو ہواؤں میں بکھرنا سیکھو
حق کی آواز ہو تم دل میں اترنا سیکھو

چاہتے ہو کہ ملیں گوہرِ نایاب تمہیں۔
ڈوب کر سطح سمندر پہ ابھرنا سیکھو

سعی

سعیٔ پیہم ہے منزلوں کی کلید
عظمتوں کامرانیوں کی نوید
سعی سے جو نہیں ہیں گھبراتے
روز ان کے لئے ہے روزِ سعید

نادر قریشی

ہمدرد و غریب پرور اور نیک نام معالج

محترم میجر ڈاکٹر عبد الغفور زاہد مرحوم کا ذکرِ خیر

جب کوئی انسان اپنی مقررہ معیاد یا عمر گزارنے کے بعد اس عالم گزراں سے عالم جاوداں کی طرف رحلت کرتا ہے تو اس کے عزیزوں اور دوستوں کا اُس کی وفات پر غم والم سے دوچار ہونا اور اُس کی یاد میں آنسو بہانا ایک فطری امر ہے۔ لیکن اپنے محدود اور مخصوص دائرہ عمل میں بعض نافع الناس وجود اس درجہ عوام میں مقبول اور ہر دلعزیز ہوتے ہیں کہ ان کی وفات پر عزیزوں اور دوستوں کے علاوہ دیگر بے شمار لوگ بھی ان کی جدائی کے صدمہ کو محسوس کئے اور ان کی یاد میں آنسو بہائے بغیر نہیں رہتے ایسے ہی نافع الناس اور ہر دلعزیز وجودوں میں سے ایک سرگودہا شہر کے نامور احمدی فزیشن و سرجن محترم میجر ڈاکٹر عبد الغفور زاہد بھی تھے جنہوں نے بقضائے الٰہی ۲۵ فروری ۱۹۹۳ء کو بعمر ۷۰ سال وفات پاکر پورے شہر کو اداس کر دیا۔

روزنامہ "تجارت" سرگودہا نے ان کی وفات پر ان کا ایک بڑے سائز کا فوٹو شائع کرنے کے علاوہ جناب ارشد محمود وارثی کا رقم کردہ ایک تفصیلی مضمون بھی شامل اشاعت کیا جس کے سرِ آغاز یہ شعر درج تھا ؎

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

آگے چل کر صاحبِ مضمون نے محترم میجر ڈاکٹر عبد الغفور زاہد کی عوامی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

"ڈاکٹر میجر عبد الغفور زاہد انسان قبیلہ کا ایک معزز فرد تھا جسے شہر بھر میں عزت واحترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کا شمار سرگودہا ڈویژن کے معروف ڈاکٹروں میں ہوتا تھا۔ آپ ڈاکٹری ایسے مقدس پیشہ سے وابستہ ہونے کے ساتھ ساتھ شفیق اور دردمند دل کے مالک بھی تھے۔ آپ نے ہمیشہ غریبوں کے ساتھ محبت کی۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کی موت کی خبر لوگوں تک پہنچی تو ہر آنکھ پُر نم تھی جو لوگوں سے ان کی محبت کا بیّن ثبوت تھی ورنہ یہاں آئے روز سینکڑوں لوگ مرتے ہیں (اور کوئی پرواہ نہیں کرتا) ڈاکٹر صاحب کی ایک نمایاں خصوصیت جو انہیں دیگر لوگوں سے منفرد بناتی تھی وہ ان کی سادگی اور خلوص تھا۔ ان کی شخصیت آئینہ کی طرح صاف وشفاف تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جتنی زندگی دی انہوں نے دنیا میں جینے کا حق ادا کیا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جو میرے بندوں سے محبت کرے گا میں اُس سے محبت کروں گا۔ اچھا ڈاکٹر وہ ہوتا ہے جو پوری ایمانداری سے اپنی ذمہ داری کو نبھائے۔ یہی خوبی ڈاکٹر میجر عبد الغفور زاہد میں نمایاں تھی۔ وہ ذمہ داری کو محض ذمہ داری سمجھ کر نہیں بلکہ ایک فریضہ سمجھ کر انجام دیتے تھے۔ اگر ہم ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کو اُس درخت کی مانند قرار دیں جو خود تو دھوپ میں جلتا ہے لیکن دوسروں کو سایہ فراہم کرتا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔" (روزنامہ تجارت سرگودہا، مارچ ۱۹۹۳ء)

شفیق اور دردمند دل رکھنے والے نیز غریبوں سے محبت اور حُسنِ سلوک کرنے والے ڈاکٹر عبد الغفور زاہد ایسے ہر دلعزیز ڈاکٹر کے قائم کردہ شفاخانے "زاہد ہسپتال" پر ۱۹۷۳ء کے بعد سے شروع ہونے والے دورِ پُر آشوب میں بعض فسادیوں نے شہر کے شوریدہ سر عناصر سے محض اس لئے حملہ کروایا کہ وہ احمدی ہیں۔ حملہ آوروں نے گولیوں کی بوچھاڑ کرنے کے بعد بہت لوٹ مار مچائی۔ ایک گولی خود ڈاکٹر صاحب کے پیٹ میں لگی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں صحتیاب کر کے دوبارہ زندگی عطا کی۔ مذہبی اختلاف کی بناء پر ان کے خلاف تین مقدمات قائم کئے گئے۔ ان مقدمات کے سلسلہ میں انہیں دو مرتبہ جیل میں رہ کر اسیر راہ مولیٰ ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اُن نامساعد حالات کے باوجود ڈاکٹر صاحب نے ہمت نہ ہاری۔ ہسپتال کو دوبارہ آراستہ کر کے غریبوں کی طبّی خدمات بجالانے میں پہلے سے بھی زیادہ سرگرمی سے مصروف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جذبۂ خدمت کو قبول فرما کر انہیں عوامی مقبولیت سے ایسا نوازا کہ ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہوتی چلی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ۲۵ فروری ۱۹۹۳ء کو آپ کی وفات ہوئی تو شہر بھر کے لوگ افسردہ ہوئے بغیر نہ رہے اور ان غرباء کی آنکھوں میں تو آنسو بھر آئے جو ڈاکٹر صاحب کے مشفقانہ اور ہمدردانہ سلوک کے دل سے معترف تھے۔ وہ کیوں نہ اشکبار ہوتے جبکہ ان کا ہمدرد و غمگسار اور ان سے محبت کرنے اور ہر رنگ میں حسنِ سلوک روا رکھنے والا اور ان کا شفیق معالج ان سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا تھا۔

میجر ڈاکٹر عبد الغفور زاہد صاحب محترم حاجی میاں عبد الرحمٰن صاحب زرگر آف پنڈی بھٹیاں کے فرزند تھے۔ محترم حاجی صاحب مرحوم بہت نیک، عبادت گزار اور مخلص و فدائی احمدی تھے۔ قادیان میں رہ کر انہوں نے دینی علوم اور عربی زبان میں دسترس حاصل کی تھی۔ اُنہیں سیّدنا حضرت سیّد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ہم جماعت ہونے کا شرف حاصل تھا۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم نے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد سرکاری ملازمت اختیار کی۔ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۴ء تک انہوں نے سول ہسپتال سرگودہا میں بطور میڈیکل آفیسر خدمات

انجام دیں اور اُس نوعمری میں ہی ایک ماہر سرجن کی حیثیت سے بہت نام پیدا کیا۔ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں بھی آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ اپنی قابلیت اور سرجری میں خصوصی مہارت کی بناء پر فوج میں بہت جلد میجر کے عہدہ پر فائز کئے گئے۔ جنگ سے پہلے سعودی عرب بھیج دیئے گئے۔ وہاں تبوک کے ہسپتال میں خدمات بجالا کر آپ نے طب کے ہر دو شعبوں میڈیسن اور سرجری میں مہارت کا مظاہرہ کر کے مخلوق خدا کو بہت فائدہ پہنچایا۔ آپ کی شہرت دور دور تک پھیلتی چلی گئی اور ارد گرد کے پورے علاقہ میں آپ کو بہت عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ سعودی عرب میں اپنے قیام کے دوران آپ نے اپنے والدین کو وہاں بلا کر اُنہیں فریضہ حج ادا کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کا موقع بہم پہنچایا اور خود چار مرتبہ حج کا اہم فریضہ ادا کرنے کی غیر معمولی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ آپ وہاں چار سال تک طبی خدمات بجالانے میں مصروف رہے۔ اس عرصہ میں آپ کی شہرت اور مقبولیت میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ ایک ہم وطن مولوی کو آپ کی مقبولیت اور عزت افزائی ایک آنکھ نہ بھائی۔ اُن "ذات شریف" کی لگائی بجھائی اور شدید مخالفت کی وجہ سے سعودی حکام بادل نخواستہ آپ کو فارغ کرنے پر مجبور ہو گئے۔

۱۹۷۴ء میں پاکستان واپس آکر آپ نے سرگودھا میں رہائش اختیار کی اور وہاں "زاہد ہسپتال" کے نام سے اپنا پرائیویٹ کلینک قائم کیا۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت جلد آپ کی شہرت دور دور تک پھیلتی چلی گئی۔ زاہد ہسپتال میں ہر قسم کے امراض کا ہی علاج نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر نوع کے چھوٹے بڑے نہایت کامیاب آپریشنز بھی ہوتے تھے۔ مولویوں کی طرف سے شدید مخالفت اور اس کے نتیجہ میں رونما ہونے والے انتہائی نامساعد حالات کے باوجود آپ ہمدردی اور غمگساری کے امتیازی اوصاف اور خاص طور پر غریبوں کے ساتھ مشفقانہ سلوک کی وجہ سے عوام کے دلوں میں گھر کرتے چلے گئے اور دور و نزدیک ایک ہر دلعزیز شخصیت کے طور پر جانے پہچانے لگے۔

ڈاکٹر صاحب کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ عوامی خدمت کے جذبہ بے پناہ کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ اخلاص میں بھی بحمد للہ تعالیٰ مسلسل ترقی کرتے چلے گئے۔ عبادت گزار اور دُعا گو ہونے کے علاوہ دینی شعائر اور نظام جماعت کی پابندی کرنے والے تھے۔ انگلستان کے جلسہ سالانہ میں شرکت کر کے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ بالمشافہ ملاقات کے شرف سے مشرف ہوئے۔ نیز قادیان میں منعقد ہونے والے صد سالہ جلسہ سالانہ میں شمولیت کا خصوصی شرف بھی حاصل کیا۔ سیٹلائٹ کی وساطت سے عالمگیر ٹیلیویژن نظام کے ذریعہ حضور ایدہ اللہ کے ٹیلی کاسٹ ہونے والے خطبات بہت باقاعدگی سے سنتے اور اس بارہ میں خاص تعہد سے کام لے کر حاضری کا ناغہ نہ ہونے دیتے اور اس طرح خاص ولولہ شوق کے زیر اثر حضور کے بیان فرمودہ معارف سے فیضیاب اور حضور کی متحرک اور گویائی سے بھرپور و معمور زیارت سے شاد کام ہوتے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا بہت شکر بجالاتے۔ آپ جماعت کی طرف سے لگائے جانے والے فری میڈیکل کیمپس میں اکثر خدمات پیش کرتے۔ خود بہت مصروف الاوقات ہونے کے باوجود پوری کوشش کرتے کہ جماعت کے فری میڈیکل کیمپوں کے لئے بھی حتی الوسع کچھ نہ کچھ وقت ضرور نکالیں۔

محترم میجر ڈاکٹر عبدالغفور صاحب ایسے شفیق و ہمدرد معالج کے اس ہمہ جہتی ذکر خیر کے سلسلہ میں مَیں اُن سے ذاتی شناسائی کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ میری ان کے ساتھ شناسائی اپنے فرزند اکبر سلمان احمد خان کے علاج کے سلسلہ میں ہوئی تھی۔ انہوں نے پہلے سے کوئی واقفیت نہ ہونے کے باوجود جس ہمدردی اور دلسوزی سے محض للہ اُس کا علاج کیا اُس سے میں بہت متاثر ہوا۔ انہوں نے میرے ساتھ جو حُسنِ سلوک روا رکھا اُس سے ان کی پیشہ ورانہ مہارت اور ہر کسی کے لئے ہمدردی و غمگساری کی آئینہ دار سیرت پر کچھ کم روشنی نہیں پڑتی۔

۱۹۶۴ء کی بات ہے کہ میرا بیٹا سلمان احمد خان ابھی چودہ پندرہ سال کا تھا اچانک اُس کی گردن پر کان کے نیچے ایک اندرونی پھوڑے کا اُبھار نمودار ہوا ایک نہیں یکے بعد دیگرے کئی ڈاکٹروں نے بغور معائنہ کے بعد اسے ٹی بی گلینڈ قرار دیا اور تاکید کی کہ اسے چیرا نہ دلوایا جائے ورنہ یہ ناسور کی شکل اختیار کرلے گا اور اس کا علاج ممکن نہ رہے گا۔ پھوڑے کا وہ اُبھار بڑھتا جا رہا تھا اور اس میں اٹھنے والی ٹیسوں اور گردن کے پٹھوں میں اکڑاؤ کی وجہ سے بچہ سخت تکلیف میں تھا۔ بکٹیریا کُش انتہائی تیز ادویہ کے ذریعہ علاج معالجہ اور بالالتزام کی جانے والی دُعاؤں کے باوجود تکلیف تھی کہ مسلسل بڑھتی جا رہی تھی۔ میری اہلیہ سخت پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری رضی کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بچہ کی تکلیف اور ڈاکٹروں کی متفقہ رائے کا ذکر کر کے ان سے اُس کی صحتیابی کے لئے دُعا کی درخواست کی۔ درخواست کرتے ہوئے وہ زار و قطار رو رہی تھیں۔ ان کی حالت زار اور دلی درد کے اظہار کا مولانا موصوف پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ وہ یکدم اُٹھ کھڑے ہوئے اور بے ساختہ فرمایا۔ "روتی کیوں ہے۔ مایوس نہ ہو، ہمارا قادر و توانا خدا بے انتہا قدرتوں والا ہے۔ چل میں تیرے ساتھ چلتا ہوں اور تیرے بیٹے کے سرہانے بیٹھ کر اپنے خدا سے اُس کی صحتیابی کی بھیک مانگتا ہوں۔" مولانا مرحوم گھر تشریف لائے اور سلمان کی چارپائی کے اوپر بیٹھ کر اس کا سر اپنے زانوں پر رکھا اور اس حال میں کہ وہ ان کی گود میں لیٹا کراہ رہا تھا انہوں نے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ہم گھر والوں سے کہا تم سب میرے ساتھ مل کر دُعا کرو۔ حضرت مولانا نے اس قدر تضرع اور زاری کے ساتھ دُعا کرائی کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ در و دیوار لرز رہے ہیں۔ دُعا کرتے وقت خود میرے بدن پر ایک لرزہ سا طاری تھا طویل دُعا سے فارغ ہونے کے بعد مولانا نے فرمایا انشاء اللہ تین دن کے اندر اندر بچہ کی تکلیف دور ہو جائے گی۔ یہ کہہ کر وہ چل پڑے۔ گھر سے باہر چند قدم جانے کے بعد پھر لوٹے اور دروازہ میں کھڑے ہو کر اپنے دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں اٹھائیں اور پوری آنکھیں کھول کر ذرا کڑک دار لہجے میں کہا "تین دن یاد رکھنا"۔ یہ کہہ کر مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے ہوئے واپس تشریف لے گئے۔

اُسی روز شام کو میں نے اپنے بعض دوستوں سے بچہ کی تکلیف کا ذکر کیا اور ان سے بھی دُعا کے لئے کہا۔ ان میں مکرم سید بشیر شاہ صاحب (مرحوم) مینیجر دواخانہ خدمت خلق ربوہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے کہا۔

سول ہسپتال سرگودہا میں عبدالغفور نامی ایک احمدی نوجوان ڈاکٹر متعین ہوا ہے وہ سرجری میں بہت ماہر ہے اور شہر بھر میں اُس کی بہت شہرت ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ بچّہ کو کل ہی سرگودہا لے جاؤ اور اُس ڈاکٹر کو دکھا کر اُس کی تشخیص کے مطابق علاج کا اہتمام کرو۔ میں اگلے روز بچّہ کو سرگودہا لے گیا۔ پہلے ایک احمدی ڈاکٹر سے جو پرائیویٹ پریکٹیشنر ہیں ملا۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ یہ ٹی بی گلینڈ ہے اسے چیرا نہ دلوانا دواؤں سے ہی علاج ہو گا۔ میں ان کا مشورہ سننے کے بعد بچّہ کو ہسپتال لے گیا۔ وہاں ڈاکٹر عبدالغفور کا پتہ کیا۔ دیکھا کہ ان کا وسیع و عریض کمرہ مریضوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے اور ڈاکٹر صاحب مریضوں سے بُری طرح گھرے ہوئے ہیں اور اس قدر مصروف ہیں کہ سر کھجانے کی فرصت نہیں۔ مریضوں کا جمِ غفیر دیکھ کر میں نے سوچا آج باری آنی مشکل ہے اگلے روز صبح ہی صبح اوّل وقت آنا چاہیئے۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب مریضوں کے جمگھٹے سے گھبرا کر یکدم کھڑے ہوئے اور ٹوٹے پڑنے والے مریضوں سے کہا ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو تاکہ میں ہر مریض کا سہولت سے معائنہ کر سکوں۔ اس کے بعد انہوں نے کمرہ میں آ جمع ہونے والے مریضوں پر ایک نگاہ ڈالی۔ اسی دوران ان کی نظر مجھ پر پڑی۔ میں کمرہ کے آخری سرے پر دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ انہوں نے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے بآوازِ بلند کہا آپ پیچھے کہاں کھڑے ہیں آگے آ جائیے۔ میں بچّہ کا ہاتھ تھامے بھیڑ کو چیرتا ہوا آن کی آن میں ڈاکٹر صاحب کے پاس جا پہنچا۔

میرے عرض کرنے پر ڈاکٹر صاحب نے بچّہ کی گردن پر اُبھرے ہوئے پھوڑے کا بغور معائنہ کیا اور پھر بچّہ کو ہسپتال میں داخل کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔ ”پرسوں میرا آپریشن کا دن ہے اُس روز میں چیرا دے کر پیپ نکال دوں گا اور ہفتہ عشرہ تک انشاءاللہ زخم پوری طرح مندمل ہو جائے گا۔“ ڈاکٹر صاحب کا طریق یہ تھا کہ رات کو سونے سے قبل وہ نو اور دس بجے کے درمیان وارڈ میں آ کر ہر مریض سے اُس کی خیریت دریافت کرتے تھے اور دیکھ بھال کے سلسلہ میں نرسنگ سٹاف کو ضروری ہدایات دیتے تھے۔ جب وہ میرے پاس آئے تو بچّہ کی حالت دیکھ کر کہا ”اوہو! یہ تو بہت تکلیف میں ہے۔ پرسوں تک تو تکلیف اور زیادہ بڑھ جائے گی آپ تیار رہیں میں صبح ہی اس کا آپریشن کر دوں گا۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ مجھے فوراً یاد آیا کہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے بڑے وثوق سے فرمایا تھا کہ انشاءاللہ تین دن کے اندر اندر بچّہ کی تکلیف دور ہو جائے گی اور کل تیسرا ہی دن ہے۔ میرا دل اس یقین سے بھر گیا کہ دُعا کے دوران جو حضرت مولانا کو جو اشارہ ہوا تھا وہ بفضلہ تعالیٰ ضرور پورا ہو گا۔ اگلے دن صبح نو بجے ڈاکٹر صاحب نے آؤٹ ڈور ڈیپارٹمنٹ میں جانے سے پہلے پہلے چیرا دے کر پھوڑے میں سے پیپ نکال دی۔ پوری ایک بوتل بھر کے پیپ نکلی۔ پیپ کا نکلنا تھا کہ بچّہ تو امن میں آ گیا۔ اُس نے ہی نہیں میں نے بھی اطمینان کا سانس لیا۔ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہوئے اس کا شکر بجا لایا۔

اُس رات جب ڈاکٹر صاحب وارڈ میں آئے تو میں نے ان سے کہا کہ جن ڈاکٹروں کو میں نے دکھایا تھا انہوں نے یہی رائے دی تھی کہ یہ ٹی بی گلینڈ ہے اسے چھیڑنا بالکل نہیں ورنہ کام خراب ہو جائے گا۔ ڈاکٹر صاحب یہ سُن کر مُسکرائے اور پھر کہا بظاہر نظر یہی آتا تھا لیکن میری تشخیص یہ ہے کہ یہ عام پھوڑا تھا اور اسے شروع میں ہی چیرا دے کر پیپ نکال دینی چاہیئے تھی۔ چونکہ صحیح علاج نہیں ہوا اس لئے یہ اندر ہی اندر پھیلتا چلا گیا۔ اب پیپ نکالنے کے بعد اتنا گہرا زخم پڑ گیا ہے کہ دوا میں ڈوبی ہوئی بہت لمبی بتّی اندر ڈالنی پڑی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ یہ زخم بھرے گا اور بچّہ خدا کے فضل سے بالکل ٹھیک ہو کر گھر جائے گا۔ دو تین روز تک ایک ڈسپنسر صاحب زخم کی مرہم پٹی کرتے رہے لیکن کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ اُدھر ایک ہفتہ بعد عید الاضحیٰ آ رہی تھی، میں فکر مند تھا کہ عید ہسپتال کی وارڈ میں ہی گزرے گی۔ اگلے روز ڈاکٹر صاحب جب وارڈ میں آئے تو مجھ سے کہنے لگے کہ عید کہاں کرنی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ چاہتا تو یہی ہوں کہ گھر جا کر عید کروں لیکن اگر زخم جلد ٹھیک نہ ہوا تو مجبوراً یہیں عید کرنا پڑے گی۔ ڈاکٹر صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کل سے میں خود مرہم پٹی کروں گا اور اللہ نے چاہا تو آپ ربوہ جا کر اپنے گھر میں عید کریں گے۔ چنانچہ اگلے روز سے ڈاکٹر صاحب نے وارڈ میں آ کر خود پٹی کرنا شروع کی۔ آپ زخم کو اچھی طرح چھیلنے اور صاف کرنے کے بعد پٹّی کرتے۔ پانچ دن میں وہ گہرا زخم پوری طرح بھر گیا اور ہم باپ بیٹا دونوں نے ربوہ جا کر ہنسی خوشی سب گھر والوں کے ساتھ عید کی۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ملنے والی خدائی بشارت کے عین مطابق ڈاکٹر صاحب کی ہمدردانہ توجہ کے نتیجہ میں بفضلہ تعالیٰ بہت گہرے زخم کا چند دنوں میں مندمل ہونا ہمارے لئے ازحد ازدیادِ ایمان کا موجب ہوا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

سول ہسپتال سرگودہا میں دس روز رہ کر مریضوں کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کے مثالی حُسنِ سلوک اور سرجری میں ان کی خصوصی مہارت کی وجہ سے ان کی عوامی مقبولیت کا مجھے اندازہ لگانے کا خوب موقع ملا۔ بلا استثناء وارڈ کے تمام مریض مجھے ڈاکٹر صاحب کی تعریف میں رطب اللسان نظر آئے۔ ہر مریض کی یہی خواہش ہوتی کہ سول سرجن صاحب کی بجائے ڈاکٹر عبدالغفور زاہد صاحب اس کا آپریشن کریں۔ ہر چند کہ ڈاکٹر صاحب کا ہفتہ میں آپریشن کا ایک دن مقرر تھا لیکن آئے دن انہیں رات کو ایمرجنسی آپریشن کرنا پڑتے۔ قریباً ہر روز ہی رات کو اپینڈکس یا قولنج کا کوئی کا کوئی مریض آ جاتا جس کا فوری آپریشن ضروری ہوتا اور ڈاکٹر صاحب بلا تامل اُسی وقت آپریشن کرنے آ موجود ہوتے۔ ہسپتال میں بالعموم گردے، پتّے اور مثانہ میں پتھریوں کے آپریشنز نیز اپینڈکس اور قولنج کے علاوہ پراسٹیٹ اور ہرنیا وغیرہ کے آپریشنز اس کثرت سے ہوتے کہ ڈاکٹر صاحب کو سر کھجانے کی فرصت نہ ہوتی۔ اس قدر مصروفیت کے باوجود کیا مجال ہے کہ ان کی خندہ پیشانی اور خوش مزاجی اور خوش دلی میں کبھی کوئی فرق آیا ہو۔ میں نے تو یہی دیکھا کہ آپریشنز کے سارے ہی مریض بفضلہ تعالیٰ صحتیاب ہو کر دُعائیں دیتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس جاتے۔

دوسروں کی صحتیابی کے لئے دن رات مصروف رہنے والا نہایت ہمدرد اور غریب پرور معالج خود اپنی صحت کے بارہ میں غفلت کا شکار رہا۔ بالآخر چند ماہ جگر کی بیماری سیروسز میں مبتلا رہ کر ۲۵ فروری ۱۹۹۳ء کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے مخلوقِ خدا کا یہ خدمت گزار اپنے خدائے غفار کے حضور جا حاضر ہوا۔ اللہ کے حضور دُعا ہے کہ وہ محترم ڈاکٹر عبدالغفور زاہد صاحب کو جنت الفردوس

باقی صفحہ نمبر ۵۱ پر ملاحظہ فرمائیں

جرمنی میں ایشین فوڈ ہول سیل کا سب سے بڑا مرکز

ایشین خواتین و حضرات اور ایشین فوڈ شاپ والوں کیلئے

خوشخبری

ہم Mörfelden/Waldorf سے Landwehrstr.52, 64293 Darmstadt منتقل ہو گئے ہیں

ہمارے ہاں سے بہترین قسم کی گروسری

چاول — خشک گوشت — مصالحہ جات — آٹا

دالیں — جوس — اچار — تازہ سبزیاں — دستیاب ہیں، اس کے علاوہ

شیزان انٹرنیشنل و احمد کی مصنوعات بند پیکنگ میں بازار سے بارعایت خریدیں

جی ہاں ہماری ہر ماہ مختلف اشیائے خورد و نوش کی اسپیشل سیل سے بھی بھرپور فائدہ اٹھائیں

اکثر لوگ پارکنگ نہ ملنے کے باعث گھبرا جاتے ہیں مگر جناب گھبرائیے مت اس لئے کہ

ہماری ذاتی وسیع پارکنگ بھی موجود ہے

تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

Autobahn No. 5 سے Stadtmitte کی شیلڈ سے اُتر کر (Ampel) 4 سے بائیں طرف مڑیں

اور پھر (Ampel) 4 سے بائیں طرف مڑ جائیں

Global Food Trading GmbH

Landwehrstr. 52, 64293 Darmstadt

Telefon (0 61 51) 89 79 00, Fax (0 61 51) 89 72 42

حسین اور پائیدار نقشے

مکرم مولانا محمد اسماعیل صاحب منیر، ربوہ

ماضی کے بعض واقعات ناقابل فراموش بن جاتے ہیں جن کی حسین یادوں سے انسان ہمیشہ لذّت پاتا ہے۔ میری زندگی کے ایسے ہی واقعات میں دیوارِ برلن کی زیارت تھی جس کا موقعہ خدا تعالیٰ نے مجھے اگست ۱۹۷۶ء میں دیا جب کہ عاجز سیرالیون سے واپسی پر لندن، فرینکفرٹ، گوٹن برگ اور ہمبرگ سے ہوتے ہوئے مغربی برلن میں اپنے احمدی بھائیوں کے پاس پہنچا جہاں مکرمی حبیب اللہ صاحب صدر جماعت احمدیہ مغربی برلن کی رہنمائی میں تربیتی پروگراموں میں شمولیت کی۔ پھر چند دوستوں کی معیت میں دیوار برلن دیکھنے نکلے۔ حیران ہوا کہ یورپین قوموں نے یاجوج ماجوج کا مصداق بن کر آیت قرآنی مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ کے مطابق ہر اونچی جگہ کو پھلانگ کر بیشتر کرۂ ارض کو اپنی نو آبادیوں میں تبدیل کر لیا مگر اپنے ہی براعظم یورپ کے عین وسط میں بلند و بالا دیوار کھڑی کر لی جو برطانیہ کے سابق وزیر اعظم چرچل کے مطابق یورپ کے مشرقی اور مغربی ملکوں کے درمیان آہنی پردہ کا کام دیتی تھی۔ یہ دیوار مجھ سے دو تین گنا اونچی پھر اس پر لوہے کی کانٹے دار تاریں اور مزید یہ کہ جگہ جگہ رائفلیں اٹھائے سپاہی اس بے جان دیوار کی حفاظت کر رہے تھے۔

اس آہنی پردے کا اثر جرمن عوام کے ذہنوں پر بھی چھایا ہوا تھا جس کا تجربہ مجھے اس آخری دن ہوا جب مغربی برلن سے مشرقی برلن جانے کے لیے رختِ سفر باندھا اور سارا دن مختلف راستوں سے گذرنے کی کوشش میں صرف ہو گیا۔ کوئی جرمن آفیسر بھی یہ نہ بتاتا تھا کہ غیر ملکی مسافر کس راستے سے مشرقی برلن کے ایئر پورٹ پر پہنچ سکتے ہیں جہاں سے مجھے اگلی صبح کراچی کے لیے فلائیٹ لینی تھی۔ آخر ایک پاکستانی دوست نے راہنمائی کی۔ رات مشرقی برلن میں بسر کی جہاں اشتراکی پابندیوں کی وجہ سے لوگوں میں گھٹن سی محسوس ہوئی جو مغربی برلن کے عوام میں مفقود تھی۔

دیوار برلن روس کی اشتراکی حکومت نے جنگ عظیم دوم کے بعد ۱۹۶۱ء میں بنوائی تھی تا مغربی جمہوریت کے اثر سے اپنے لوگوں کو بچائے رکھے اور اپنی تہذیب و تمدّن کو جسے وہ دوسروں سے برتر خیال کرتے تھے کو پروان چڑھا سکیں۔ مگر خدائی تقدیر کے سامنے سب انسانی تدبیریں ہیچ ہو جاتی ہیں اور ایک خدائی تقدیر کے ماتحت یہ بلند و بالا دیوار جو لمبے عرصہ میں بنائی گئی تھی ایک ہی رات میں ریزہ ریزہ کر دی گئی اور جرمن عوام نے اس ساری رات جو خوشی کا مظاہرہ کیا وہ عظیم مظاہرہ تھا اور امریکن رسالہ ٹائمز کے مطابق جرمن عوام اس خوشی کو سدا بہار بنانا چاہتے تھے۔ امریکن رسالہ ٹائمز کے علاوہ نیوز ویک نے اپنے نومبر اور دسمبر ۱۹۸۹ء کے شماروں میں بہت دلچسپ تصاویر شائع کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کی نسبت مشرقی لوگوں نے دیوار برلن کے منہدم ہونے پر اپنی آزادی کا جشن جوش و خروش سے منایا۔ وہ اسے WALL OF SHAME کے نام سے یاد کرتے تھے اور واقعی یہ دیوار یورپ کے ترقی یافتہ لوگوں کے لیے شرم کا باعث تھی۔

اس سارے واقعہ میں ہمارے لیے ایک عظیم نشان ہے کہ ہمارے خدا نے ہمارے آقا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو چند سال پہلے ہی ان انقلابات کی خبر دی تھی کہ یہ

"FRIDAY THE 10TH"

کو ظہور پذیر ہوں گے۔ اسی طرح آپ نے اپنی ایک نظم میں جولائی سنہ ۱۹۸۶ء میں فرمایا تھا ؎

بساطِ دنیا الٹ رہی ہے حسین اور پائیدار نقشے
جہانِ نو کے ابھر رہے ہیں بدل رہا ہے نظام کہنا

چنانچہ آپ کی اس عظیم پیش خبری کے پورے ہونے کی ابتدا جمعۃ المبارک ۱۰ نومبر ۱۹۸۹ء کو ہوئی جب کہ مشرقی جرمنی کے چوتھے منتخب شدہ صدر مسٹر ایگن گرینز نے مشرقی اور مغربی جرمنی کے درمیان آزاد راستہ کھولنے کا اعلان کیا اور جرمن لوگوں کے ہاتھوں میں جو چیز بھی آئی اس سے انہوں نے اس IRON CURTAIN کی نشانی کو راتوں رات توڑ پھوڑ دیا اور اگلے دن ۳۰ لاکھ جرمنوں نے آزادی سے اس روک کو آر پار کیا اور مشرقی اور مغربی جرمنی کے دونوں نقشوں کو ۲۸ سال بعد ملا کر پھر ایک جرمنی کا نقشہ دنیا میں ابھرا ہے۔

اس عظیم الشان نشان کے معاً بعد دنیا میں یکے بعد دیگرے ایسے واقعات رونما ہوئے کہ روسی اور امریکی بلاکوں میں ۵۰ سالہ سرد جنگ بھی سرد پڑ گئی اور برلن (جرمنی) کے راستے دونوں بلاکوں کے لوگوں کے باہمی رابطے شروع ہو گئے اور امن عالم کی راہ ہموار ہونے لگی۔

روسی لیڈر میخائل گورباچوف نے ۱۹۸۵ء میں صدر بنتے ہی اپنے لوگوں کی مشکلات کا جائزہ لیا اور پہلے GLOSNOST پروگرام کے ذریعہ روسیوں کو آزادئ فکر دی اور مذہبی آزادی کا راستہ بھی کھلنا شروع ہوا۔ پھر PERESTROIKE پروگرام کے ذریعہ اقتصادیات کی تنظیم نو کرنی شروع کی۔ ۱۹۸۷ء میں گورباچوف نے امریکی صدر کے ساتھ معاہدہ کیا اور اس کے مطابق دونوں نے اپنے بعض ہتھیاروں کو خود ہی برباد کرنا شروع کیا۔ جینوا

معاہدہ کے تحت افغانستان سے اپنی فوجیں ۱۹۸۸ء میں واپس بلانی شروع کیں۔ یہ اصلاحی اقدامات اتنی تیزی سے رونما ہونے شروع ہو گئے کہ ۷۰ رسالہ اشتراکی دور کی پابندیوں میں جکڑے ہوئے جن کو ذرا سی آزادی کی ہوا لگی تو یہ گویا بوتل سے زور لگا کر باہر آ گیا اور ایسا باہر آیا کہ بس قابو میں ہی نہ آیا۔ کمیونسٹ فوجیوں اور .K.G.B نے مل کر ۱۹ اگست ۱۹۹۰ء کو روسی صدر گورباچوف کے خلاف بغاوت کر دی مگر روسی فیڈریشن کے صدر مسٹر بورس یلسن نے عوام کے تعاون سے خون بہائے بغیر ہی ۷۲ گھنٹوں میں اس کو فرو کر دیا اور گورباچوف کے مقابل پر اپنی برتری منوالی اور یلسن کو روسی ہیرو کے طور پر ساری دنیا میں پیش کیا گیا۔

سوویٹ یونین کی پندرہ ریاستوں نے یکے بعد دیگرے اپنی خودمختاری کا اعلان شروع کیا دیا اور مرکزی روسی فیڈریشن کی آزادی کا اعلان کر کے اس کے صدر بورس یلسن نے امریکی صدر کے ساتھ براہِ راست مذاکرات بھی شروع کر دیے۔ اس نازک صورتِ حال میں یلسن ایک دفعہ پھر آگے بڑھے اور ۱۵ میں سے ۱۱ روسی ریاستوں کے ایک معاہدہ کے ذریعہ دولتِ مشترکہ قائم کروا دی۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۹۱ء کو گورباچوف نے استعفیٰ دے دیا، کمیونسٹ پارٹی کے توڑے جانے کا اعلان وہ پہلے ہی کر چکے تھے۔ گویا ۷ نومبر ۱۹۱۷ء کو قائم ہونے والی کمیونسٹ سوویٹ یونین کا خاتمہ ۱۹۹۱ء کے آخری ماہ میں مکمل ہو گیا جس پر دنیا کے اخباروں میں ایک شور پڑ گیا اور دنیا حیران ہو گئی کہ سوویٹ یونین جیسی زبردست طاقت کا COLLAPSE کیسے ہو گیا مگر ہوتا وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے اور اس کی خبر جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ کو کئی سال قبل دی گئی تھی۔ ۱۹۴۵ء میں جب روسی کمیونزم دنیا پر اژدھا کی طرح قبضہ کرتا چلا جا رہا تھا لاہور میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک لیکچر میں فرمایا:

"۲۴ سال پہلے کی بات ہے میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے جس میں مَیں کھڑا ہوں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عظیم الشان بَلا جو ایک اژدھا کی شکل میں ہے دور سے چلی آ رہی ہے۔ وہ اژدھا دس سے بیس گز لمبا ہے اور ایسا موٹا ہے جیسے کوئی بڑا درخت ہو۔ وہ اژدھا بڑھتا چلا آ رہا ہے اور ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے وہ دنیا کے ایک کنارے سے چلا ہے اور درمیان میں جس قدر چیزیں تھیں ان سب کو کھاتا چلا آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے وہ اژدھا اس جگہ پر پہنچ گیا جہاں ہم ہیں اور میں نے دیکھا کہ باقی لوگوں کو کھاتے کھاتے وہ ایک احمدی کے پیچھے بھی دوڑا۔ وہ احمدی آگے آگے اور اژدھا پیچھے پیچھے۔ میں نے جب دیکھا کہ اژدھا ایک احمدی کو کھانے کے لیے دوڑ پڑا ہے تو میں ہاتھ میں سونٹا لے کر اس کے پیچھے بھاگا۔ لیکن خواب میں مَیں محسوس کرتا ہوں کہ میں اتنی تیز بھاگ نہیں سکتا جتنی تیزی سے سانپ دوڑتا ہے۔ چنانچہ میں اگر ایک قدم چلتا ہوں تو سانپ دس قدم کے فاصلے پر پہنچ جاتا ہے۔ بہرحال میں دوڑتا چلا گیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ وہ احمدی ایک درخت کے قریب پہنچا اور تیزی سے اس پر چڑھ گیا۔ اس نے خیال کیا کہ میں درخت پر چڑھ گیا تو اژدھا کے حملے سے بچ جاؤں گا۔ مگر ابھی وہ درخت کے نصف میں ہی تھا کہ اژدھا اس کے پاس پہنچ گیا اور سر اٹھا کر اس کو نگل گیا۔ اس کے بعد وہ پھر واپس لوٹا اور اس غصہ میں کہ میں اس احمدی کو بچانے کے لیے اس کے پیچھے دوڑا تھا اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ مگر وہ جب مجھ پر حملہ کرتا ہے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے قریب ہی ایک چارپائی پڑی ہے مگر وہ بُنی ہوئی نہیں صرف پٹیاں وغیرہ ہیں جس وقت اژدھا میرے پاس پہنچا میں کود کر اس چارپائی کی پٹیوں پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا اور میں نے اپنا ایک پاؤں اس کی ایک پٹی پر اور دوسرا پاؤں اس کی دوسری پٹی پر رکھ لیا۔ جب اژدھا چارپائی کے قریب پہنچا تو کچھ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ آپ اس کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ

لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ لِقِتَالِھِمْ

(کسی کے ہاتھوں میں اس سے لڑنے کی طاقت نہیں)

اس وقت مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ سانپ کا حملہ دراصل یاجوج ماجوج کا حملہ ہے کیونکہ یہ حدیث ان کے بارہ میں ہے۔ پس اس وقت یہ خیال بھی کرتا ہوں کہ یہ دجال بھی ہے۔ اتنے میں وہ اژدھا میری چارپائی کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا لیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی شروع کر دی۔ اس دوران ان احمدیوں سے جنہوں نے مجھے مقابلہ سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ یاجوج ماجوج کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکے گی میں ان سے کہتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ لِقِتَالِھِمَا کسی کے پاس کوئی ایسا ہاتھ نہیں ہوگا جس سے وہ ان کا مقابلہ کر سکے مگر میں نے اپنا ہاتھ مقابلہ کے لیے اس کی طرف نہیں بڑھائے بلکہ اپنے دونوں ہاتھ خدا کی طرف بڑھا دیے ہیں اور خدا کی طرف ہاتھ اٹھا کر فتح پانے کے امکان کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رد نہیں فرمایا۔

غرض میں نے دعا کرنی شروع کر دی کہ اے خدا مجھ میں تو طاقت نہیں کہ میں فتنہ کا مقابلہ کر سکوں لیکن تجھ میں سب قدرت اور طاقت ہے۔ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو اس فتنہ کو دور فرما دے۔ میں نے دعا کی تو میں نے دیکھا کہ آسمان سے اس اژدھا کی حالت میں تغیر پیدا ہونے لگا جیسے پہاڑی کیڑے پر نمک

گرانے سے ہوتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں اس اژدھا کے جوش میں کمی آنی شروع ہوگئی۔ پھر وہ خاموشی سے لیٹ گیا، اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ ایسی چیز بن گیا جیسے جیلی ہوتی ہے اور بالآخر وہ اژدھا پانی ہوکر بہہ گیا اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو دعا کا کیا اثر ہوا۔ بے شک میرے اندر طاقت نہیں تھی کہ میں اس کا مقابلہ کر سکتا مگر میرے خدا میں تو طاقت تھی کہ وہ اس خطرہ کو دور کر دیتا۔"

(اسلام کا اقتصادی نظام صـ ۱۴۶ تا صـ ۱۴۸)

چنانچہ سوویٹ یونین کی عظیم حکومت دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں پانی کی طرح ہی بہہ گئی ہے۔ خود روسیوں کی سمجھ سے بالا ہے کہ یہ ہوا کیا ہے اور دنیا کے بڑے بڑے پنڈتوں کی توقعات کے برخلاف اچانک ہو گیا مگر یہ سب خدائی پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے جس کی تفصیلی خبر اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ کو بھی یوں دی تھی:

پہلے نمبر پر CAPITALISM تھا جو پیچھے چلا گیا ہے
دوسرے نمبر پر کمیونزم آگیا ہے یہ بھی پیچھے چلا جائے گا
صدیوں کی بات نہیں درجنوں سالوں کی بات ہے کہ اشتراکی نظام بھی پیچھے چلا جائے گا۔ پھر دوسری طاقتیں آگے آجائیں گی۔ ایک وقت میں وہ بھی پیچھے چلی جائیں گی پھر خدا تعالیٰ کا نام لینے والی جماعت اور اسلام کا جھنڈا دنیا کے گھر گھر میں گاڑنے والی جماعتِ احمدیہ آگے آئے گی اور پھر اس دنیا میں اخروی جنت سے ملتی جلتی جنت پیدا ہوگی اور ہر انسان کی خوشی کے سامان کیے جائیں گے۔"

(تقریر جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۷۴ء)

مختصر یہ کہ اشتراکی نظام بدل رہا ہے۔ سوویٹ یونین میں نئے نقشے ابھر رہے ہیں، ان کو حسین اور پائیدار بنانے کی ذمہ داری اب احمدیوں کے کندھوں پر ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو دی تھی۔ حضورؑ کے الفاظ یوں ہیں:

۱۔ "۲۲ جنوری ۱۹۰۳ء کو میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ زار روس کا سونٹا میرے ہاتھ میں آگیا ہے۔ وہ بڑا لمبا اور خوبصورت ہے اور پھر میں نے غور سے دیکھا تو وہ بندوق ہے اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بندوق ہے بلکہ اس میں پوشیدہ نالیاں بھی ہیں۔ گویا بظاہر سونٹا معلوم ہوتا ہے اور وہ بندوق بھی ہے۔" (تذکرہ صـ ۴۲۹)

۲۔ "میں اپنی جماعت کو رشیا کے علاقہ میں ریت کی مانند دیکھتا ہوں۔" (تذکرہ صـ ۸۱۳)

ان دونوں پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے ہمارے آقا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:—

"حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو روس میں ریت کے ذرّوں کی مانند دیکھتا ہوں۔ پس اگر روس کی کامل تباہی مراد ہوتی تو ریت کے ذرّوں کا ذکر نہ ہوتا۔ مراد یہ ہے کہ نظام ٹوٹے گا۔ روسی قوم سلامت رہی گی اور اسے یہ توفیق ملے گی کہ وہ احمدیت کے نور سے منور ہو اور نئی زندگی حاصل کرے۔ پس روس کو نئی زندگی دینے والے ہم ہی ہوں گے۔ اس لیے دعائیں بھی کریں اپنے آپ کو وقف کے لیے بھی پیش کریں اور یقین رکھیں کہ جیسا کہ پیشگوئیوں کا پہلا حصّہ پورا ہوا ان کا بقیہ حصّہ بھی پورا ہوگا۔ انشاء اللہ"

(الفضل ۲۲ اگست ۱۹۹۰ء)

سچ تو یہ ہے کہ ؎
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

بقیہ | سنہری اصول

۲۸ دسمبر۔ مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ ۳ فروری ۱۹۹۳ء)

شہریوں کے حقوق مساوی ہیں

۱۹۵۳ء میں تحقیقاتی عدالت کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا قوم کا موجودہ نظریہ کہ ایک ریاست کے مختلف مذاہب کے ماننے والے شہریوں کو مساوی حقوق حاصل ہوتے ہیں، اسلام میں پایا جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا "یقیناً"۔ (تحقیقاتی عدالت میں امام جماعت احمدیہ کا بیان۔ شائع کردہ احمدیہ کتابستان حیدرآباد سندھ صـ ۱۹)

سیرتِ رسولؐ

کیا یہ حقیقت نہیں کہ:

◎— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے سربراہ مملکت ہوتے ہوئے خیبر کی ایک یہودی عورت کی دعوت قبول کی!

◎— کیا ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ احتراماً کھڑے نہیں ہوئے اور یہ کہنے پر کہ حضور یہ یہودی کا جنازہ ہے آپ نے نہیں فرمایا کہ کیا یہ مخلوق جاندار نہیں تھی۔ الیست نفساً۔

◎— کیا بوقت وفات آپ کی زرہ یہودی کے پاس رہن نہیں تھی یعنی یہود سے آپ کی DEALING نہ تھی۔

◎— کیا آپ یہودی کی عیادت کے لیے تشریف نہیں لے گئے۔

◎— کیا نجران کے عیسائی وفد کو آپ نے مسجد میں نہیں ٹھہرایا۔ ان سے مذہبی تبادلہ خیالات نہیں فرمایا۔

خدارا یہ ثابت کیجیے کہ اسلام آزادیٔ ضمیر، حریت فکر کا ہی علمبردار نہیں۔ وہ مذہب کو وطن میں اختلاف کا باعث نہیں بناتا بلکہ اتحاد کی دعوت دیتا ہے۔

بقیہ | ذکر خیر

میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرما کر دین و دنیا میں ان کا ہر طرح حافظ و ناصر ہو اور انہیں سدا اپنے فضلوں سے نوازتا رہے۔ آمین۔

مسعود احمد خان ______ فرینکفرٹ

ترقی کی طرف ایک اور قدم

باوقار لوگ ہمیشہ بھٹی انٹرپرائزز کو ترجیح دیتے ہیں

آخر کیوں؟

اس لئے کہ ہم ہمیشہ ہمہ وقت اور ہمہ تن آپ کو بہترین کوالٹی پیش کرنے کیلئے کوشاں رہتے ہیں

اصلی چیز کوالٹی ہی تو ہوتی ہے

ہم آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں

تازہ مچھلی — تازہ سبزیاں — مٹھائیاں — چاٹ — چٹنیاں — اس کے علاوہ

پکے پکائے تازہ کھانے بھی دستیاب ہیں، انشاءاللہ آپ کھا کر لطف اندوز ہوں گے
یقیناً آپ کسی پارٹی یا شادی بیاہ کے موقعہ پر حلال گوشت کیلئے کوئی دُکان تلاش کرتے
ہوں گے **گھبرائیے مت** ہمارے ہاں سے آپ ہول سیل قیمتوں پر
حلال گوشت بھی حاصل کر سکتے ہیں، جی ہاں! ہر قسم کے ڈائجسٹ اور رسالے
آرڈر دے کر گھر بیٹھے منگوائیں اور ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیں

ہمارا نصب العین

پاکیزہ ماحول — کم منافع — اونچا معیار

Bhatti Enterprises

Heiligkreuzgasse 16, 60313 Frankfurt
Tel. (0 69) 28 14 44, Fax (0 69) 28 39 62

دُرِّ محمود

انفاق

مرتبہ :- مکرم زاھد ملک صاحب

اسلام کی حالت اس وقت ایک ایسے دودھ پیتے بچّہ کی مانند ہے۔ جو جنگل میں پڑا ہو اور اس پر چاروں طرف سے درندے حملہ آور ہوں...... تم لوگ اسلام کی مدد و نصرت کے لئے کھڑے ہو جاؤ تا شرک و کفر کی وہ ظلمتیں دور ہو جاویں جنہوں نے دنیا کو گھیرا ہوا ہے۔ تم ان عہدوں کو پورا کرو جو خدا کے مامور کے ہاتھ پر کئے ہیں۔ اور ہر ایک رنگ میں مال سے، جان سے، قلم سے، زبان سے، جس طرح بھی ہو سکے اسلام کی خدمت کرو۔ یہ دن پھر نہیں آئیں گے۔

(خطبات محمودؓ۔ جلد اول صد ۳۹)

قربانیوں میں اصل قربانی وہ ہوتی ہے جو ابتدائی ایام میں کی جاتی ہے۔ جب دین کو شوکت حاصل ہو جاتی ہے اس وقت کی قربانی انسان کو کوئی خاص مقام نہیں دیتی۔ قربانی وہی ہوتی ہے جب نا اُمیدی کے بادل سر پر منڈلا رہے ہوتے ہیں جب تمام دنیا کہتی ہے کہ یہ کام نہیں ہو سکتا لیکن انسان صرف خدا تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے قربانی کرتا چلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا خدا کہتا ہے کہ یہ کام ہو کر رہے گا۔ دُنیا بے شک اس بات کو نہ مانے مگر مجھے یقین ہے کہ یہ کام ہو کر رہے گا۔

(مشعل راہ صد ۵۹۱۔ بحوالہ الفضل ۲۰ جون ۱۹۶۱ء)

یہ کبھی مت خیال کرو کہ تمہارے قلیل مال کی کوئی قیمت نہیں۔ اگر تم اخلاص سے اللہ تعالےٰ کے راستہ میں ایک پیسہ بھی دیتے ہو، تو وہ اُن سونے کے پہاڑوں سے جو بغیر اخلاص کے دیئے جائیں، زیادہ درجہ رکھتا ہے۔

(خطبات محمودؓ۔ جلد اول صد ۱۴۶)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ مالی قربانی کی تحریک کی۔ تو ایک صحابی جن کے پاس اور کچھ نہیں تھا وہ جَو کی دو مٹھیاں لائے اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں۔ منافقوں نے اس بات کو دیکھا تو ہنسے اور کہنے لگے۔ لو اب دُنیا جَو کی ان دو مٹھیوں سے فتح ہو گی۔ حالانکہ اگر اُن کی آنکھ ہوتی تو وہ سمجھتے کہ یہ جَو کی دو مٹھیاں نہیں تھیں بلکہ اسلام کی محبت میں بیتاب ہونے والے ایک دل کے خون کے دو قطرے تھے جو اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے۔ اور دنیا دل کے خون کے قطروں سے ہی فتح ہوا کرتی ہے۔ دنیاوی سامانوں سے نہیں۔ پس ایمانِ کامل کی علامت یہ ہے کہ جو کچھ تم گھروں میں کھاتے ہو اور جو کچھ کماتے ہو اور جو کچھ پہنتے ہو اور جو کچھ خرچ کرتے ہو۔ اس کا ایک حصہ خدا تعالیٰ کی راہ میں بھی دو اور اپنی ہر طاقت بنی نوع انسان کی بھلائی اور اُن کی بہبودی کے لئے صرف کرو۔

(تفسیر کبیر، جلد ششم صد ۵۲۳)

مالدار کا شرف مال میں نہیں۔ بلکہ اس کا شرف اس بات میں ہے کہ ایسے خدا تعالےٰ کے راستہ میں اپنا مال خرچ کرنے کی توفیق کس حد تک ملتی ہے۔

(خطبات محمودؓ، جلد اول صد ۵۲)

وہ شخص جو اپنے مال و دولت جائیداد وغیرہ کو ایسی جگہ صرف کرتا ہے جس سے اُسے دائمی خوشی حاصل ہو۔ اس کے دل میں کبھی رنج نہیں آتا۔

(خطباتِ محمودؓ۔ جلد اول صد ۲۲)

اگر تم خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے۔ کہ تمہارے دل میں دوسرے وقت خرچ کرنے کے لئے پہلے کی نسبت اور زیادہ تحریک ہو۔ اگر زیادہ تحریک نہیں ہوتی۔ تو سمجھ لو کہ پہلے تم نے جو کچھ دیا تھا وہ خدا کے لئے نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے دیا تھا۔ اور وہ ضائع ہو چکا۔ ایسی صورت میں تو اور بھی زیادہ خرچ کرنا چاہیئے۔

(خطبات محمود جلد اول صد ۲۲، ۳۲)

جماعتِ احمدیہ بے شک چندے دیتی ہے۔ لیکن صحابہ والا اِنفاق اور تھا وہ تو کوشش کر کے اپنے اوپر غربت لاتے تھے۔ جب تک اسی طرح اِنفاق نہ ہو ترقّی ممکن نہیں ہؤا کرتی۔ اسی وجہ سے پہلی آیت (سورۃ ابراہیم آیت ۳۱۔ ناقل) میں جہاں خرچ کا حکم دیا ہے۔ وہاں سِرًّا کو پہلے رکھا ہے۔ یہ بتانے کیلئے کہ اصل اِنفاق وہ ہے۔ جو طبعی ہو اور اس میں کسی شہرت وغیرہ کا خیال نہ ہو۔ جو اِنفاق طبعی ہو گا۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے طبیعت کو اُبھارنا نہیں پڑے گا۔ بلکہ اس کے ظہور کو بعض دفعہ روکنے کی ضرورت محسوس ہو گی۔ پس وہی انفاق اس آیت کے ماتحت ہے جو طبعی ہو نہ یہ کہ نفس پر خرچ کرنا تو طبعی ہو اور خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے دوسرے کے کہنے کی ضرورت ہو۔

جب جماعتِ احمدیہ میں یہ مادہ پیدا ہو جائے گا اور انہیں اپنے آپ پر خرچ کرنے کے لئے تو نفس پر بوجھ ڈالنا پڑے گا اور دین کی راہ میں خرچ کرنا طبعی تقاضا نظر آئے گا تب ان کے لئے ترقیات کے راستے کھلیں گے۔

(تفسیر کبیر جلد سوم، صد ۴۸۱، ۴۸۲)

اس آیت (وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ناقل) میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مال خرچ کرنے پر گھبرانا عقل کے خلاف ہے کیونکہ یہاں خدا تعالیٰ کی نعمت کا نام رزق رکھا گیا ہے اور رزق اس عطاء کو کہتے ہیں جو جاری ہو اور ایک ہی دفعہ ختم نہ ہو جائے۔ پس رزق کا لفظ استعمال کر کے اسی جگہ یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق جو خرچ کرے گا اس کا مال بڑھے گا کم نہ ہو گا کیونکہ اللہ تعالےٰ اس پر بار بار انعام کرے گا۔ علم اور فہم اور عقل اور جسمانی قوتوں کے خرچ

کرنے سے ان اشیاء کا بڑھنا تو ظاہر ہی ہے جو شخص اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے اسی کا علم ہمیشہ بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا جو لوگ درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں ان کا علم ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے اسی طرح جو لوگ اپنی عقل اور فہم سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں ان کی عقل اور ان کا فہم بڑھتا ہے گھٹتا نہیں۔ اسی طرح جسمانی قوتوں کو صحیح طرح خرچ کرنے والے کی قوت بڑھتی ہے گھٹتی نہیں۔ اسی طرح مال خرچ کرنے والے کا مال بھی بڑھتا ہے مثلاً یہ امر ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے مال کا کچھ حصہ اپنے نفس پر خرچ کرے گا اس کے جسم میں زیادہ قوت پیدا ہوگی اور وہ زیادہ کما سکے گا اسی طرح جو شخص صحیح طور پر اپنی بیوی اور اپنی اولاد پر خرچ کرے گا اس کے ہاں کمانے والوں کی تعداد بڑھے گی جو اپنے ہمسائیوں پر اور دوستوں پر مال خرچ کرے گا اسی کے معاون اور مددگار بڑھیں گے جو غرباء پر خرچ کرے گا اس کی قوم کی مالی حالت ترقی کرے گی اور اس کا ردِّ عمل خود اس کے مال کے بڑھنے کی صورت میں ہوگا

غرض مال کا صحیح خرچ کرنا کبھی مال کو ضائع ہونے نہیں دیتا بلکہ اسے بڑھاتا ہے۔ پس علاوہ اس کے کہ خدا تعالےٰ کا فضل اس شخص پر روحانی طور پر نازل ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے طبعی قوانین بھی اس طرح بنائے ہیں کہ اُن کی مدد سے بھی ایسے حالات ہیں مال بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا۔ اور صرف کم عقل لوگ اس قسم کے خرچ سے گھبراتے ہیں وہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح وہ اپنے مالوں کو نقصان پہنچاتے ہیں محفوظ نہیں کرتے۔

(تفسیر کبیر۔ جلد اول صہ ۱۳۴)

شاید کوئی اعتراض کرے کہ خدا تعالیٰ کو اس کی کیا ضرورت پیش آئی کہ بندوں کی وساطت سے دوسروں پر خرچ کروائے کیوں نہ اس نے سب انسانوں کو براہِ راست ان کا حصہ دے دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض قلّتِ تدبّر کا نتیجہ ہے کہ خیال کیا جاتا ہے کہ بعض لوگ خرچ کرنے والے ہیں اور بعض دوسروں کی امداد پر گذارہ کرتے ہیں کیونکہ درحقیقت سب ہی لوگ ایک دوسرے پر خرچ کرنے والے ہیں۔ امراء ظاہر میں غرباء پر مال خرچ کر رہے ہوتے ہیں۔ ایک مالدار جو ایک گاؤں میں رہتا ہے اس کے مال کی حفاظت ان سینکڑوں غرباء کی ہمسائیگی سے ہو رہی ہوتی ہے جو اس کے ساتھ گاؤں میں رہتے ہیں ورنہ ڈاکو اور چور اس کو لوٹ لیں...... ایک امیر اپنی امارت غرباء کی مدد کے بغیر قائم ہی نہیں رکھ سکتا کیونکہ دولت مزدور کی مدد سے آتی ہے مزدور نہ ہو تو دولت کہاں سے آئے۔ پس امیر ہی غریب کی مدد نہیں کرتا بلکہ غریب بھی امیر کی مدد کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے تعاون اور محبت کے قیام اور زیادتی کے لئے دُنیا میں ایسا انتظام کیا ہے کہ ہر شخص کے مال میں کچھ دوسروں کا حصہ بھی رکھ دیا ہے تا باہمی ہمدردی اور تعاون سے محبت بڑھے اور تمدن کرے اگر ہر ایک آزاد ہوتا تو مدنیت کبھی ترقی نہ کرتی اور وہ علوم جو انسان کو حیوانوں سے ممتاز کرتے ہیں کبھی پیدا نہ ہوتے پس رزق کا باہم ملا دینا ایک بڑی حکمت پر مبنی ہے۔

قربانی کے متعلق ایک بات یاد رکھنے والی ہے اور وہ یہ ہے کہ قربانی اپنے نتائج کے مطابق اور اپنے احساس کے مطابق ہوا کرتی ہے۔ جتنی جتنی حس کم ہوتی چلی جائے اتنی ہی قربانی کی قیمت گرتی جاتی ہے اور جتنی جتنی حس زیادہ ہوتی جائے اتنی ہی قیمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام نے کہا ہے کہ عوام کی نیکیاں خواص کی بدیاں ہوتی ہیں ......

ایک شخص جماعت میں نیا داخل ہوا ہے اور قربانی کے صحیح معنوں سے آگاہ نہیں وہ اپنے ایمان کے مطابق قربانی کرتا ہے۔ اور اپنے نفس میں خیال کرتا ہے کہ مَیں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا ہے۔ مگر ایک پُرانا احمدی ہے۔ جو قربانی کا عادی ہو چکا ہے تو اللہ تعالےٰ کے ہاں ان دونوں کو ان کی قلبی کیفیات اور احساسات کے مطابق بدلہ ملے گا۔ نئے احمدی کی تھوڑی قربانی پُرانے کی زیادہ قربانی زیادہ ہوگی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ دوزخی جب ایک عرصہ تک عذاب اٹھالیں گے تو پھر ہم ان کی جلدیں تبدیل کر دیں گے۔ کیونکہ جتنی جتنی کسی چیز کی عادت ہو جائے اس کے متعلق حس اتنی ہی کم ہو جاتی ہے ...... اسی طرح نیکی کا بھی حال ہے۔ جب ایک نیکی کی عادت ہو جائے تو اس کا اتنا ثواب نہیں رہتا۔ جب تک اس میں کوئی اضافہ نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نیکیوں کے مدارج مقرر کئے ہیں۔ نماز کے فرض مقرر کئے ہیں مگر اس کے ساتھ نوافل اور سنتیں بھی لگا دیں ... ... اس میں یہی حکمت ہے کہ جب فرائض کی عادت ہو جائے تو مزید ترقی کے لئے رستہ کھلا رہے۔ اللہ تعالےٰ نے نماز کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا۔ مثلاً یہ نہیں کہا کہ ظہر کی نماز چار بجکر ۵ منٹ پر ادا کی جائے اور اس سے بھی اللہ تعالےٰ کا منشاء یہی ہے کہ اگر کوئی خلوصِ دل سے چاہے تو اس میں زیادتی کر سکے۔ پھر نماز میں توجہ کی کوئی بھی حد نہیں رکھی۔ وگرنہ نچلے درجہ کے لوگ محروم رہ جاتے ...... یہی حال صدقہ وخیرات کا ہے۔ ایک طرف زکوٰۃ رکھ دی جس حد تک کر دی مگر صدقہ خیرات کی کوئی حد نہیں رکھی یعنی زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقہ رکھا تا انسان جب تک زکوٰۃ کا عادی ہو جائے تو اس میں ترقی کر سکے۔ روزوں کا بھی یہی حال ہے رمضان کے روزے فرض کئے مگر ساتھ نفلی روزے بھی رکھے گویا ہر بات میں ترقی کی گنجائش رکھی تا جوں جوں ایک نیکی کی عادت ہو جائے اس میں اضافہ اور ترقی کی جا سکے۔

غرض شریعت نے احساس اور عادت پر بنیاد رکھی۔ چیز پر نہیں۔ یہ نہیں کہ دس روپے دینے والا نو روپے دینے والے سے اچھا ہے۔ بلکہ احساس کے لحاظ سے ممکن ہے ایک روپیہ دینے والا نو روپے دینے والے سے اچھا ہو...... اس گر کے مطابق مومن کو ہمیشہ نیکی میں ترقی کرنی چاہیئے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جس نیکی کی عادت ہو جائے اس کا ثواب کم ہو جاتا ہے اور وہ اسی صورت میں مفید ہو سکتی ہے جب عادت سے زیادہ کی جائے۔ پس مومن کا ہر دن ایمان اور قربانی اور احساس کے لحاظ سے پہلے سے زیادہ مضبوط ہونا چاہیئے۔ کیونکہ لازمی بات ہے کہ ہر قدم پر عادت ہوگی۔ اور اس طرح ہر قدم پر پہلے سے زیادہ اُٹھانا پڑے گا یہی چیز ہے جس سے قربِ الٰہی حاصل ہو سکتا ہے۔ مومن کسی ایک جگہ کھڑا نہیں ہو سکتا اگر کھڑا ہو جائے گا تو اس کی قربانی ہیچ ہو جائے گی۔ اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے۔ کہ مومن نوافل کے ذریعہ قربِ الٰہی میں ترقی کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہے اور اگر وہ اس کی طرف ایک قدم اٹھاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی طرف دو قدم اُٹھاتا ہے حتیٰ کہ اس کا وجود خدا کا وجود ہو جاتا ہے[1]۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ نوافل کے ذریعہ ترقی غیر محدود ہوتی ہے۔ تو یہ عید الضحیٰ ہے۔ اور ہمیں قربانی کی طرف توجہ دلاتی ہے اور قربانی بھی احساس والی۔ (خطباتِ محمودؓ۔ جلد اول صہ ۱۴۵-۱۴۹)

---

[1] صحیح بخاری کتاب الرّقاق باب التواضع

"اب انسانیت کے نام پر ہمیں جلسے کرنے چاہئیں"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو"

مکرم احمد زبیر خان صاحب

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

(سورہ حجرات)

ترجمہ:۔ مومنوں کا رشتہ آپس میں صرف بھائی بھائی کا ہے پس تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان جو آپس میں لڑتے ہوں صلح کرا دیا کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اے مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے اُسے حقیر سمجھ کر ہنسی مذاق نہ کیا کرے۔ ممکن ہے کہ وہ اُن سے اچھی ہو اور نہ (کسی قوم کی) عورتیں دوسری (قوم کی) عورتوں کو حقیر سمجھ کر اُن سے ہنسی ٹھٹھا کیا کریں۔ ممکن ہے کہ وہ (دوسری قوم یا حالات والی) عورتیں اُن سے بہتر ہوں اور نہ تم ایک دوسرے کو طعن کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے ناموں سے یاد کیا کرو، کیونکہ ایمان کے بعد اطاعت سے نکل جانا ایک بہت ہی بُرے نام کا مستحق بنا دیتا ہے (یعنی فاسق کا) اور جو بھی توبہ نہ کرے، وہ ظالم ہوگا۔

جُھکنا انسان کا خاصہ ہے وہ جتنا جھکتا ہے وہ جتنا جُھکتا ہے اُتنا ہی مفید وجود سمجھا جاتا ہے بلکہ مثال دی جاتی ہے کہ جتنا درخت پھل دار ہوتا ہے اُتنا ہی وہ جُھکتا ہے۔ اس مثال سے ہمیشہ یہ سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ جُھک کر ہی انسان انسانوں کے کام آسکتا ہے۔ انکسار بھی اسی کا نام ہے اور منکسر المزاج شخص عزّت بھی دوسروں سے زیادہ حاصل کر سکتا ہے گردن اکڑی رہے تو کچھ لوگ خوف تو ضرور کھائیں گے لیکن عزّت کوئی بھی نہیں کرے گا۔

جُھکنا بھی عادت ہے یہ عادت ہو تو انسان جُھکتا ہے اور یہ عادت نہ ہو تو تکلّف کے ساتھ اُسے جُھکنا بھی مشکل ہو جاتا ہے بے شک بعد میں معافی مانگنی پڑے لیکن ایک دفعہ تو اکڑ پن کا اظہار ہو ہی جاتا ہے اور عادت کے متعلق ہم خوب جانتے ہیں کہ عادت بنائی جاتی ہے اور اسے پُختہ کرنا بھی اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں۔

"بد خُلقی، بد کلامی، بے حیائی کا زبان پر لانا بے حیائی کے کام کرنا۔ گالی گلوچ اور بے حیائی کے ارتکاب میں حد سے بڑھ جانے کا اِسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں اور اسلام کے اعتبار سے سب سے اچھا انسان وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ (رواہ احمدؒ بسند جیّد)

ایک اور موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا!

"مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اُس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اُسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت میں کام آئے گا اللہ تعالیٰ اُس کی ضرورت کے وقت اُس کے کام آئے گا اور جو کوئی کسی مسلمان کی کسی تکلیف کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کے بدلے قیامت کی تکلیفوں میں سے اُس کی کوئی تکلیف دور فرمادے گا اور جو کوئی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(مُسلم جلد نمبر ۲ کتاب البرّ والصّلۃ)

پھر یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خدا کو گواہ بنا کر یہ فرمایا!

"مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں کوئی شخص سچّا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہیں کرتا جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری کتاب الایمان)

جماعت احمدیہ کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

"آپس میں اخوّت اور محبت پیدا کرو.... تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزّت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دے.... تم باہم اتفاق رکھو۔ خدا تعالیٰ نے یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجودِ واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جُڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو برقی تار کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرائت کرے اگر اختلاف ہو اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے.... یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند نہ کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے.... بھائیوں کے حقوق کو اور ہمسائیوں کے حقوق کو شناخت کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ زبان سے کہہ لینا کہ ہم جانتے ہیں بے شک آسان ہے مگر سچّی ہمدردی اور اخوّت کو برت کر دکھلانا

مشکل کام ہے۔"

(روزنامہ الفضل، صفحہ ۲، ۱۶ر جون ۱۹۹۲ء)

حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام اپنے فارسی منظوم کلام کے دو اشعار میں فرماتے ہیں۔

کبر و کیں را ترک کن اے بد خصال
تا بتابد بر تو نور ذوالجلال

اے بدخصلت انسان تکبر اور دشمنی کو چھوڑ تا کہ تجھ پر خدائے ذوالجلال کا نور پڑے۔

ایں چنیں بالا ز بالا چوں پری
یا مگر زاں ذاتِ بیچوں منکری

تو اتنا اونچا کیوں اڑتا ہے شائد کہ تو اُس بے مثل ذات کا منکر ہے۔

حضور علیہ السلام اپنے ایک اُردو شعر میں فرماتے ہیں ؎

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں

اسی خیال کو حضور علیہ السلام نے بالا فارسی اشعار میں بیان فرمایا ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں سے کمتر سمجھے ہر وہ شخص جو اپنے متعلق یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ بہت بڑا انسان ہے ہمیشہ غلط فہمی کا شکار ہوتا ہے اور یہ غلط فہمی اُس سے کئی ایسے افعال سرزد کروا دیتی ہے جو انتہائی ناپسندیدہ ہوتے ہیں وہ شخص جو بہت اونچا اُڑ رہا ہوتا ہے کیا تو خدا کی ذات کا منکر ہے یعنی سب سے بڑا تو خدا ہے اُس کی بڑائی کا ذکر ہونا چاہیئے۔ اگر انسان اپنی بڑائی کا ذکر کرنے لگے اور اپنے آپ کو بہت بلند و بالا سمجھنے لگے تو یقیناً اُس کے دل سے خدا کی بڑائی کا خیال نکلنا شروع ہو جائے گا اور اُس کی وہی کیفیت ہو جائے گی جو ایک منکرِ ذات خدا کی ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے اور تو اس غلط خیال سے باز آجائے کیونکہ یہ خیال مشرکانہ اور انتہائی غلط ہے۔

ایک اور موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

"اگر انسان تکبر کرنا چھوڑ دے اور اخلاق اور ملنساری سے پیش آوے تو یہ ایک بھاری معجزہ ہوتا ہے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ایسے کئی نمونے پائے جاتے ہیں کہ بعض لوگوں نے محض آپ کے اخلاقی کمال کی وجہ سے اسلام قبول کیا۔"

(ملفوظات جلد پنجم، صفحہ ۵۰۱، ۵۰۲)

"میری نصیحت ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو، ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو، دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو، اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جائے تو اُسے معاف کرنا چاہیئے۔"

(حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"عیب شماری کی طرف ہر وقت متوجہ رہنا ٹھیک نہیں، کچھ اپنی اصلاح بھی چاہیئے، ہمیشہ کسی دوسرے کی عیب چینی سے پہلے اپنی گذشتہ عمر پر نگاہ ڈالو کہ ہم نے اپنی زندگی میں کتنی تبدیلی کی ہے ایک عیب کی وجہ سے ہم کسی شخص کو بُرا کہہ رہے ہیں کیا ہم میں بھی کوئی عیب ہے یا نہیں اور اگر اس کی بجائے ہم میں یہ عیب ہوتا اور ہماری کوئی اس طرح پر غیبت کرتا تو ہمیں بُرا معلوم ہوتا یا نہیں۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"انسان کا گوشت پوست کوئی قیمت نہیں رکھتا، گوشت پوست جیسے ایک چور کا ہے ویسے ہی ایک نیک آدمی کا ہے۔ ہڈیاں جیسے ایک چور کی ہیں ویسے ہی ایک نیک آدمی کی ہیں، خون جیسے ایک چور کا ہے ویسے ہی ایک نیک آدمی کا ہے فرق صرف یہ ہے کہ اس کے اخلاق بُرے ہیں اور اُس کے اخلاق اعلیٰ درجہ کے ہیں۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کی تلخی کو مٹانے کی کوشش کرے۔ اسلام کہتا ہے کہ آپس میں محبت اور پیار کے ساتھ زندگی گزارو اور سارے لڑائی جھگڑے ختم کر دو۔ زندگی کی تلخیاں مٹا ڈالو اور امن کی اور اخوت کی اور دوستی کی فضا پیدا کرو.... ہر شعبۂ زندگی کے متعلق حکم یہ ہے کہ لڑنا نہیں، جھگڑے کی فضا نہیں پیدا کرنی۔ تمام معاملات کو پیار اور محبت کے ساتھ طے کرو.... اسلام نے سارے جھگڑے مٹا دیئے ہیں اور سارے احکام جھگڑے مٹانے والے دیئے اور پھر کہا ان پر عمل کرو جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸ر مئی ۱۹۷۹ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"محبت ایک ایسی طاقت ہے جو براہ راست دور دور تک اثر کرنے والی ہے اور جنسی اختلاف کے باوجود محبت ضرور غالب آیا کرتی ہے۔ پس آج بھی دنیا میں حیرت انگیز طور پر سمندر کے جانوروں کو اور خشکی کے جانوروں کو اور ہوا میں اُڑنے والے جانوروں کو آج کی دنیا کا انسان سدھانے کی جو استطاعت پا چکا ہے اور حیرت انگیز کارنامے سرانجام دے رہا ہے، یہ استطاعت اگر آپ غور کریں تو در حقیقت محبت ہی کی استطاعت ہے۔ اس کے سوا کوئی استطاعت نہیں ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ جولائی ۱۹۹۰ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ ۲۹ نومبر ۱۹۹۱ء میں فرماتے ہیں۔

"لاجواب کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے، ہمارا مقصد یہ ہے کہ دل جیتیں، خواہ خود لاجواب ہو کر دل جیتیں اور یہ بھی ایک حکمت کا مضمون ہے۔ بعض وقعہ لاجوابی سے بھی دل جیتے جاتے ہیں، آپ ایک بات کو برداشت کر جائیں اور اُس کا جواب نہ دیں اور ایک درد آمیز خاموشی اختیار کر لیں تو اس نتیجہ میں بھی دل جیتے جاتے ہیں۔"

باقی صفحہ نمبر ۶۱ پر ملاحظہ فرمائیں

احمدیت کا تعارف

مکرم مبشر احمد خالد، مربی سلسلہ، ربوہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کی روحانی تعلیم و تربیت اور غلبۂ دینِ حق کے لیے دورِ آخر میں ایک آسمانی مصلح کے مبعوث ہونے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ پیشگوئیوں کے مطابق آج سے تقریباً ایک صدی پیشتر جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (پیدائش: ۱۸۳۵ء - وفات: ۱۹۰۸ء) نے بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کے ایک چھوٹے سے قصبے قادیان سے یہ دعویٰ فرمایا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کی اصلاح کے لیے مامور فرمایا ہے۔ اور آپ ہی مہدی آخرالزماں اور مسیح موعود ہیں جس کے ذریعہ تمام ادیان پر دینِ حق کا غلبہ مقدر ہے اور جس کے ظہور کی خبر حضرت خاتم النبیین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ کے دعویٰ کے وقت تمام دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے پیروکار کیا یہودی اور کیا عیسائی، کیا مسلمان اور کیا ہندو، کیا بدھ اور کیا زرتشتی اور کیا کنفیوشس کے ماننے والے سبھی اپنی اپنی مقدس کتابوں کی پیشگوئیوں کے مطابق آخری زمانہ کے مصلح کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ امتِ مسلمہ بھی ایک موعود مسیح کے انتظار میں بیٹھی تھی اور ایک مہدی معہود کی راہ دیکھ رہی تھی۔ تقریباً ہر ایک مذہب میں ایسی قطعی اور واضح پیشگوئیاں موجود تھیں کہ آخری زمانے میں سچائی کے عالمگیر غلبہ کی خاطر خدا تعالیٰ کسی مصلح کو ضرور مبعوث کرے گا۔

بالآخر رحمتِ خداوندی نے جوش مارا اور ایک ہادئ برحق کو اصلاح خلق کے لیے مامور کر دیا۔ چنانچہ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے خدا تعالیٰ سے خبر پاکر یہ اعلان فرمایا کہ آپ ہی وہ موعود مصلح آخرالزماں ہیں جن کا انتظار دنیا کے مختلف مذاہب اپنی اپنی مقدس کتابوں کی پیشگوئیوں کے مطابق کر رہے تھے آپ ہی کے وجود کی صورت میں ظاہر ہوتا جو حضرت خاتم النبیینؐ کا امتی اور پیروکار ہو۔ جس کی بعثت کا مقصد تمام بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ کے آخری دین اور مکمل ضابطۂ حیات کے جھنڈے تلے جمع کرنا ہے۔

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

حضرت بانیٔ سلسلہ نے فرمایا:

"اگر تم ایماندار ہو تو شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے اور بیشمار روحیں اس شوق میں سفر کر گئیں وہ وقت تم نے پالیا۔ اب اس کی قدر کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کروں گا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لیے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔"

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

اس موعود مصلح کی بعثت کے مقاصدِ عالیہ کے حصول کا پروگرام عالمگیر ہونے کے علاوہ زمانہ کے لحاظ سے قیامت تک پھیلا ہوا تھا۔ لہٰذا ایک ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو نسلاً بعد نسلٍ اپنی جان، مال اور وقت کی مسلسل قربانیاں دے کر غلبۂ دین حق کی مہم کو آگے بڑھانے کی جدوجہد کو قیامت تک جاری رکھتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے ۲۳۔ مارچ ۱۸۸۹ء کے مبارک دن ہندوستان کے شہر لدھیانہ میں ان مخلصین سے بیعت لی جنہوں نے آپ کو خدا تعالیٰ کا فرستادہ تسلیم کر لیا اور آپ کے جملہ دعاوی پر ایمان لائے اور آپ کی اس جدوجہد میں آپ کا ساتھ دینے کا عزم کیا۔ بعد ازاں آپ نے آنحضرت کے اسم مبارک کی مناسبت سے اپنی اس جماعت کا نام "جماعتِ احمدیہ" رکھا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ آپ کا ظہور اس سنہری دَور کا آغاز ہے جس کے انتظار میں نوع انسان کی بے شمار نسلیں گذر گئیں۔ وہ سنہری دَور جس میں عدل، امن اور صلح و آشتی کا دور دورہ ہوگا اور کرۂ ارض پر آباد تمام انسانوں کا ایک ہی مذہب ہوگا یعنی دینِ حق اور ایک ہی پیشوا ہوگا یعنی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم۔

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب "کشتیٔ نوحؑ" کے صہ ۱۹-۲۰، پر فرماتے ہیں:

"نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفٰےؐ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو۔"

اپنے منظوم کلام میں فرمایا:

"وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے"

حضرت بانیٔ سلسلہ اپنے عظیم روحانی مشن کی کامیابی کے متعلق الٰہی وعدوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب "تجلیات الٰہیہ" کے صفحہ ۸ - ۱۶ پر فرماتے ہیں :

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھُولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے۔ مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدوں کو پورا کرے گا...... سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔"

آپ نے اپنی زندگی میں آریوں اور عیسائی پادریوں کے اسلام پر حملوں کے دفاع اور قرآن کریم کی روح پرور تعلیم کی اشاعت کی خاطر اسّی سے زائد کتب تصنیف فرمائیں اور باوجود محدود وسائل کے دنیا میں اسلام کی اشاعت فرمائی اور اپنے روحانی مشن کے لحاظ سے انتہائی کامیاب و بامراد زندگی گذار کر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو وفات پا کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

اخبار "وکیل" امرتسر کے ایڈیٹر حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی وفات پر لکھتے ہیں :

"وہ شخص، بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی، جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لیے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا، جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا.... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔" (اخبار وکیل امرتسر ۸ جون ۱۹۰۸ء)

آپ کی وفات کے بعد آپ کی جماعت میں خلافت کا نظام قائم ہوا جس کی برکت سے جماعت نے اپنی توانائیوں کو مجتمع کر کے اکنافِ عالم میں تبلیغِ دینِ حق اور اشاعتِ قرآن کا عظیم کام جاری رکھا۔

حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ کی وفات کے بعد ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو سیدنا حضرت حکیم حافظ مولانا نورالدین صاحب بھیروی (۱۸۴۱ء - ۱۹۱۴ء) قدرتِ ثانیہ کے مظہر اوّل منتخب ہوئے۔ آپ ایک عظیم الشان عالم باعمل اور زندہ جاوید انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو نوازا اور آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے جاں نثار خادم بننے کی توفیق بخشی۔

خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر ایمان لانے کی سعادت عطا فرمائی۔ آپ کا سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونا حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ حضرت اقدسؑ اپنی کتاب "آئینہ کمالاتِ اسلام" میں فرماتے ہیں ؎

"میں رات دن خدا تعالیٰ کے حضور چلّاتا اور عرض کرتا تھا کہ اے میرے ربّ میرا کون ناصر و مددگار ہے۔ میں تنہا ہوں اور جب دعا کا ہاتھ پے در پے اٹھا اور فضائے آسمانی میری دعاؤں سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور ربّ العٰلمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا .... اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح "نورالدین" ہے۔"

فرمایا :

"نور دین میرے ہر حکم کی پیروی اس طرح کرتا ہے جس طرح نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔"

آپ قرآن اور حدیث کا بڑا گہرا علم رکھتے تھے۔ اسی طرح آپ ایک حاذق طبیب بھی تھے اور طبِ یونانی میں آپ کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ آپ ۶ سال تک خلافت کی اہم ذمہ داریوں کو نبھانے کے بعد ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو رحلت فرما گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کے بارہ میں فرمایا تھا ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامّت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

ترجمہ : کتنا ہی اچھا ہو کہ امت کا ہر فرد نور دین بن جائے۔ لیکن یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہر دل یقین کے نور سے لبریز ہو جائے۔

قدرتِ ثانیہ کے پہلے مظہر کی وفات کے بعد ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد الٰہی نوشتوں اور پیش خبریوں کے جلو میں مسندِ خلافت پر فائز ہوئے اور پھر ۵۲ سال تک ایک نہایت کامیاب و بامراد زندگی گذار کر ۱۹۶۵ میں اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی ولادت باسعادت الٰہی بشارتوں کے مطابق ہوئی جو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے۔

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا عہدِ خلافت بے شمار کامیابیوں اور کامرانیوں کے باوجود پھولوں کی سیج نہیں تھا بلکہ یہ ایک ایسا دشتِ خار زار تھا جہاں پل بھر کے لیے بھی سکون نہ تھا جہاں پر تا حدِ نگاہ مصائب و آلام کے پہاڑ تھے۔ آپ نے خدائی تائید و نصرت اور عزمِ صمیم کے ساتھ ہر کڑی سے کڑی آزمائش کو سلجھایا۔ جماعت کو انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ، اطفال اور ناصرات الاحمدیہ کی لڑیوں میں پرو کر مضبوط اور منظم کر دیا۔ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں دنیا کے کناروں تک جماعت کا تعارف کروایا۔ اس طرح پیشگوئی مصلح موعود میں آپ کے بارہ میں بیان فرمودہ یہ الفاظ حرف بہ حرف پورے ہوئے کہ "وہ دُنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔"

آپ کی بابرکت تحریکات میں سے "تحریکِ جدید" وہ عظیم تحریک ہے جس کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کو کماحقہٗ ہر ملک و دیار میں پہنچایا

جگہ جگہ مشن ہاؤسز، بیوت الذکر، ہسپتال اور تعلیمی ادارے قائم کیے۔ آپ نے دیہاتی جماعتوں کی تعلیم و تربیت کے لیے "تحریک وقفِ جدید" قائم فرمائی جس کے تحت معلمین تیار ہو کر دیہاتی جماعتوں کی تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اسی طرح اس بابرکت تحریک کے ذریعہ نگر پارکر۔ سندھ جیسے پسماندہ علاقہ کی قسمت کا ستارہ جاگ اٹھا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی جماعت کو علمی کاوشوں کے اعلیٰ معیار پر فائز کیا اور خود آپ کے علمی کارنامے تو زبان زدِ خلائق ہیں۔ آپ نے تفسیرِ کبیر میں قرآنِ کریم کے جن معارف سے دنیا کو روشناس کرایا وہ رُوحانی دنیا کا ایک عظیم المرتبت اور ناقابلِ فراموش باب ہے۔ آپ کی تصانیف، خطبات، خطابات اور تقاریر ہر خاص و عام سے قبولیت کی سند حاصل کر چکی ہیں بشرطیکہ کوئی سچائی اور حق کا خون کرنے والا نہ ہو۔

آپ کے دورِ خلافت کے دوران ۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم کے وقت جب جماعتِ احمدیہ کے لاکھوں افراد کو پاکستان ہجرت کرنا پڑی تو جماعت نے پنجاب میں دریائے چناب کے کنارے ضلع جھنگ میں ایک نیا مرکز تعمیر کیا جو ربوہ کے نام سے مشہور رہا ہے۔

اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
مِلّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

قدرتِ ثانیہ کے دوسرے مظہر کی وفات کے بعد مسکراہٹوں کے سفیر حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ۔ (ایم ۔ اے آکسن) ۸۔ نومبر ۱۹۶۵ء کو جماعت احمدیہ کے منصبِ خلافت پر فائز ہوئے۔ آپ کا وجود بھی خدائی بشارتوں کا حامل تھا۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا سترہ سالہ دورِ خلافت بھی بے شمار افضال خداوندی اور تائیدات الٰہیہ سے روشن تھا۔ متعدد تحریکات اور ان کے بابرکت نتائج سے جماعت کو ایک عظیم استحکام حاصل ہوا۔ آپ نے جماعت کو یہ ماٹو دیا کہ :

"محبّت سب کے لیے، نفرت کسی سے نہیں"

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث نے اسلام کا بطلِ جلیل اور محبتوں کا سفیر بن کر براعظم افریقہ، یورپ اور امریکہ کے کئی کامیاب دورے سرانجام دیے۔ برِاعظم افریقہ میں احمدیت کا پیغام جس شان سے قدرتِ ثانیہ کے دَورِ ثالثہ میں پھیلا وہ ایک عظیم اور درخشاں باب ہے۔ خدا تعالیٰ کے اذن سے جاری کردہ "نصرت جہاں سکیم" بہت ہی بابرکت ثابت ہوئی۔ سینکڑوں مساجد، تعلیمی ادارے اور ہسپتال قائم ہوئے اور ان میں احمدی مبلغین و اساتذہ اور ڈاکٹرز نے عظیم الشّان خدمات سرانجام دیں۔

آپ کے سنہری کارناموں میں سے ۱۹۷۸ء میں لندن میں ہونیوالی کسرِ صلیب کانفرنس بھی ہے۔ اسی طرح آپ کے بابرکت دورِ خلافت میں ۱۹۸۰ء میں سپین میں سات سو سال کے وقفہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے گھر "مسجد بشارت" کا سنگِ بنیاد رکھا گیا جو دَورِ خلافت رابعہ میں مکمل ہوئی۔ قرآن کریم کی لاکھوں کی تعداد میں اشاعت اس دَور کا ایک بہت ہی نمایاں پہلو ہے۔ جماعت کی روحانی تربیت کے لیے آپ نے بیشمار خطبات دیے، حفظِ قرآن، وقف عارضی اور ذکرِ الٰہی جیسی تحریکات فرمائیں

پاکستان میں ۱۹۷۴ء کے پُرآشوب دَور میں آپ کی اولوالعزم قیادت میں جماعت جس شان کے ساتھ سرخرو ہو کر نکلی وہ بھی اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ خدا تعالیٰ کی تائیدات قدرتِ ثانیہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں ہی پاکستان کی نیشنل اسمبلی کے سامنے آپ نے کئی دن تک گھنٹوں جماعت احمدیہ کی نہایت شاندار طریق پر ترجمانی فرمائی۔

تعلیمی ترقی کے لیے آپ نے ایک عظیم الشان منصوبہ جاری فرمایا اس منصوبے کا ایک اہم حِصّہ بورڈ یا یونیورسٹی میں اوّل۔ دوم۔ یا سوم آنے والے احمدی طلباء میں طلائی تمغہ جات کی تقسیم تھی۔ چنانچہ آپ کے دور میں انعامی تمغہ جات کی چھ تقاریب منعقد ہوئیں اور مجموعی طور پر ۳۲ طلباء و طالبات کو تمغے دیے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ وعدہ بھی فرمایا تھا کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔ یہ الہام قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث کے سنہری دور میں اپنے ظاہری معنوں کے لحاظ سے پورا ہوا اور اس کے پہلے مصداق بننے کی سعادت گیمبیا کے گورنر جنرل الیف۔ ایم سنگھاٹے کو حاصل ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ایک کامیاب زندگی گذار کر ۸-۹ جون ۱۹۸۲ء کو وفات پا کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

آپ کی وفات کے بعد سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے دورِ خلافت کا آغاز ہوا۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ نے ایک بار پھر اپنی خاص تائید و نصرت کے ساتھ عالمگیر جماعتِ احمدیہ کو ایک ہاتھ پر جمع کر دیا۔

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ رابع کا دور روزِ اوّل سے ہی ایک عظیم الشان انقلاب انگیز دور نظر آرہا ہے اور اس دور کا عنوان "دعوتِ الی اللہ" ہے۔ آپ نے مساجد ، دارلیتامیٰ پاکستان اور بیرونِ پاکستان بنوانے کا شاندار منصوبہ تیار کیا۔ علاوہ ازیں حضور کی طرف سے متعدد تحریکیں وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں اور خدائی تائیدات اور نصرتِ الٰہی کے شاندار مظاہر اہلِ دنیا کی نظروں کے سامنے آتے رہے۔ جماعت کے خلاف بڑھتی ہوئی پابندیاں دراصل اسی امر کا ثبوت ہیں کہ ہم اپنی منزل کی طرف زیادہ تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" دوبارہ آپ کے عظیم دورِ خلافت میں اپنے ظاہری معنوں کے ساتھ ۱۹۸۷ء میں پورا ہوا جب نائیجیریا کے دو بادشاہ سِلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز نے جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۸۷ء کے موقعہ پر انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑا کے تحفہ سے نوازا۔

۱۹۸۴ء میں جب پاکستان کے حالات خراب ہو گئے تو آپ ربوہ سے عارضی طور پر ہجرت کر کے لندن تشریف لے گئے وہاں آپ کی شبانہ روز دعاؤں اور جہدِ مسلسل سے جماعت عالمی سطح پر ایک مستحکم اور منفرد تشخص حاصل کر چکی ہے۔ لندن مشن کی توسیع اور اسلام آباد کے وسیع مرکز کا قیام آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔ آپ نے وہاں جماعت کے اشاعتِ لٹریچر کے کام کو بہت منظم اور جدید بنایا ہے۔ آپ ہر فرد

جماعت کو "دعوت الی اللہ" کے جہاد میں شامل کر کے اس کی علمی اور رُوحانی استعدادوں کو کمال تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ پندرھویں صدی ہجری کے آغاز سے وابستہ اس عظیم الشان دور کو آنے والا مؤرّخ تجدید دین کا دور قرار دے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سایۂ خلافت کو تا دیر ہم پر سلامت رکھے۔

ابتداء سے ہی مخالف علماء کی طرف سے جماعتِ احمدیہ کے خلاف تحریکیں چلائی جاتی رہی ہیں جن میں سے ۱۹۳۵ء، ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکیں زیادہ مشہور ہیں۔ آخر الذکر تحریک کو اس وقت کی حکومت کی مکمل تائید اور سرگرم حمایت حاصل تھی۔ حکومت نے جماعت کی ترقی روکنے اور احمدیوں کو بنیادی انسانی حقوق سے محروم کرنے کے لیے بہت سے ظالمانہ قوانین نافذ کیے جن میں ۱۹۸۴ء کا اینٹی احمدیہ صدارتی آرڈیننس مشہور ہے۔ چنانچہ جماعتِ احمدیہ کو پاکستان میں اس طور پر غیر مسلم قرار دیا گیا کہ احمدیوں کی عبادت گاہیں مسمار اور مقفل کی گئیں۔ ہزاروں احمدیوں کو بے جا مقدمات میں جسمانی عقوبت ذہنی اذیت اور قید و بند کا نشانہ بنانے کے علاوہ بہت سے احمدیوں کو شہید کر دیا گیا جبکہ بہت سے احمدیوں کو کلمہ طیبہ کے جرم میں مقدمات میں ملوث کر کے سنگین قسم کی سزائیں دی گئیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے افراد نے انتہائی صبر اور تحمل کے ساتھ بے مثال قربانیاں دے کر حکومتِ وقت اور اس کے حلیف علماء کی ایسی ظالمانہ کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ دشمنی اور عناد کے یہ طوفان اس آواز کو دبا نہ سکے اور مخالفت کی ہر لہر سے جماعت احمدیہ پہلے سے زیادہ قوی اور بلند تر ہو کر ابھری۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ خود خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا"

اب جماعت احمدیہ کے قیام پر ایک صدی گذر چکی ہے۔ اس عرصہ میں جماعت احمدیہ نے محض اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے انتہائی نامساعد حالات اور ہر قسم کی مخالفت کے باوجود دنیا کے ہر خطّے میں حیران کن ترقی کی ہے۔ خدا تعالیٰ کی اس تائید و نصرت کا ذکر کرتے ہوئے خود حضرت مسیح موعودؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

اس قدر نصرت کہاں ہوتی ہے اک کذاب کی
کیا تمہیں کچھ ڈر نہیں ہے کرتے ہو بڑھ بڑھ کے وار
ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائید میں ہوئی ہوں بار بار
ہر قدم پر میرے مولا نے دیے مجھ کو نشاں
ہر عدو پہ حجّتِ حق کی پڑی ہے ذوالفقار
آنکھ رکھتے ہو ذرا سوچو کہ یہ کیا راز ہے
کس طرح ممکن کہ وہ قدوس ہو کاذب کا یار

اس وقت تک جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے ایک سو پینتیس ممالک میں قائم ہو چکی ہے جن میں سینکڑوں مرکزی و مقامی مبلغین اپنی زندگیاں وقف کر کے دینِ حق کی اشاعت میں دن رات مصروفِ عمل ہیں۔

جماعتِ احمدیہ کی صرف پہلی صدی میں جماعت کے مشن ہاؤسز کی تعداد ۱۳۱ ہو چکی ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ جولائی ۱۹۹۱ء تک جماعت احمدیہ کی مساجد کی تعداد ۱۸۸۹ ہو چکی تھی جبکہ ۲۵ مساجد ابھی زیرِ تعمیر تھیں۔ واضح رہے کہ مشن ہاؤسز اور مساجد کی تعداد میں بنگلہ دیش، پاکستان، اور بھارت کے مشن ہاؤسز اور مساجد شامل نہیں ہیں۔ ان ممالک میں بھی سینکڑوں کی تعداد میں عظیم الشان احمدیہ مساجد اور مشن ہاؤسز موجود ہیں۔

مذکورہ بالا تین ممالک کو چھوڑ کر اس وقت تک دنیا کے دیگر ممالک میں ۳۲۷۳ مقامات پر باقاعدہ طور پر جماعت احمدیہ قائم ہو چکی ہے اس وقت دنیا کے ۳۵ ممالک میں ۵۰ سے زائد اخبارات و رسائل سترہ زبانوں میں شائع ہو رہے ہیں۔

براعظم افریقہ کے مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کے ۲۸ ہسپتال خدمات سرانجام دے رہے ہیں جن میں احمدی ڈاکٹرز اپنی زندگیاں وقف کر کے دن رات بنی نوع انسان کی خدمت کر رہے ہیں۔

براعظم افریقہ میں ۴۴ جونیئر سیکنڈری سکول خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ دنیا کے مختلف ممالک میں ۲۱۹ سے زائد پرائمری سکول اور ۵۸ نرسری سکول خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ براعظم افریقہ میں ۳۷ ہائر سیکنڈری سکول کام کر رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا اصل مقصد قرآن کریم کی تعلیم کی اشاعت تھا۔ آپؑ نے فرمایا:

جو لوگ قرآن کو عزّت دیں گے وہ آسمان پر عزّت پائیں گے"

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

چنانچہ اس وقت تک خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیا کی ۵۰ مختلف زبانوں میں مکمل طور پر قرآن کریم کے تراجم شائع کرنے کی جماعت احمدیہ توفیق پا چکی ہے اور اس وقت کئی ایک زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم زیر طبع ہیں۔ ایک سو سے زائد زبانوں میں قرآن کریم کی بعض منتخب آیات، منتخب احادیث اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے بعض اقتباسات کے تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار

جماعتِ احمدیہ کی وسعت اور اشاعتِ دین اور اشاعت قرآن کریم کے اس جائزہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے آج سے تقریباً سو سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو خبر دی تھی وہ حرف بہ حرف پوری ہو چکی ہے اور اشاعتِ قرآن اور اشاعت اسلام کے سلسلہ میں جماعتِ احمدیہ کی مساعی بے نظیر اور بے مثال ہے اور آج دنیا یہ نظارہ دیکھ رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیا کی مختلف قومیں ایک مذہب یعنی اسلام کے تابع ہوتی جا رہی ہیں اور ایک ہی پیشوا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیشوا تسلیم کر رہی ہیں اور یہ عالمگیر روحانی انقلاب پیدا کرنے میں جماعت احمدیہ عالمگیر کو غیر معمولی خدمات اور قربانیوں کی سعادت

نصیب ہو رہی ہے۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔

آسماں پر دعوتِ حق کے لیے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار
اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار
یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار
میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار
اس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم
جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار
اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار
اُس زمانے میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرورِ روزگار
پھر ذرا سوچو کہ اب چرچا مرا کیسا ہوا
کس طرح سرعت سے شہرت ہوگئی در ہر دیار
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

کسی بھی قوم یا جماعت کے مستقبل کا اندازہ اس کے ماضی اور حال کے آئینہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ جماعتِ احمدیہ کے زندہ ماضی اور تابندہ حال کی چند جھلکیاں پہلے پیش کی جا چکی ہیں جو جماعت احمدیہ کے روشن مستقبل کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام احمدیت کے روشن مستقبل کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب "تذکرۃ الشہادتین" کے صـ ۶۴-۶۵ پر فرماتے ہیں:

"اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رُو سے سب پر ان کو غلبہ دے گا وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک جو اس کو معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی ..... دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا ہوگا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

آخر میں اس مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عظیم دعا پر ختم کرتا ہوں۔ آپ دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اے میرے ربّ! تو میری کوشش اور ہمت اور دعا اور کلام سے اسلام کو زندہ فرما اور میرے ذریعہ اس کی خوبصورتی کو ظاہر کر..... اے میرے ربّ تو مجھے دکھا کہ تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔ مجھے ایسے چہرے دکھا جو ایمانی شمائل رکھنے والے ہوں اور ایسے لوگ دے جو حکمتِ ایمانی رکھتے ہوں اور ایسی آنکھیں جو خوف سے رونے والی ہوں اور ایسے دِل جو تیرے ذکر کے وقت کانپ جانے والے ہوں۔ اور ایسی خالص فطرت رکھنے والے جو حق اور راستی کی طرف لوٹنے والی ہو اور مجذوبوں اور قطبوں کے سائے کے پیچھے چلنے والی ہو۔" ـــــــــ آمین

بقیہ فیوض محمدیہ امت میں جاری ہیں

پس اس سے صرف یہ مراد ہے کہ اس اُمت کے افراد نبیوں کے ساتھ ہوں گے نہ کہ نبیوں میں شامل ہوں گے لیکن معترضین یہ نہیں سوچتے کہ اس آیت میں صرف نبیوں کا ہی ذکر نہیں بلکہ ان کے ساتھ ہی صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کا بھی ذکر ہے اور اگر مع کی وجہ سے اس آیت کے وہ معنی ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں تو پھر ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اس امت میں کوئی صدیق بھی نہ ہوگا بلکہ صرف بعض افراد صدیقوں کے ساتھ رکھے جائیں گے اور اسی طرح شہید اور صالح بھی کوئی نہیں ہوگا صرف بعض لوگ شہیدوں اور صالحین کے ساتھ رکھے جائیں گے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس امت کے تمام افراد نیکی اور تقویٰ کے تمام مدارج سے محروم ہوں گے صرف انعام میں ان لوگوں کے ساتھ شامل کر دیئے جائیں گے جو پہلی امتوں میں سے ان مدارج پر پہنچے ہیں اس سے زیادہ اسلام، قرآن اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کیا ہو گی کہ امت محمدیہ میں سے نیک لوگ بھی نہ ہوں بلکہ صرف چند آدمی نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر کے رکھ دیئے جائیں۔ غرض اگر مع کے لفظ پر زور دے کر نبوۃ کا سلسلہ بند کیا جائے گا تو پھر اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے لئے صدیقیت اور شہادت اور صالحیت کا دروازہ بھی بند کرنا پڑے گا جو واقعات کے اور مشاہدہ کے خلاف ہے۔ ـــــــــ (جاری ہے)

بقیہ آپ کے وقت میں ....

مندرجہ بالا ارشادات جماعت کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے والے ہیں ہم سب کا فرض ہے کہ ان تمام باتوں کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں اور وہ کچھ کریں جو ان ارشادات میں کہا گیا ہے، جماعت جس قدر زیادہ مضبوط ہوگی اتنی ہی وہ اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب رہے گی۔ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی اور حقیقت میں انفرادی مضبوطی، بہتر روحانی اقدار ہی اجتماعی مضبوطی کا باعث ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق دے آمین۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ؎

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

اپنا بازار

جس نے بھی ایک بار اپنا بازار میں خریداری کی یہی کہا کہ
"اپنا بازار واقعی اپنا ہی ہے" اس لئے کہ ہمارے ہاں
اعلیٰ معیار کی انگلش، ایشین گروسری

آڈیو ویڈیو کیسٹس — تازہ سبزیاں — خالص مٹھائیاں

دستیاب ہیں، جی ہاں! آپ کی مزید سہولت کیلئے
ہوم ڈیلیوری سروس کا بھی انتظام موجود ہے۔ آپ ہمیں
صرف فون کیجئے آپ کا آرڈر آپ کے گھر پہنچ جائے گا

مناسب پرائز * بالانشین کوالٹی

آپ کی تشریف آوری کا شکریہ

Apna Bazar
Kaiserstr. 41, 60329 Frankfurt
Tel. (0 69) 25 20 11, Fax (0 61 02) 17 521

احمد منی مارکٹ

ایشین خواتین وحضرات Koblenz شہر کے کسی بھی حصہ
میں رہائش رکھتے ہوں یا ارد گرد کے شہروں میں خریداری
کے لئے احمد منی مارکٹ ہی کو پسند کرتے ہیں، اس لئے کہ
ہمارے ہاں اعلیٰ کوالٹی کی اشیائے خورد و نوش

چاول — آٹا — دالیں — مصالحہ جات — تازہ سبزیاں

کے علاوہ خواتین کی پسندیدہ حیدر آباد سندھ کی مشہور چوڑیاں
سندھی کڑھائی گلے اور نت نئے ڈیزائنوں میں
کڑھائی سوٹ بھی دستیاب ہیں

ہم آپ کی آمد پر غیر معمولی خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں

سستے دام * ایک ہی نام

Ahmed Mini Market
Görrestr. 2, 56068 Koblenz
Telefon (02 61) 30 96 00, 41 475

معیاری سونے کے
اعلیٰ زیورات کا مرکز
فرینکفرٹ میں

جی ہاں! آپ قطعی طور پر پریشان مت ہوں اس لئے کہ

ہمارے ہاں ہر قسم کے سونے کے خوبصورت زیورات
ہر وقت تیار مل سکتے ہیں اور ٹوٹے ہوئے زیورات کی تسلی بخش
مرمت بھی کی جاتی ہے نیز
پرانا زیور دے کر تیار زیور بھی آپ خرید سکتے ہیں

ہمارا نصب العین
ایمانداری اور خوش اخلاقی

INDIAN JEWELLERS CORNER
Weserstrasse 11, 60599 Franfurt
Telefon (0 69) 25 15 81

INDIAN CORNER
گروسری
اور
تازہ سبزیاں
دستیاب ہیں
WESER STR. 11
6000 F/M-1

TOP STOFF
سوٹ
ساڑھیاں
اور خوبصورت کپڑے کی دُکان
کپڑا خریدنے
کیلئے تشریف لائیں
KAISER STR. 64
KAISER PSG. 23
6000 F/M

احمدی بچّوں کا مقام

کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ تمہارا مقام اور رُتبہ کیا ہے؟ تم مسلمان بچّے ہو۔ یعنی تم اِسلام کو ماننے والے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت ہو۔ اِسلام دُنیا کے سارے مذاہب میں سے زیادہ اچھا، عُمدہ اور کامل ترین مذہب ہے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلّے اللہ علیہ وسلّم سب سے اعلیٰ اور افضل نبی ہیں۔! سب سے اچھے مذہب کو ماننے اور سب سے کامل نبیؐ کی اُمّت ہونے کی وجہ سے یہ ضروری ہے کہ تمہارے کام اور اخلاق بھی دُنیا کے سب بچّوں سے زیادہ اچھے اور بہتر ہوں۔ پھر تم صرف مسلمان بچّے ہی نہیں بلکہ احمدی مُسلمان بچّے ہو۔ احمدی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم دوسرے تمام مسلمان بچّوں سے زیادہ اِسلام کے سب حُکموں کو ماننے والے اور ان پر عمل کرنے والے ہو۔ اِس لحاظ سے تمہارا مقام اور رُتبہ اور بھی زیادہ بلند اور نازک ہے۔

حضرت اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مُسلمانوں کے ایک بہت بڑے بزرگ اور عالم گزرے ہیں۔ آپؒ ایک دفعہ بازار سے گزر رہے تھے جہاں بہت کیچڑ تھا۔ آپؒ نے دیکھا کہ ایک لڑکا بے احتیاطی کے ساتھ کیچڑ میں سے گزر رہا ہے۔ آپ نے دیکھا فرمایا، بچّے! دیکھو کیچڑ ہے۔ ذرا احتیاط سے گزرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا پاؤں پھسل جائے اور تم گِر جاؤ۔ لڑکے نے جواب دیا حضرت! بہت اچھا، مَیں احتیاط سے چلوں گا۔ لیکن آپؒ کو مجھ سے بھی زیادہ احتیاط کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اگر مَیں گِرا تو صرف میرا نقصان ہو گا۔ لیکن اگر آپؒ گِر گئے تو ساری اُمّت اور قوم کے گِرنے کا خطرہ ہے۔ لڑکے کے اس مختصر مگر برجستہ جواب میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ جس انسان کا رُتبہ اور مقام بلند ہو وہ اگر غلطی کر بیٹھے تو اُس کا نقصان بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ہم بھی ہر احمدی بچّے سے کہتے ہیں کہ اے بچّو! تمہارا مقام دُنیا کے دیگر بچّوں سے بہت بلند ہے۔ اگر تم نے خدانخواستہ کوئی بُرا کام یا کوئی کمزوری دِکھائی تو اس کی وجہ سے صرف تمہیں ہی نقصان نہیں ہو گا بلکہ اسلام بھی بدنام ہو گا۔ احمدیت بدنام ہو گی اور لوگ کہیں گے دیکھو اُس نے ایک احمدی اور مسلمان بچّہ ہو کر پھر یہ بُرا کام کیا ہے۔

اسلام اور احمدیّت کے نَونہالو! اپنے اِس بلند مقام کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو۔ کوئی ایسا کام نہ کرو جو اسلام اور احمدیّت کے خلاف ہو۔ ہمیشہ ایسے اخلاق ظاہر کرو جس سے اِسلام کی شان بلند ہو۔ احمدیت کی عزّت بڑھے اور لوگ تمہاری تعریف کریں۔ ہر احمدی بچّے کو یہ چاہیئے کہ وہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے الفاظ میں یہ عہد کرے کہ:-

"مَیں آئندہ یہی سمجھوں گا کہ احمدیّت کا ستون مَیں ہوں۔ اگر مَیں ذرا ہلا اور میرے قدم ڈگمگائے تو مَیں سمجھوں گا کہ احمدیّت پر زد آ گئی"۔

قرآن کی تعلیم

- ہمیشہ سچّی بات کہو۔
- نمازیں پابندی سے ادا کرو۔
- لوگوں کے لئے نمونہ بنو۔
- جس وقت قرآن کریم پڑھا جائے تو خاموش ہو کر سنو۔
- نیکیوں میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرو۔

حدیث کی باتیں

- ہر مسلمان کی خیر خواہی کرو۔
- بُری صُحبتوں سے بچو۔
- نیک بات کرو ورنہ خاموش رہو۔
- اچھا مُسلمان وہ ہے جو دین کا علم رکھتا ہو۔
- ہر ایک کو السّلام علیکم کہو۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مِرا یہی ہے

دینی معلومات

سوال:- سُنّت کسے کہتے ہیں؟
جواب:- آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی فعلی رَوِش اور طریقِ عمل۔
سوال:- تابعین سے کیا مراد ہے؟
جواب:- تابعین وہ لوگ ہیں جو صحابہؓ کی صُحبت سے فیضیاب ہوئے۔

اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْکَلَامِ
بات کرنے سے پہلے سلام کر لیا کرو

ماہ جولائی ۱۹۹۳ء کے شمارہ میں دی گئی حدیث یاد کرنیوالے بچّوں کے نام:

آصف رضوان، طاہر رضوان، کاشف رضوان، ابراہیم انور (ہمبرگ) عطاء النور طارق، رضوانہ انجم (ZIRNDORF)، لبنیٰ خالد، فائزہ خالد، ثناء خالد (لورش)، ثاقب شیراز ماجد، ادم ماجد، کرن ماجد، صدف ماجد، بشریٰ ماجد، مریم ناصر، یاسر ناصر، طارق محمود حیدر، درثمین حیدر، عالیہ رفیع، شبانہ رفیع۔ (HETTERSHEIM)، حسنات احمد، حماد احمد (فرینکفرٹ)، کلیم احمد خان (فلیڈن)، درِّ شہوار طاہر (AUERBACH)، بلال خالد، قرۃ العین خالد (BRÜCKEN)، ملک سجاد محمود (ہنوور)

احمدی بھائیوں کی اپنی قابلِ اعتماد ٹریول ایجنسی

INDO-ASIA REISEDIENST

دُنیا کے گرد پھیلے ہوئے پانچ برّاعظموں میں کسی بھی ملک میں سفر کرنے کیلئے مناسب داموں پر ہوائی جہاز کے ٹکٹ حاصل کریں اور
اسی طرح پاکستان کے مختلف شہروں کے بارعایت ٹکٹ کے حصول کیلئے ہماری خدمات سے ضرور فائدہ اٹھائیں

فرینکفرٹ، کراچی/دہلی، فرینکفرٹ —— DM 949,--

فرینکفرٹ، لاہور، فرینکفرٹ —— ab DM 1220,--

فرینکفرٹ، اسلام آباد، فرینکفرٹ —— DM 1250,--

فرینکفرٹ، فیصل آباد، فرینکفرٹ —— DM 1.199,--

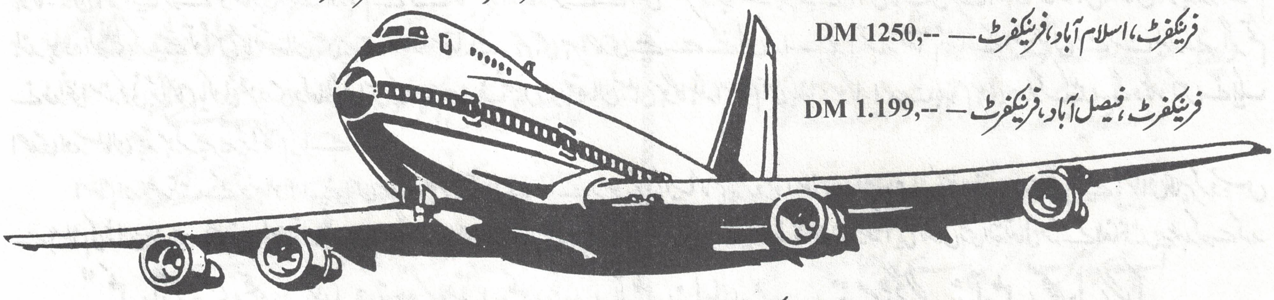

امریکہ اور کینیڈا کیلئے —— Last Minute Price

فرینکفرٹ، ٹورنٹو، فرینکفرٹ —— DM 540,--

فرینکفرٹ، نیویارک، فرینکفرٹ —— DM 570,--

عمرہ یا حج کی ادائیگی ہر مسلمان کی دلی آرزو ہے۔ پاکستان جاتے ہوئے اس اہم ترین سفر کے لئے ہم سے رابطہ کیجئے اور اپنی نشست محفوظ کرا لیجئے۔ یقیناً آپ جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے خواہشمند بھی ہیں، خوشگوار سفر کی تکمیل کے لئے خصوصی رعایت کے ساتھ اپنی نشست محفوظ کرا لیجئے بکنگ جاری ہے۔

آپ جرمنی کے کسی بھی ایئرپورٹ سے براستہ فرینکفرٹ ڈائریکٹ لاہور اور اسلام آباد فضائی سفر کر سکتے ہیں

نیز ہمارے ہاں انگریزی اور اُردو کا جرمن زبان میں ترجمہ کروانے کا بندوبست بھی موجود ہے

آپ کی خدمت کے منتظر

منیر احمد چوہدری (ایئرپورٹ سوشیال ڈینسٹ) عبدالسمیع (ویٹے وکیل والے)

INDO-ASIA REISEDIENST

Am Hauptbahnhof 8, 60599 Frankfurt
Tel. (0 69) 23 61 81 Fax (0 69) 23 07 94

درخواستِ دُعا

مکرم ومحترم شیخ مسعود الرحمٰن صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام حال مقیم اوسنابرک جرمنی گزشتہ چند ماہ سے کمر درد کے باعث ہسپتال میں داخل رہے ہیں۔ اب طبیعت بہتر ہے۔ تاہم کمزوری ہے اور بیڈ پہ لیٹنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ احباب جماعت سے مکرم شیخ صاحب موصوف کی صحت اور درازئ عمر کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

سید شبیر حسین ——— اوسنابرک

خاکسار کی اہلیہ مکرمہ امینہ خالدہ صاحبہ جو کہ جلسہ سالانہ انگلستان میں شمولیت کے لئے انگلستان گئی ہوئی تھیں وہاں بعارضہ قلب بیمار ہیں۔ احباب جماعت سے اُن کی جلد اور کامل شفایابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

نعیم اللہ خالد ——— فرانکن تھال

میرے بڑے بھائی میجر محمد اسلم اعوان صاحب ایک عرصہ سے دل کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔ ان کی حالیہ میڈیکل رپورٹ سے پتہ چلا ہے کہ دل کے تین والو بند ہیں ڈاکٹرں نے اپریشن کے لئے کہا ہے۔ اسی طرح میرے دوسرے بھائی محمد اکرم اعوان بھی جِلد کی بیماری کی وجہ سے گزشتہ چار ماہ سے صاحب فراش ہیں۔ تمام احباب سے میرے دونوں بھائیوں کی صحتیابی کے لئے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے۔

محمد اختر اعوان ——— ہوف ہائم

کامیابی

میرے بیٹے عزیزم محمد صنوبر سرفراز بلوچ (وقفِ زندگی) نائب مدیر نورالدین نے میٹرک کے امتحان میں اپنے سکول میں دوسری اعلیٰ پوزیشن حاصل کی ہے۔ اسی طرح انہیں سپورٹس میں بھی پورے بادمارین برگ میں فرسٹ پوزیشن اور وِنر سپورٹس بادمارین برگ قرار دیاگیا ہے الحمدللہ۔ عزیز کی مزید ترقیوں اور کامیابیوں کے لئے قارئین اخبارِ احمدیہ سے دعا کی درخواست ہے۔

مسز سکینہ یوسف بلوچ ——— بادمارین برگ

اعلانِ نکاح

میرے بیٹے عزیزم محمد یونس بلوچ ابن مکرم محمد یوسف صاحب بلوچ آف جرمنی کے نکاح کا اعلان ہمراہ عزیزہ مدیحہ وَرد بنت مکرم ملک مقصود احمد صاحب ربوہ بعوض ۱۶ ہزار جرمن مارک حق مہر مؤرخہ ۱۱ فروری ۹۳ء کو مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخِ احمدیت نے مسجد ناصر ربوہ میں فرمایا۔

احباب جماعت سے اس رشتہ کے بابرکت اور ثمر ثمرات حسنہ ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

مسز سکینہ یوسف بلوچ ——— بادمارین برگ

برادرم مکرم اعجاز احمد صاحب کی بیٹی عزیزہ زرتاشیہ اعجاز کا نکاح عزیزم منصور احمد بٹ صاحب ابن مکرم محمود احمد صاحب بٹ صدر جماعت آؤگسں برگ کے ہمراہ مبلغ پندرہ ہزار جرمن مارک حق مہر پر مکرم ومحترم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم مشنری انچارج جرمنی نے مؤرخہ ۲۹ مئی ۱۹۹۳ء کو ناصر باغ گروس گیراؤ میں پڑھایا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی ازراہِ شفقت اس تقریب میں شمولیت فرما کر برکت بخشی۔

احباب جماعت سے اس رشتہ کے دونوں خاندانوں کے لئے ہر جہت سے بابرکت ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

محمد احمد انور ایم اے ——— کلسٹر باخ

خاکسار کی بیٹی عزیزہ زاہدہ جاوید کا نکاح عزیزم عبدالرشید صاحب بٹ آف LEONBERG کے ہمراہ مؤرخہ ۲۳ مئی ۹۳ء کو ربوہ میں مکرم حکیم خورشید احمد صاحب نے پڑھا۔ عزیزہ کی تقریب رخصتانہ مؤرخہ ۱۰ جولائی ۹۳ء کو BÖLINGEN میں عمل میں آئی۔ مکرم ڈاکٹر نعیم احمد صاحب طاہر ریجنل امیر سٹٹگارٹ نے رشتہ بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی۔ عزیزہ مکرم حکیم عبید اللہ صاحب رانجھا مرحوم صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پڑپوتی ہیں۔

احباب سے اس رشتہ کے دونوں خاندانوں کے لئے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

چوہدری رحمت علی جاوید ——— جرمنی

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے بھائی عزیزم دبیر الحق صاحب آف ساؤتھ آل انگلستان کو مؤرخہ ۲۱ اگست ۱۹۹۲ء دو بیٹوں سے نوازا ہے۔ نوزائیدہ بچے مکرم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب ربوہ کے پوتے اور مکرم خواجہ مبارک احمد صاحب ربوہ کے نواسے ہیں۔ سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت دونوں بچوں کے نام بالترتیب فرید الحق اور لبید الحق تجویز فرمائے ہیں۔

مقصود الحق ——— ہوخ ہائم

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۹۳ء کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ بچی کا نام حضور انور ایدہ اللہ نے ازراہِ شفقت حانیہ اکرم تجویز فرمایا ہے۔ نومولودہ مکرم منشی محمد صادق صاحب مرحوم کی پوتی اور مکرم نسیم احمد خان صاحب کی نواسی ہے اور تحریک وقفِ نو میں شامل ہے۔

محمد اکرم خان ——— فرائے برگ

خاکسار کے برادر نسبتی مکرم کوملس خان صاحب آف مہدی آباد ہمبرگ کو اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ ۲ جون ۱۹۹۳ء کو سات بیٹیوں کے بعد پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ بچے کا نام حضور اقدس نے ازراہ شفقت فضل احمد خان تجویز فرمایا ہے۔ نومولود مکرم کیپٹن محمد سعید صاحب مرحوم کا نواسا اور مکرم حیات محمد صاحب آف کلیساں ضلع شیخوپورہ کا پوتا ہے۔

محمد اختر اعوان ——— ہوف ہائم

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۱۶ جون ۱۹۹۳ء کو دوسری بیٹی سے نوازا ہے بچی کا نام حضور انور نے ازراہِ شفقت "امتہ المصوّر احمد" تجویز فرمایا ہے۔ نومولودہ مکرم بشیر احمد صاحب سیالکوٹی المعروف جبیب کلاتھ ہاؤس ربوہ کی پوتی اور مکرم منظور احمد صاحب سیالکوٹی کی نواسی ہے۔

ناصر احمد بشیر ——— کوبلنز

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ ۲۸ جون ۱۹۹۳ء کو دوسرے بیٹے سے نوازا ہے حضور پُرنور نے ازراہِ شفقت بچہ کا نام "کامران احمد" تجویز فرمایا ہے۔ نومولود مکرم ملک اورنگ زیب احمد آف کھوکھر کا پوتا اور مکرم مبارک احمد صاحب ربوہ کا نواسہ ہے اور وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔

طارق احمد ——— جرمنی

خاکسار کی بھتیجی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ۸ اگست ۱۹۹۳ء کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت بچی کا نام کاشفہ تجویز فرمایا ہے۔ احباب جماعت سے نومولودہ کے نیک اور خادمِ دین ہونے کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

سعید اللہ خان ——— PFUNGSTADT

میرے بھائی مکرم محمد رفیق صاحب عاصم کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۹۳ء کو بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود کا نام بلال عاصم تجویز ہوا ہے

عبد القیوم شاکر ——— فرنیکفرٹ

خاکسار کو اللہ تعالےٰ نے مؤرخہ ۲۰ جون ۱۹۹۳ء کو پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے بچے کا نام حضور نے سجیل اسلم کاہلوں تجویز فرمایا ہے نومولود چوہدری رشید احمد تنویر کاہلوں آف فیصل آباد کا پوتا ہے۔

ملک اکرام الحق خان ——— جرمنی

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ ۲۱ مارچ ۱۹۹۳ کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے حضور انور نے بچے کا نام خواجہ طلحہ سرور تجویز فرمایا ہے۔ نومولود مکرم خواجہ نذیر احمد صاحب فیکٹری ایریا ربوہ کا پوتا اور مکرم آغا سیف اللہ صاحب مینجر روزنامہ الفضل کا نواسہ ہے۔

خواجہ منصور احمد ——— فرائے برگ

احباب جماعت سے نومولود ان کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر نیک اور خادم دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

آمین

خاکسار کے پوتے عزیزم ایاز احمد ابن چوہدری مبارز نصیر احمد اور نواسہ و نواسی عزیزم حامد منصور ابن چوہدری شاہد خورشید کاہلوں عزیزہ ماریہ رفعت بنت چوہدری شاہد خورشید نے خدا تعالےٰ کے فضل سے بالترتیب ۷، ۸، ۷ سال کی عمر میں قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔ یکم جون ۹۳ء کو بعد نماز مغرب مسجد نور میں ایک پُر وقار تقریب آمین منعقد ہوئی۔ جس میں سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی ازراہِ شفقت شمولیت فرمائی۔ اور بچوں سے قرآن مجید کا کچھ حصہ سنا اور دعا کروائی۔

چوہدری نصیر اختر ——— کائزرز لوٹرن

ہماری بیٹی عزیزہ وردہ گل اور بیٹے عزیزم عدیل احمد نے خدا تعالیٰ کے فضل سے پانچ سال کی عمر میں قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے دونوں بچے مکرم شمیم احمد صدیقی صاحب ایڈووکیٹ کی پوتی اور پوتا اور مکرم شیخ حمید اللہ صاحب مرحوم کی نواسی اور نواسہ ہیں۔

کلیم احمد ——— جرمنی

میرے پوتے عزیزم ابراہیم انور ابن عزیزم مکرم فضل الرحمٰن صاحب انور نے خدا تعالےٰ کے فضل سے سات سال کی عمر میں قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔

لطف الرحمٰن شاکر ——— ہمبرگ

میرے بیٹے عزیزم خرم شہزاد ملک نے قرآن قرآن کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔

ممتاز اختر ملک ——— سیل ہاؤزن

احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالےٰ ان سب بچوں کو علوم قرآنی سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق بخشے نیز دینی و دنیوی ترقیات کے مزید دروازے کھولے۔ آمین۔

دُعائے مغفرت

خاکسار کی بھتیجی نائلہ طاہر بعمر ۲ سال ۱۴ اگست ۱۹۹۳ء کو بقضائے الٰہی نیویارک امریکہ کے ایک ہسپتال میں وفات پاگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون بچی کی اچانک وفات پر رشتہ داروں اور نیویارک میں مقیم احمدی خواتین و حضرات نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور نماز جنازہ میں بھی احباب کی کثیر تعداد تھی خاکسار ان سب احمدی خواتین و حضرات کا مشکور ہے جنہوں نے گھر تشریف لاکر یا ٹیلی فون پر دلی تعزیت کا اظہار کیا۔ تمام احباب جماعت سے دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ والدین کو نعم البدل سے نوازے اور انہیں صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

خالد محمود کاہلوں ——— فرنیکفرٹ

خاکسار کے والد محترم چوہدری چراغ دین صاحب ڈوگر سابق نمبردار پیرو چک ضلع سیالکوٹ ۱۱ اگست کو پاکستان میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون مرحوم نہایت مخلص احمدی اور ایک با اخلاق زمیندار تھے۔ احباب جماعت سے مرحوم کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لیے دعا کی درخواست ہے

عبد الرشید ڈوگر ——— جرمنی

میری والدہ محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد مورخہ ۲۹ جون ۱۹۹۳ء کو بعمر ۸۷ سال وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون احباب جماعت سے مرحومہ کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے۔

محمد علیم ڈار ——— رائن نیکر کرائس

خاکسار کے دادا جان مکرم حکیم چوہدری محمد اسلم صاحب کاہلوں آف فیصل آباد مؤرخہ ۱۸ جون ۹۳ء کو پاکستان میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ احباب جماعت سے مرحوم کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

شکیل احمد کاہلوں ——— فریڈ برگ

خاکسار کے تایا جان مکرم چوہدری محمد حسین صاحب ٹھیکیدار ربوہ مورخہ ۲ جولائی ۱۹۹۳ء کو کراچی میں وفات پا گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ مرحوم موصی تھے۔ تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ احباب سے مرحوم کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

چوہدری امین الدین طاہر ——— جرمنی

خاکسار کی والدہ محترمہ مؤرخہ ۳ جولائی ۱۹۹۳ء کو ربوہ میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ احباب جماعت مرحومہ کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

احمد خان ——— آفن باخ

خاکسار کے والد محترم چوہدری مجید احمد صاحب آف سرگودہا ابن چوہدری محمد یار صاحب عارف مرحوم (سابق مبلغ سلسلہ) مؤرخہ ۱۲ جولائی ۱۹۹۳ء کو حرکتِ قلب بند ہو جانے کے باعث انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ احباب جماعت سے مکرم والد صاحب مرحوم کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ڈاکٹر افتخار احمد ——— بورن ہائم

میرے والد بزرگوار قاضی محمد عبد اللہ صاحب لاہور پاکستان میں ۱۱ مئی ۱۹۹۳ء کو

بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ میں ان تمام احباب کو جنہوں نے میرے اس غم میں خود تشریف لا کر یا بذریعہ فونز یا بذریعہ خطوط تعزیت فرمائی ہے۔ ان کا مشکور ہوں کہ میرے اس غم میں شرکت فرما کر مجھے حوصلہ دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرماوے۔

قاضی طاہر احمد سیکرٹری رشتہ ناطہ ——————— جرمنی

خاکسار کے والد مکرم ملک محمد دین صاحب خادم واقفِ زندگی کارکن آبادی کمیٹی تحریک جدید ربوہ یکم فروری ۹۳ء کو وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خاکسار اعلان ہٰذا کے ذریعہ تمام دوستوں و احباب جماعت کا مشکور ہے کہ انہوں نے تعزیت کا اظہار فرمایا۔ آپ سب احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ والد مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ اور ہم سب پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

محمد کریم انور ——————— بروخ سال

محترمہ نظیر بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم مولانا عبدالرحمٰن انور صاحب مرحوم، سابق پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ ۷، مئی ۱۹۹۳ء کو وفات پا گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب سے مرحومہ کے بلندیٔ درجات کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

لطف الرحمٰن شاکر ——————— ہمبرگ

اہم اعلان

۱۹۹۳ء کے سال کو ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی فلاح و بہبود کے سال کے طور پر منانے کا اعلان کیا ہوا ہے۔ اسی مناسبت سے امسال جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر انسانیت کی فلاح و بہبود سے متعلق درج ذیل پروگرام ترتیب دیئے گئے ہیں۔

۱ احباب و خواتین جلسہ سالانہ کے ایام میں مستحق افراد کے لئے خون کا عطیہ دے سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ عطیہ خون کے لئے مقام جلسہ گاہ میں انتظام ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ احباب و خواتین سے خون بطور عطیہ دینے کی اپیل ہے۔

۲ مرکز سے منظوری کے بعد جلسہ سالانہ کے ایام میں بہبود انسانیت کی خاطر احباب و خواتین سے عطیہ جات وصول کئے جائیں گے۔ یہ عطیہ جات حضور اقدس جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنے دستِ مبارک سے انسانی فلاح و بہبود کے اداروں کے سربراہان کو پیش کریں گے۔ تمام احباب، خواتین اور بچگان سے اس موقعہ پر دل کھول کر عطیہ جات دینے کی درخواست ہے۔

۳ صنعتی نمائش میں احباب، خواتین اور بچگان سے بھرپور انداز میں شرکت کی درخواست ہے کیونکہ امسال صنعتی نمائش سے حاصل شدہ تمام آمد انسانی فلاح و بہبود کی خاطر بطور عطیہ دے دی جائے گی۔

۴ انسانی فلاح و بہبود کی تنظیموں کی وساطت سے بعض غریب ممالک میں کپڑے بھجوانے کا پروگرام بھی تشکیل دیا گیا ہے۔ درخواست ہے اس سکیم میں بھی احباب اور خواتین بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر آتے ہوئے اپنے ہمراہ بطور عطیہ دینے کے لئے اَن سِلے اور اچھی حالت میں استعمال شدہ کپڑے لائیں۔

۵ درج بالا پروگراموں کے علاوہ بھی مختلف ذرائع سے انسانی فلاح و بہبود کی مد میں دینے کے لئے رقوم اکٹھی کرنے کا پروگرام ہے۔ اس سلسلے میں جو بھی اسکیم احباب اور خواتین کی خدمت میں پیش کی جائے ازراہِ کرم اس میں بھی بھرپور انداز میں حصّہ لیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو مقبول خدمات کی توفیق دے۔ آمین۔

ناظم بہبود انسانیت ——————— زبیر خلیل خان

JUGEND JOURNAL DER JAMAAT

مندرجہ بالا نئے نام سے (سابقہ نام SCHÜLER REVUE) شعبۂ تعلیم کا سہ ماہی رسالہ شائع ہو گیا ہے۔ اس رسالہ کے مضامین جرمن زبان میں ہیں جن میں سے چند ایک کا خلاصہ اردو زبان میں بھی شاملِ اشاعت کیا گیا ہے نیز نسبتاً کم جرمن جاننے والے احباب و خواتین کی آسانی کیلئے مشکل جرمن الفاظ کا اردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں آئندہ چھ ماہ کیلئے نمازوں کے اوقات بھی دیے گیے ہیں۔

یہ رسالہ نوجوانوں کیلئے نہ صرف دینی بلکہ دنیاوی معلومات بھی فراہم کرتا ہے نیز اس میں ہر عمر کے افراد کی دلچسپی کے مضامین موجود ہیں۔ رسالہ کے معیار کو بڑھانے کے لیے تجاویز اور لکھنے والے احباب و خواتین کے تعاون کی ضرورت ہے۔ مضامین اُردو، جرمن یا انگریزی زبان میں بھجوائے جا سکتے ہیں ——— ٭

نیشنل سیکرٹری تعلیم ——————— جماعتِ احمدیہ جرمنی۔

سیکنڈ ہینڈ گاڑیوں کی خرید و فروخت کا مرکز

FREIE TANKSTELLE
GEBRAUCHTWAGEN AN- & VERKAUF
Reparaturen · Unfallreparaturen · Ölsofortwechsel ohne Termin

گاڑیوں کی مرمت کے علاوہ ایکسیڈنٹ شدہ گاڑیوں کی مرمت بھی تسلی بخش طور پر کی جاتی ہے نیز ہم گاڑیوں کی TÜV بھی کرواتے ہیں

Wir machen
Ihr Auto
TÜV-Fertig

ناصر باغ سے من ہائم جانیوالی بی ۴۴ پر صرف ۱۹ کلومیٹر کے فاصلہ پر آپ کی خدمت کے منتظر

فرائی پٹرول سٹیشن

چوہدری محمود وڑائچ

FREIE TANKSTELLE
Biebesheimerstr. 13, 6084 Gernsheim
Kreis Gross-Gerau
Telefon (0 62 58) 21 09

اخبارِ احمدیہ میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

جلسہ سالانہ انگلستان ۱۹۹۳ء کے چند تصاویری مناظر

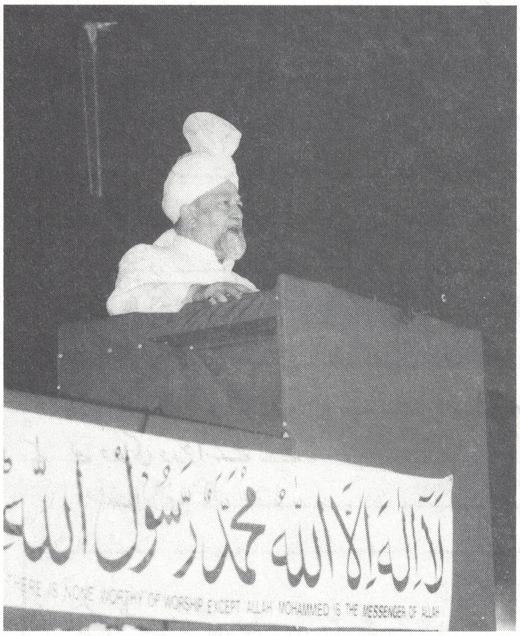

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

واجعل لی من لدنک سلطٰنا نصیرا

انا فتحنا لک فتحا مبینا

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

خلیفۃ المسیح الرابع

امام جماعت احمدیہ

لندن

6.4.1372 ہش / 1993

پیارے عزیزم مدیر صاحب اخبار احمدیہ - جرمنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اخبار احمدیہ کا مارچ کا شمارہ ملا - ماشاء اللہ بہت عمدہ مزین اور مرصع پیشکش ہے۔ سنجیدگی اور دلکشی میں ایک دل آویز متوازن مرقع ہے۔ ماشاء اللہ چشم بد دور۔ اللھم زد وبارک۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔ تمام ساتھیوں کو محبت بھرا سلام اور اس خوبصورت پیشکش پر مبارکباد۔ خدا حافظ و ناصر ہو۔

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الرابع

مجلس ادارت ماہنامہ اخبار احمدیہ جرمنی

کرسیوں پر (دائیں سے بائیں) مکرم محمد ارشد صاحب (مینجر) شمس الحق (ایڈیٹر) سیدنا حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، مکرم فلاح الدین خان صاحب (سیکرٹری اشاعت) مکرم سعید اللہ خان صاحب (خطاط) کھڑے ہوئے (دائیں سے بائیں) مکرم مظفر احمد صاحب چٹھہ (نائب مینجر) مکرم نصر اللہ صاحب ناصر (خطاط) مکرم ڈاکٹر وسیم احمد صاحب طاہر (نائب ایڈیٹر)

ظہورِ خیر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی
جو نور کی ہر شمع ظلمات پہ وار آئی

تاریکی پہ تاریکی اندھیروں پہ اندھیرے
ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی

طوفانِ مفاسد میں غرق ہو گئے بحر و بر
ایرانی و فارانی، رومی و بخارائی

بن بیٹھے خدا بندے دیکھا نہ مقام اس کا
طاغوت کے چیلوں نے ہتھیا لیا نام اس کا

تب عرشِ معلّٰی سے اک نور کا تخت اترا
اک فوج فرشتوں کی ہمراہ سوار آئی

اک ساعتِ نورانی خورشید سے روشن تر
پہلو میں لیے جلوے بے حدّ و شمار آئی

کافور ہوا باطل، سب ظلم ہوئے زائل
اس شمس نے دکھلائی جب شانِ خود آرائی

ابلیس ہوا غارت چوپٹ ہوا کام اس کا
توحید کی یورش نے در چھوڑا نہ بام اس کا

وہ پاک محمدؐ ہے ہم سب کا حبیب آقا
انوارِ رسالت ہیں جس کی چمن آرائی

محبوبی و رعنائی کرتی ہیں طواف اس کا
قدموں پہ نثار اس کے جمشیدی و دارائی

نبیوں نے سجائی تھی جو بزمِ مہ و انجم
واللہ اسی کی تھی سب انجمن آرائی

دن رات درود اس پر ہر ادنیٰ غلام اس کا
پڑھتا ہے بصد منّت جپتے ہوئے نام اس کا

آیا وہ غنی جس کو جو اپنی دعا پہنچی
ہم در کے فقیروں کے بھی بخت سنوار آئی

ظاہر ہوا وہ جلوہ جب اس سے نگاہ پلٹی
خود حسنِ نظر اپنا سو چند نکھار آئی

اے چشمِ خزاں دیدہ کھل کھل کہ سماں بدلا
اے فطرتِ خوابیدہ اٹھ اٹھ کہ بہار آئی

نبیوں کا امام آیا اللہ امام اس کا
سب تختوں سے اونچا ہے تخت عالی مقام اس کا

اللہ کے آئینہ خانے سے شریعت کی
نکلی وہ دلہن کر کے جو سولہ سنگھار آئی

اترا وہ خدا کوہِ فارانِ محمدؐ پر
موسیٰ کو نہ تھی جس کے دیدار کی یارائی

سب یادوں میں بہتر ہے وہ یاد کہ کچھ لمحے
جو اس کے تصوّر کے قدموں میں گزار آئی

وہ ماہِ تمام اس کا مہدی تھا غلام اس کا
روتے ہوئے کرتا تھا وہ ذکر مدام اس کا

مرزائے غلام احمد تھی جو بھی متاعِ جاں
کر بیٹھا نثار اس پر ہو بیٹھا تمام اس کا

دل اس کی محبت میں ہر لحظہ تھا رام اس کا
اخلاص میں کامل تھا وہ عاشقِ تام اس کا

اس دور کا یہ ساقی گھر سے تو نہ کچھ لایا
میخانہ اسی کا تھا مے اس کی تھی جام اس کا

سازندہ تھا یہ اس کے سب ساتھی تھے میت اس کے
دھن اس کی تھی گیت اس کے لب اس کے پیام اس کا

اک میں بھی تو ہوں یارب صیدِ تہِ دام اس کا
آنکھوں کو بھی دکھلا دے آنا لبِ بام اس کا
خیرات ہو مجھ کو بھی اک جلوۂ عام اس کا

دل گاتا ہے گن اس کے لب جپتے ہیں نام اس کا
کانوں میں بھی رس گھولے ہر گام خرام اس کا
پھر یوں ہو کہ ہو دل پر الہام کلام اس کا

اس بام سے نور اترے نغمات میں ڈھل ڈھل کر
نغموں سے اٹھے خوشبو ہو جائے سرود عنبر

Herausgeber (Publisher): Falah-ud-Din Khan · Hanauer Landstr. 50 · 6000 Frankfurt am Main 1
Tel./Fax: (069) 49 90 658 · Telegr.-Adr.: »Islam« Frankfurt/M.